مودودی صاحب

اور ان کی تحریرات کے متعلق چند اہم

مضامین

لکھنے والے

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مفتی رشید احمد صاحب اشرف المدارس، کراچی

مولانا حکیم محمد اختر صاحب ناظم مجلس اشاعت الحق

مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی

اور دیگر حضرات

دار الاشاعت

مودودی صاحب

اور اُن کی تحریرات کے متعلق

چند اہم مضامین

جس میں جماعت اسلامی کے امیر اور اُن کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی
کی تحریفات اور تلبیسات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے

لکھنے والے

شیخ الاسلام مولانا سید حُسین احمد مدنی قدس سرہٗ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم
مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح
محدثِ عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رح
مولانا مفتی رشید احمد صاحب اشرف المدارس کراچی
مولانا حکیم محمد اختر صاحب، ناظم مجلس شاہد الحق۔
مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی

اور دیگر حضرات

دار الاشاعت
متصل اُردو بازار کراچی ۱
فون ۲۱۳۷۶۸

ملنے کے پتے

سعودی عرب

۱۔ مکتبہ امدادیہ باب العمرہ مکہ معظمہ
۲۔ مکتبہ الحجاز المدینۃ المنورہ

پاکستان

۱۔ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی،
۲۔ مظہری کتب خانہ ۲/۱۳ جی ناظم آباد کراچی ۱۸
۳۔ مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴
۴۔ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
۵۔ ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
۶۔ ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

ھندوستان

۱۔ کتب خانہ یحیوی مظاہر العلوم سہارنپور
۲۔ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

مکمل فہرست مضامین مودودی صاحب اور انکی تحریرات کے متعلق

چند اہم مضامین

(۲) فتنۂ مودودیت

از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

پیشِ لفظ

امابعد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

یہ مجموعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی دامت برکاتہم کی کتاب "فتنۂ مودودیت" اور جناب مولانا محمد اختر صاحب کراچوی سلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "مودودی صاحب اکابر کی نظر میں" پر مشتمل ہے اس سے قبل یہ دونوں کتابیں پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہو چکی ہیں۔ حسب الحکم حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم دونوں کو یکجا شائع کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں رسالوں کے آخر میں حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کا ایک مکتوب گرامی ملحق کر دیا گیا ہے، ہندوستان سے کسی صاحب نے تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کے طریق کار کے بارے میں کچھ لکھا تھا اور بعض وجوہ سے جماعت اسلامی کو ترجیح دی تھی مثلاً یہ کہ وہ پورے دین کی دعوت دیتی ہے اور سیاسی حالات سے بھی باخبر رہتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ان کو جو جواب لکھوایا تھا اس کی نقل اس مجموعہ میں شائع کر دی گئی ہے۔ بانی جماعت اسلامی جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار و خیالات ان کی کثیر تعداد تصنیفات میں پائے جاتے ہیں چونکہ وہ ایک مصنف ہی نہیں بلکہ وہ ایک جماعت کے بانی بھی ہیں جس کی وجہ سے ان کی کتابیں بہت زیادہ تعداد میں شائع ہوتی رہتی ہیں اور جماعت اسلامی کے حضرات بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ مودودی صاحب کی کتابوں کو اور ان کے افکار کو خیالات اور تحریرات کو پھیلاتے رہتے ہیں۔ جماعت میں شرکت کی دعوت دینا عملی طور پر مودودی صاحب کے افکار و خیالات کی دعوت دینے کے مرادف ہے اگرچہ جماعت کے افراد نا واقفوں کو بہلانے اور بہکانے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ جماعت اور مودودی صاحب دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں کوئی ضروری نہیں کہ جماعت اسلامی کے افراد مودودی صاحب کے افکار و خیالات سے پوری طرح متفق ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کے لٹریچر پر یہ جماعت کا وجود ہوا اور جو جماعت کا بانی اور امیر اوّل ہو عملی طور پر جماعت سے تعلق رکھنے والے اس کے افکار و خیالات کے مخالف نہیں ہو سکتے جس کا تجربہ ہے، مشاہدہ ہے کہ پوری جماعت مودودی صاحب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہے۔

جب حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ نے جناب مودودی صاحب کی تحریرات و تصنیفات دیکھیں اور اُن کے مضامین نظر سے گذرے تو شرعی طور پر ان میں جو چیزیں قابل اعتراض تھیں ان کی نشاندہی کی لیکن جناب مودودی صاحب نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں؟

حقائق و بصائر

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ

مجاز بیعت حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

و خادم خاص حضرت مولانا عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از اکابر خلفاء

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

خود مودودی صاحب اور انکی جماعت ان قابل اعتراض چیزوں کو ناقابل رجوع سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں ان سے تو حق کے قبول کرنیکی امید نہیں ہے مگر امت مسلمہ کے سامنے پوری کیفیت بیان کرنا علماء کی اہم ذمہ داری ہے جسکی وجہ سے برابر قلم اٹھاتے رہتے ہیں۔ اس مجموعہ کے آخر میں ان کتابوں کی فہرست بھی ملحق کردی گئی ہے جو مودودی صاحب کے افکار و خیالات کی تردید میں یا ان کی جماعت کے بارے میں لکھی گئیں ایسی کتابوں کی تعداد بہت ہے اور ان سب کے ناموں کا استیعاب بہت دشوار ہے ہم صرف انہی کتابوں کی فہرست پیش کررہے ہیں جو عجلت میں تیار ہوئی ہے ان میں جناب مولانا ابوالحسن ندوی اور جناب مولانا محمد منظور نعمانی اور جناب حکیم عبدالرحیم اشرف اور جناب وحید الدین خان صاحب اور جناب شمس الحسن صاحب صدیقی اور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہوری اور جناب حکیم عبیداللہ صاحب سرہندی کی تحریرات زیادہ قابل توجہ ہیں کیونکہ یہ حضرات جماعت اسلامی کے نہ صرف رکن رکین تھے بلکہ جماعت کے صف اول کے داعیوں میں سے تھے بلکہ ان میں بعض حضرات وہ ہیں جو جماعت کی تاسیس میں شریک تھے یہ حضرات جماعت سے کیوں علیحدہ ہوئے انہوں نے اس کے اسباب مستقل لکھے ہیں چونکہ یہ لوگ گھر کے بھیدی رہ چکے ہیں ایسے انکی گواہی زیادہ معتبر ہے جماعت اسلامی کے احباب کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے تاہم علماء کرام کی گرانقدر رسائل اور نافعین کی تحریریں اور جماعت سے نکلنے والے حضرات کے مضامین طالب حق کیلئے مشعل راہ ضرور ہیں۔ واللہ یہدی من یشاء الی الصراط مستقیم ۔۔۔ آج کل جماعت اسلامی کے احباب نے یہ بات اٹھائی ہے کہ جناب مودودی صاحب کی تحریرات کے خلاف کچھ شائع کرنا مسلمانوں کے اتحاد کو ٹھیس لگانے کے مترادف ہے ہم ان سے عرض کرتے ہیں کہ مسلمان اچھے خاصے غیر منقسم ہندوستان میں رہتے تھے مودودی صاحب نے اپنی تحریروں سے تفرقہ کی بنیاد ڈالی اور اسے وسعت دیکر ایک نیا فرقہ مسلمانوں میں پیدا کردیا۔ مودودی صاحب تو اس دنیا سے چلے گئے ان کی جماعت کے جو لوگ اتحاد کے علمبردار بننا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس بات کا اعلان کریں کہ مودودی صاحب نے جمہور اہل سنت کے خلاف جو کچھ تحریر فرمایا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و حضرات مجددین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے اگر وہ اس کی ہمت کرلیں تو آج ہی اتحاد ہو جاتا ہے۔ نیز جماعت کے احباب یہ جو کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی ذات اور جماعت اسلامی دو چیزیں ہیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مذکورہ بالا اعلان کرنے سے اس کا بھی یقین ہو جائے گا کہ ان کی یہ بات کم از کم ان کے نزدیک تو صحیح ہے۔ یہ بات بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ باطل کے ساتھ اتحاد محمود نہیں جو ناحق کے لیے اور حق کے ساتھ جو اتحاد ہو وہی محمود ہے۔

واللہ الموفق للسداد والرشاد

احقر محمد اقبال ہوشیارپوری

نزیل مدینہ منورہ

(خادم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم)

مضامین اکابر امت

(۱) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
(۲) حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ
(۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ
(۴) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم
(۵) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ
(۶) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم
دار العلوم دیوبند
(۷) حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ (مفتی اعظم دیوبند)
(۸) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دامت برکاتہم (مفتی اعظم پاکستان)
(۹) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم
موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی
(۱۰) حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندویؒ
(۱۱) حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ
(۱۲) حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم (صدر مفتی دیوبند)
(۱۳) حضرت مولانا منظور نعمانی دامت برکاتہم (مدیر الفرقان لکھنؤ)
(۱۴) حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں دامت برکاتہم ندوہ لکھنؤ
(۱۵) حضرت مولانا عبد الباری صاحبؒ ندوہ
(۱۶) حضرت مولانا مفتی رشید احمد (دار الافتاء اشرف المدارس
ناظم آباد۔ سابق شیخ الحدیث دار العلوم کراچی)
(۱۷) حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی
سابق مہتمم و شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ
(۱۸) مکتوب گرامی : حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ

تقریظ از

علامہ عصر محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

دامت برکاتہم موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی وصدر وفاق مدارس
عربیہ وامیر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گرامی مناقب برادر محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب زیدت معالیہم کا مرتب کردہ رسالہ "اکابر امت اور مودودی صاحب" دیکھا دل خوش ہوا۔ اس لئے کہ اس پُر آشوب دور میں سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ایمان کے زوال کا خطرہ پیدا ہوا اور سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس قسم کے فتنوں سے بچنے کی کوشش ہو۔ مودودی صاحب کے رسائل ومقالات وتالیفات میں ایسے خطرناک مواد اور خطرناک تعبیرات موجود ہیں جن سے جدید نسل جو با قاعدہ علوم دین سے ناواقف ہیں وہ گمراہی وضلالت ہی نہیں کفر صریح میں مبتلا ہو جائیں گے۔ عصر حاضر کے اکابرین امت کی رائے امت کے سامنے پیش کرنے سے ایک اہم فریضہ پورا ہو جاتا ہے۔ اکثر اکابر کی رائے اس وقت کی ہے جب کہ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن اور خلافت وملوکیت جیسی کتابیں وجود میں نہیں آئی تھیں لیکن ابتدائی دور میں چند ہی مقالات وتالیفات سے اپنی نور ایمانی اور فراست ایمانی سے فتنہ کے عواقب کو تاڑ گئے اور اگر بعد کی چیزیں سامنے آجائیں تو شاید

زیادہ صراحت کے ساتھ اور شدت کے ساتھ کچھ فرماتے بہرحال یہ مجموعہ آراء اکابر وقت کا اہم تقاضا تھا جو موصوف نے ادا کیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور امت کو ہر زیغ و ضلال سے نجات عطا فرمائیں آمین۔ اور آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مودودی صاحب کو یہ توفیق نصیب فرمائے کہ صاف صاف ان ضلالات سے توبہ کر کے اعلانِ حق کریں اور اپنے قلم سے اس رجوع کا اعلان کریں تاکہ اس کا خاتمہ بھی بالخیر ہو اور آئندہ نسل بھی ان کی تالیفات سے مزید گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔ اور حدیث نبوی مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ کے وبال عظیم اور خسران عظیم سے بچائے اور تواصی بالحق کا یہی تقاضا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق نصیب فرمائیں آمین۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ
یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۹۶ھ
۸ اگست ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مُقدّمہ

امابعد! احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر سے بعض احباب جماعت اسلامی کی قومی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے سوال کرتے تھے کہ اس امر میں اکابر اُمت کی کیا رائے ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ اُمت کی اس پریشانی اور تردد کو حل کرنے کے لئے دل میں یہی تقاضا ہوا کہ اکابر اُمت جو علم دین کے مستند ماہرین ہیں اور اُمت کے سواد اعظم نے ان کی حیات میں اور بعد الممات بھی ان کے آثار و فتویٰ پر اعتماد کیا ہے ان کو یک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیا جائے تاکہ ہر سائل یا متردد اور طالب حق کو اپنے لئے اس جماعت کے ساتھ الحاق یا قیادت یا اس کے صراط مستقیم پر ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرنا آسان ہو جاوے۔

اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو اپنی رحمت سے اُمت کے لئے نافع و ہادی فرمائیں اور قبول فرمائیں آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

حوالہ جات اور مآخذ

(۱) اشرف السوانح : (حضرت خواجہ مجذوبؒ)
(۲) فتنۂ مودودیت : مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم ۔ مطبوعہ کراچی
(۳) عادلانہ دفاع : مصنفہ : مولانا سید نور الحسن بخاری
(۴) صراط مستقیم (ایڈیشن دوم) قاضی عبد السلام صاحب۔ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ
(۵) مکاتیب سلیمان : مولانا مسعود عالم ندوی۔ مطبوعہ لاہور
(۶) حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب
(۷) کلام طیب : محبوب المطابع برقی پریس دہلی
(۸) ماہنامہ بینات : کراچی
(۹) منصب نبوت اور انکے عالی مقام حاملین (مولانا ابو الحسن علی ندوی)
(۱۰) جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک مولانا منظور نعمانی۔ مدیر الفرقان ۔ ناشر مولانا قمر الدین
(۱۱) جماعت اسلامی سے مخالفت کیوں ؟ (مطبوعہ ڈھاکہ)
(۱۲) مکتوب ہدایت ۔ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
(۱۳) مودودی اور ایک ہزار علماء ۔ مطبوعہ ملتان
(۱۴) ترجمان الاسلام ۔ لاہور
(۱۵) رسالہ عربیہ۔ الاستاذ المودودی (مطبوعہ کراچی) مصنفہ: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری دامت برکاتہم
(۱۶) استفتائے ضروری ۔ مطبوعہ رامپور

رائے عالی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(بحوالہ ترجمان الاسلام لاہور ۳۰ ر دسمبر ۱۹۵۵ء) حضرت مولانا حماد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تا دری سجادہ نشین ہالے جی شریف ضلع سکھر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کو کسی نے مودودی کا رسالہ ترجمان دیدیا آپ نے چند سطریں پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ باتوں کو نجاست میں ملا کر کہتا ہے۔ اہل باطل کی باتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں یہ فرمایا اور رسالہ بند کر کے رکھ دیا اور خاتمۃ السوانح صفحہ ۱۴۳ میں تحریر ہے کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔

رائے عالی حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کے متعلق کسی سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ جماعت گمراہ جماعت ہے۔ اس کے عقائد اہل سنّت والجماعت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنا اور تعاون کرنا درست نہیں ہے۔ اس جماعت کی کوشش اس اسلام کے لئے نہیں جو کہ حقیقی ہے بلکہ ایک نام نہاد مودودی صاحب کے اختراعی اور نئے اسلام کے لئے ہے۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اپنا ہمدم بنانے کے لئے اسلام اور دین کا نام لیتے ہیں۔ ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلی اور دیندار ہیں ان کے رسالوں اور کتابوں میں دینی پیرائے میں وہ بد دینی اور الحاد کی باتیں مندرج ہیں جن کو ظاہر بین اور ناواقف انسان سمجھ نہیں سکتے اور بالآخر اس اسلام سے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور امت محمدیہ جس پر ساڑھے تیرہ سو برس سے عمل پیرا رہی ہے

بالکل علٰحدہ اور بیزار ہو جاتا ہے۔

آپ حضرات سے امیدوار ہوں کہ اس فتنے سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے سکوت اور غفلت اور چشم پوشی کو روا نہ رکھیں بلکہ حسب ارشاد

در تخنے کہ اکنون گرفت است پائے
بہ نیرو دے شخصے بر آید ز جائے

پوری جد و جہد کام میں لائیں گے۔

حسین احمد غفرلہٗ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ
دارالعلوم دیوبند

رائے عالی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی

(مکتوب ہدایت صـ۲۱ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

مودودی جماعت کے افسر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں اگرچہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے تاہم دینی رجحان ضعیف ہے۔ اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں بڑے بڑے علمائے اعلام بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی اعتراضات ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے علٰحدہ رہنا چاہیئے اور ان سے میل جول، ربط و اتحاد نہ رکھنا چاہیئے۔ ان کے مضامین بظاہر دلکش اور اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں وہ باتیں دل میں بیٹھتی چلی جاتی ہیں جو طبیعت کو آزاد کر دیتی ہیں اور بزرگان اسلام سے بدظن کر دیتی ہیں۔

(مفتی) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ
دہلی

مودودی جماعت اور اُس کے لٹریچر کے متعلق

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا ۲۰ سال قبل ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کا خط

(بنام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ناظم مجلس اشاعۃ الحق۔ کراچی)

مکرم و محترم حکیم صاحب زادت معالیکم

بعد سلام مسنون گرامی نامہ پہنچا جس میں اس ناکارہ کا خیال مودودی جماعت اور اس کے لٹریچر کے متعلق دریافت فرمایا گیا ہے اس سے تعجب ہوا اس ناکارہ کا اختلاف تو ہند و پاکستان میں اظہر من الشمس ہے ۴ اگست ۱۹۵۱ء جو اکابر علمائے جمعیت اور اکابر علمائے دیوبند و مظاہر العلوم کا متفقہ فیصلہ شائع ہوا تھا اس پر ہمارے بھی دستخط ہیں اور وہ مضمون یہ ہے:

مودودی جماعت اور جماعت کے لٹریچر سے عام لوگوں پہ یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے جو حضرات اس کو معمولی سمجھتے ہیں ان کو غالباً جماعت کے افراد سے اختلاط کی نوبت نہیں آتی جس سے ان کو مضرتوں کا اندازہ نہیں ہوتا بہرحال یہ ناکارہ اس جماعت میں شرکت یا ان کے لٹریچر کے پڑھنے کو مسلمانوں کے لئے انتہائی

مضر سمجھتا ہے۔

فقط والسلام محمد زکریا مظاہر العلوم سہارنپور
۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

نوٹ حضرت شیخ الحدیث کی تفصیلی رائے اور آپ کا عالمانہ محاسبہ "فتنہ مودودیت" میں ملاحظہ فرمائیے جو آپ کی اس موضوع پر معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ سہارنپور۔ لاہور، کراچی میں طبع ہو چکی ہے۔

تنبیہ اصل مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث صاحب کا مجلس اشاعۃ الحق میں محفوظ ہے۔

اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ

دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی میں بتاریخ یکم اگست ۱۹۵۱ء علمائے کرام کے ایک اجتماع میں مودودیت کے متعلق حسب ذیل فیصلہ صادر ہوا۔ مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے اور دین سے وابستگی رکھنے کے لئے صحابہ کرام اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیئے اس میں کمی آجاتی ہے نیز مودودی صاحب کی بہت سی تحقیقات غلط ہیں اور ان امور سے ایک جدید فتنہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے لئے مضر ہے اس لئے ہم ان امور کی اور ان پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

دستخط حضرات شرکائے اجتماع

حضرت[۱] مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی شیخ الاسلام حضرت[۲] مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی حضرت[۳] مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت[۴] مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور حضرت[۵] مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور حضرت[۶] مولانا احمد سعید صاحب دہلوی حضرت[۷] مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور شیخ الادب[۸] حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب[۹] لدھیانوی

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ مصنفات ندارماضی

(منقولہ از ماہنامہ دارالعلوم ذی قعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ ص ۴۹

روزنامہ الجمعیتہ دہلی ۳ اگست ۱۹۵۱ء)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ

فرماتے ہیں

اب تک ہم نے مودودی صاحب اور ان کی جماعت نام نہاد جماعت اسلامی کی اصولی غلطیوں کا ذکر کیا ہے جو انتہائی درجہ میں گمراہی ہے۔ اب ان کی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کی کھلی ہوئی مخالفتوں کا ذکر کرینگے جن سے صاف ظاہر ہوجائیگا کہ مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور نہ سنت کو مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

(مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۴۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مودودی صاحب نے ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر کے متعلق جب یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کے لئے رضاکارانہ طور پر بھی اس میں حصہ لینا جائز نہیں ہے" تو علامہ عثمانی نے ان کو تحریر فرمایا:

بعض احباب نے مجھے ترجمان القرآن کا وہ پرچہ دکھایا جس میں آپ نے کسی شخص کے خط کا جواب دیتے ہوئے جنگ کشمیر کے متعلق اپنے خیالات شرعی حیثیت

سے ظاہر فرمائے ہیں۔ جنگ کشمیر کے اس نازک مرحلے پر آپ کے قلم سے یہ تحریر دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور شدید قلق بھی ہوا کیونکہ میرے نزدیک اس معاملہ میں جناب سے ایسی مہلک لغزش ہوئی ہے جس سے مسلمانوں کو عظیم نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

روزنامہ احسان لاہور
۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء

ارشاد گرامی مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حضرت تھانوی مہتمم خیر المدارس ملتان

مودودی اور اس کے متبعین کے بعض مسائل خلاف اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ سلف صالحین کے اتباع کے منکر ہیں۔ لہذا بندہ ان کو ملحد سمجھتا ہے۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق وزیر معارف قلات کی رائے گرامی

مودودی صاحب کی تحریرات پر نگاہ ڈالی۔ موصوف کے متعلق حقیر کا تاثر یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے اسلام سے مطمئن نہیں۔ اس لئے اس کو اپنے ذہن پر لانا چاہتے ہیں جس کے لئے اصل اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے لیکن اس کا چھپانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے وہ اپنی اس ترمیم کے تخریبی عمل کو انشاء پردازی اقامت دین کے نعروں، یورپی طرز کے پروپیگنڈا کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تخریبی عمل کے محرکات دو ہیں۔ نفسانی تعلّی اور فقدان خشیت اللہ۔ اور عوام بھی ان دونوں بیماریوں میں مبتلا افراد کی کمی نہیں۔ یہی باطنی ہم رنگی دائرہ تحریک کی توسیع کا اصل سامان ہے۔

رائے عالی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رح

صدر جمعیت علمائے پاکستان ڈھاکہ

۲۱ رجب ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء

کراچی سے ایک صاحب نے حسب ذیل استفتار مولانا ظفر احمد عثمانی کے پاس بھیجا یہ بتائے بغیر کہ یہ عبارات کس کی ہیں۔

استفتار کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے عقائد خود اس کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لے کر اپنے احکام کی بجاآوری کے لئے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسے بھی ہیں جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے۔ جو حالات عہد رسالت کے ہول ڈ عہد صحابہؓ میں عرب کے اور دنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کر لی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا ردوبدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو روح اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں پس معلوم ہوا کہ جزئیات میں دلالت النص اور اشارۃ النص تو درکنار صراحۃ النص کی پیروی بھی تفقہ کے بغیر درست نہیں ہوتی اور تفقہ کا اقتضاء یہ ہے کہ انسان ہر مسئلہ میں شارع کے مقاصد

فرمان عالیشان سوۃ العلماء حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتوریؒ

خلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب

مودودی خیال اور فعل یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق مدظلہم شیخ الحدیث و بانی

دار العلوم حقانیہ اکورہ خٹک ضلع پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مودودی کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف اور گمراہ کن ہیں مسلمان اس فتنے سے بچنے کی کوشش کریں۔

اور مصالح پر نظر رکھے اور اسی لحاظ سے جزئیات میں تغیرِ احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے جو شارع کے اصولِ تشریع پر مبنی اور اس کے طرزِ عمل سے اقرب ہو۔

۲ اہلِ روایت نے جو خدمت اپنے ذمہ لی تھی وہ دراصل یہ تھی کہ قابلِ اعتماد ذرائع سے نبی کریم کے عہد سے متعلق جتنا مواد ان کو بہم پہنچے اس سے جمع کر دیں۔ چنانچہ یہ خدمت انہوں نے انجام دی اس کے بعد یہ کام اہلِ درایت کا ہے کہ وہ نفسِ مضامین پر غور کر کے ان روایات سے کام کی باتیں اخذ کرے اس لئے یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنے احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جُوں کا تُوں بلا تنقید قبول کرنا چاہیئے اس سلسلے میں یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفسِ مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جُوں کا تُوں قابلِ قبول ہو۔

۳ سنّت کے متعلق عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سُنّت ہے لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک دُرست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے، دراصل سنّت اس طریقِ عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث کیا تھا اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبیؐ کے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دَور میں پیدا ہوا تھا اختیار کئے جو اُمور آپ نے عادۃً کئے ہیں انھیں سُنّت بنا دینا اور تمام دنیا کے انسانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ سب ان عادات کو اختیار کریں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کا ہرگز یہ منشا نہ تھا یہ تحریف ہے جو دین میں کی جا رہی ہے۔

۴ (دجال کے متعلق تفاصیل جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے)

ان اُمور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے منقول ہیں وہ دراصل آپؐ

کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔

سوال۔ سوال یہ ہے کہ ۱ مذکورہ بالا اعتقاد رکھنے والا شخص صحیح معنوں میں مسلمان اور متبعِ سنّت کہلائے گا یا منکرِ احادیث؟ ۲ اگر منکرِ احادیث کہلائے گا تو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے؟ ۳ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج اور ملحد بددین ہے یا نہیں؟

جواب ۱ بظاہر یہ شخص منکرِ احادیث ہے ۲ دائرۂ اسلام سے تو خارج نہیں مگر گمراہ اور مبتدع ہے ۳ ایسے شخص سے مسلمانوں کو دُور رہنا چاہیئے اور اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے اس کو جاہل اجہل سمجھنا چاہیئے۔

دستخط ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ ۱۸ رجب ۱۳۷۳ھ

عبارات بالا جناب ابو الاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی کی ہیں حوالے حسب ذیل ہیں:۔

۱ تفہیمات حصّہ دوم صفحہ ۳۲۵، ۳۳۶

۲ ترجمان القرآن بابت اکتوبر نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴

۳ رسائل مسائل صفحہ ۳۱۰، ۳۱۷

۴ رسائل مسائل خلاصہ ۵۶، ۵۷

رائے عالی مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

مودودیت کی تحریک تاریخ اور سنت کی روشنی میں ـــ!

(مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ایک مکتوب)

مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مولانا عبدالجبار ابوہری کے استفسار کے جواب میں تحریر کیا تھا۔

مخدوم و مفضلی۔ حضرت المحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ باعث سرفرازی ہوا یاد آوری کا ممنون ہوں۔ مودودی صاحب کی جماعت کے بعض ذمہ دار حضرات نے مجھے ان کا لٹریچر بھی محض اس غرض سے عنایت فرمایا کہ میں ان کی تحریک حکومت الٰہیہ کے بارے میں بصیرت سے کوئی خیال ظاہر کرسکوں۔ ماضی قریب میں ممدوح الصدر کا یاددہانی کا والا نامہ بھی آیا جس میں رائے ظاہر کردینے کے بارے میں تذکیر کی گئی تھی قلت فرصت اور کثرت مشاغل کے سبب ابھی تک ان کے پاس رائے لکھ کر ارسال نہیں کرسکا ہوں جس کا افسوس ہے موصوف منتظر ہوں گے اسی دوران میں جناب کا والا نامہ صادر ہوا جو مزید تذکیر کا باعث ہوا اس لئے تحریک مذکورہ کے بارے میں یادداشت قلم بند کی جسے ان کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں وہی مضمون جناب کی خدمت میں بھی بھیج دیتا ہوں۔ میں نے اس تحریک کے لٹریچر کا بنیادی حصہ اور بعض ٹریکٹ اور پمفلٹ بالاستیعاب دیکھے جہاں تک نفس تحریک حکومت الٰہیہ اور اس کے نصب العین کا تعلق ہے مجھے اس میں کوئی چیز خلاف شریعت محسوس نہیں ہوئی بلکہ تعمیری رنگ میں یہ ایک اچھی اور مفید تحریک ہے۔ اگر اس کے اصلی اور صحیح رنگ میں اسے آگے بڑھایا جائے

مودودی صاحب کی فقہ وتصوف میں کوتاہ علمی

البتہ اس سلسلے میں جہاں تک مودودی صاحب کی فقہ وتصوف میں رائے زنی اور دخل دینے کا تعلق ہے مجھے اس سے شدید اختلاف ہے۔ میں ان کی تحریرات اور طرز استدلال نیز نوعیت معلومات سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نہ انہیں دونوں فنوں سے مناسبت ہے اور نہ وہ ان میں مستند معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں ان کی رائے غیر صاحب فن اور غیر مبصر کے عقلی استنباط سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتی جو ظاہر ہے کہ حذاق فن اور عملی ماہرین کے سامنے کسی درجہ میں قابل التفات نہیں ہوسکتی موصوف کے اصول پر جب کہ مستند علماء ماہرین دین حتی کہ سلف صالحین کا اجتہادی استنباط اور فہم نصوص کسی درجہ میں بھی قابل اعتبار نہیں تو ان کے اصول پر خود ان کا استنباط یا فہم نصوص دوسروں کے لئے کیسے قابل قبول اور لائق اعتنا ہوسکتا ہے۔ نص کے الفاظ میں تو بحث ہے ہی نہیں کلام تو مدلول میں ہے اور مدلول کی تعیین میں فہم کا دخل ہے اور وہی حجت نہیں تو خود ان کے فہم یا استدلال سے کسی فہم کو کیسے تسکین ہوسکتی ہے۔ اس لئے فقہ اور تصوف میں جس حد تک ان کے استدلال یا استنباط یا بیان مفہوم کا تعلق ہے نہ وہ حجت ہے نہ قابل التفات سلف وخلف کے فہم واستنباط کا جب مقابلہ ہوگا تو موصوف تو خلف جیسے قریب العہد افراد کے مفہوم واستدلال کو معتبر کہیں گے اور ہمارے نزدیک قصہ برعکس ہوگا

مودودی صاحب کے فقہی قیاسات غیر معتبر ہیں

اسلئے فقہ اور تصوف کے بارے میں ان کی پیش کردہ آراء وقیاسات کی حیثیت سے قبولیت کا کوئی مقام نہیں رکھتے بنابریں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کی فرعومہ

جزئیات فقہ یا مسائل تصوف وغیرہ پر کوئی تنقید کی جائے اور اس کا حکم معلوم کیا جائے اس مذکورہ بالا معیار سے ان کی ساری جزئیات کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ رہا اصلی فقہ و تصوف سو میں سمجھتا ہوں کہ ان فنون کو ساقط الاعتبار ٹھہرا کر خود اس تحریک حکومت الٰہیہ کو نہ چلایا جا سکتا ہے اور نہ قابل اعتبار ہی باور کرایا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ کی حکومت عالم آفاق میں تو اس حد تک ظاہر و شاہد ہے کہ اس کے منوانے کے لئے کسی رسمی تحریک کے اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے

مودودی صاحب اور حکومت الٰہیہ ایک سیاسی نعرہ

تحریک کی اگر ضرورت ہے تو انفس کے لئے ہی ہو سکتی ہے کہ انسانوں کے ظاہر و باطن پر خدائی حکومت کا سکہ مسلط ہو جائے اور اعمال ظاہر و باطن کے لحاظ سے بالارادہ قانون الٰہی کا ظہور کہلائے گی اور ظاہر ہے کہ الٰہی حکومت کے احکام ظاہر کے مجموعہ کا اصطلاحی نام فقہ اور احکام باطن کے مجموعہ کا اصطلاحی نام تصوف ہے۔ جن کی بنیادیں قرآن و حدیث نے قائم کی ہوئی ہیں جب ان دونوں کے انکار یا تحریف سے ظاہر و باطن کھلا کر رہ گئے تو حکومت الٰہیہ کا سدباب تو پہلے ہی ہو گیا پھر حکومت الٰہیہ کے نام سے ان نفوس پر آخر تسلط کس چیز کا ہو گا جس کی تحریک کی جائے۔ سے کیسے بر سر شاخ و بن می برید' اس صورت میں حکومت الٰہیہ کا عنوان نصب العین نہ ہو گا بلکہ محض ایک سیاسی نعرہ رہ جائے گا جو خود اپنے مفہوم کی تکذیب کرتا رہے گا اگر خدانخواستہ یہی صورت رہی تو میرا گمان یہ ہے کہ اس کا انجام انہی تحریکوں جیسا ہو گا جو اپنے اپنے وقت میں کسی نہ کسی اسلامی نعرہ کے ساتھ اٹھی اور انجام کار

کسی نہ کسی غیر اصلاحی مقصد یا اسلامی مقصد کے خلاف پر منتج ہو گئیں۔ خوارج نے سب سے پہلے حکومت الٰہیہ کا اسلامی نعرہ لگایا لیکن اس کے نتیجہ سے فتنۂ عقائد اور فتنۂ صحابہ کے غیر اسلامی مقاصد نکل آئے یا آج کے دور میں مثلاً سر سید نے تعلیم و ترقی کا نعرہ لگایا مگر اس کے نتیجہ میں انکار خوارق و معجزات اور فتنۂ عقائد نکل آیا۔ مشرقی نے قومی عسکریت اور تنظیم کا نعرہ لگایا اور اس کے نتیجہ سے نکل آیا مولوی کا غلط مذہب۔ غرض ان تمام تحریکوں کا عنوان اور نعرہ اسلامی تھا اور اس کے نتیجہ میں مقاصد غیر اسلامی نتیجہ یہ ہوا کہ نا سمجھ عنوان کی خوشنمائی سے مبتلا ہوئے اور سمجھ دار حقیقت کو سمجھ کر بچے رہے اور اس طرح تفریق ہو کر مسلمانوں کے بہت سے افراد ان سے کٹ بھی گئے اور ان کے مد مقابل بھی آ کھڑے ہوئے اور فتنۂ تخریب و اختلاف نے امت کو گھیر لیا۔ اگر تحریک حکومت الٰہی کے پاکیزہ عنوان کے نتیجہ سے فقہ و تصوف کا انکار یا کا بر امت کی تحقیق وغیرہ بر آمد ہوتی رہیں تو جس تفریق امت پر مذکورہ تحریکات منتج ہوئیں اسی پر یہ تحریک بھی منتج ہو گی بہرحال میں تو سمجھ رہا ہوں کہ اگر مولانا مودودی ایک سیاسی مفکر کی حیثیت سے اپنی سیاست کو مسلمانوں کے سامنے تعمیری رنگ میں پیش فرماتے رہیں اور غیر دینی سیاستوں کی تنقید کر کے مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھنے کی اور اللہ کی حکومت سے وابستہ رکھنے کی کوشش میں لگے رہیں تو ان کی تحریک مفید اور کامیاب ہو جائے گی لیکن اگر وہ مفتی یا شیخ ناقد کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے آئیں گے تو مسلمان انہیں قبول نہ کریں گے اور اس کا نتیجہ تحریک میں اضمحلال یا مضر ہونے کی صورت میں بر آمد ہو گا اور اس طرح ایک اچھی خاصی اسلامی اسکیم ضائع ہو جائے گی یہ حاصل ہے اس مفہوم کا جو میں نے مولانا مودودی کے لٹریچر کے مطالعے سے سمجھا ہے۔ رائے اہل الرائے کی ہوتی

ہے۔ اور حضرات علماء ہی کے افادات اس کے بارے میں مفید و مقبول ہونے چاہئیں لیکن جب کہ خصوصیت سے اس بارے میں جناب اور دوسرے حضرات نے مجھے قابل خطاب سمجھا تو جو فہم و خیال میں آیا عرض کر دیا گیا ہے امید ہے کہ مزاج سامی بخیر و عافیت ہوگا۔

والسلام

(محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ لوگ جماعت اسلامی سے اجتناب اور دُوری اختیار کریں اس میں شرکت زہر قاتل ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ لوگوں کو اس جماعت میں شرکت سے روکیں تاکہ گمراہ نہ ہوں اور اس جماعت کا ضرر اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہے۔ پس تسامح اور سستی اور غفلت جائز نہیں اور ہر وہ شخص جو اس جماعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا یا اس کی تائید کرے گا یا کسی قسم کی اعانت کرے گا گنہگار اور عاصی ہوگا اور معصیت کی طرف دعوت دینے والا شمار ہوگا بجائے اس کے کہ وہ ثواب کا متوقع رہے اور اس جماعت کا کوئی آدمی اگر امامت کرے گا کسی مسجد میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

سید مہدی حسن

رئیس دارالافتاء دیوبند

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ

بحوالہ رسالہ عربیہ الاستاذ المودودی صفحہ ۵

مصنفہ محدث کبیر علامۃ العصر مولانا محمد یوسف بنوری

موسس مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی

یہ رسالہ عربوں کے لئے لکھا گیا ہے اب اس کا ترجمہ بھی جلد ہی شائع ہونے والا ہے۔

رائے عالی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

مفتی اعظم پاکستان۔ صدر دارالعلوم کراچی

(سوال)

بگرامی خدمت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

گزارش آنکہ جیسا کہ حضرت والا کو معلوم ہے کہ احقر کو دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں افتا کی خدمت انجام دینی پڑتی ہے طرح طرح کے سوالات میں اکثر یہ سوال بھی آتا ہے کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت جمہور اہل سنّت والجماعت کے طریقہ پر ہے یا نہیں؟ اور مذاہب اربعہ میں سے اُن کا کس مذہب سے تعلق ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے رُجحانات سلف صالحین کے خلاف ہیں اس کی کیا حقیقت ہے، بعض لوگ آپ کی کسی سابقہ تحریر کی بنا پر آپ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اتفاق رکھتے ہیں اس کی کیا اصل ہے؟

والسّلام

احقر محمد وجیہہ، از دارالعلوم ٹنڈو الٰہ یار سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

مولانا[عہ] مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے بارے میں میرے پاس سالہا سال سے سوالات آتے رہے ہیں جن کا جواب میں اس وقت کے حالات اور ان کے بارے میں اپنی اس وقت کی معلومات کے مطابق لکھتا رہا ہوں، ان میں بعض تحریریں شائع بھی ہوئی ہیں اور بعض نجی مکاتیب کے جواب میں لکھی گئی ہیں، اس وقت ان تمام تحریروں کو سامنے رکھنا ممکن نہیں۔ البتہ اس عرصے میں احقر کو کچھ ان کی مزید تحریرات کے مطالعے کا موقعہ ملا، کچھ ان کی نئی تالیفات سامنے آئیں اور کچھ ان کے لٹریچر عام اثرات اور ان کی جماعت کے حالات کو مزید دیکھنے کا موقعہ ملا، اس مجموعے سے اب ان کے بارے میں جو میری رائے ہے وہ بے کم و کاست ذیل میں لکھ رہا ہوں:-

میری سابقہ تحریرات اگر اس تازہ تحریر کے موافق ہوں تو فبہا اور اگر سابقہ تحریرات میں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ سمجھا جائے اور اب میری رائے کے حوالے کے لئے صرف ذیل کی تحریر پر اعتماد کیا جائے۔

احقر کے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام میں ذاتی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں، خواہ ان کا اجتہاد جمہور علماء سلف کے خلاف ہو، حالانکہ احقر کے نزدیک منصب اجتہاد کے شرائط ان میں موجود نہیں اس بنیادی غلطی کی بنا پر ان کے لٹریچر میں بہت سی باتیں غلط اور جمہور علمائے

عہ کاش اس کو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم صرف مودودی صاحب سے خطاب فرماتے ایسے شخص کے لئے لفظ مولانا تحریر نہ فرماتے جس کے لئے خود تحریر فرمایا ہے کہ اس شخص نے صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں۔

اہل سنت کے خلاف ہیں

صحابہ کرامؓ پر مودودی صاحب کی انتہائی غلط تنقید کی روش

اس کے علاوہ انھوں نے اپنی تحریروں میں علمائے سلف یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ انتہائی غلط ہے خاص طور سے "خلافت و ملوکیت" میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح صرف تنقید ہی نہیں بلکہ ملامت کا بھی ہدف بنایا گیا ہے اور اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے توجہ دلانے کے باوجود اصرار کی جو روش اختیار کی گئی ہے وہ جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کے طرز کے بالکل خلاف ہے۔

نیز ان کے عام لٹریچر کا مجموعی اثر بھی اس کے پڑھنے والوں پر بکثرت یہ محسوس ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر مطلوب اعتماد نہیں رہتا اور ہمارے نزدیک یہ اعتماد ہی دین کی حفاظت کا بڑا حصار ہے، اس سے نکل جانے کے بعد پوری نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ بھی انسان نہایت غلط اور گمراہ کن راستوں پر پڑ سکتا ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ ان کو منکرین حدیث، قادیانیوں یا اباحیت پسند لوگوں کی صف میں کھڑا کرنا بھی میرے لئے درست نہیں جنہوں نے سود، شراب، قمار اور اسلام کے کھلے محرمات کو حلال کرنے کے لئے قرآن و سنت میں تحریفات کی ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کی تردید میں ان کی تحریریں ایک خاص سطح کے تعلیم یافتہ حلقوں میں موثر اور مفید بھی ثابت ہوئی ہیں، یہ بات میں ہمیشہ سے کہتا آیا ہوں لیکن اگر کوئی شخص میری اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہے کہ میں مودودی صاحب کے ان نظریات سے متفق ہوں جو انھوں نے جمہور علماء کے خلاف اختیار کئے ہیں

تو یہ بالکل غلط اور خلافِ واقعہ بات ہے۔

اگرچہ جماعت کے قانون میں مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں اور اصولاً جو بات مودودی صاحب کے بارے میں درست ہو ضروری نہیں کہ وہ جماعت اسلامی کے بارے میں بھی دُرست ہو لیکن عملی طور سے جماعت اسلامی نے مولانا مودودی صاحب کے لٹریچر کو نہ صرف جماعت کا علمی سرمایہ اور اپنے عمل کا محور بنایا ہوا ہے بلکہ اس کی طرف سے زبانی اور تحریری مدافعت کا عام طرزِ عمل ہر جگہ مشاہدہ میں آتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے افراد بھی ان نظریات اور تحریروں سے متفق ہیں۔ البتہ کچھ مستثنیٰ حضرات ایسے ہوں جو مذکورہ بالا امور میں مولانا مودودی سے اختلاف رکھتے ہوں اور جمہور علمائے اہل سنت کے مسلک کو اس کے مقابلہ میں درست سمجھتے ہوں تو ان پر اس رائے کا اطلاق نہیں ہو گا۔

نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ امام اس شخص کو بنانا چاہیے جو جمہور اہل سنت کے مسلک کا پابند ہو، لہٰذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا اُمور میں متفق ہوں، انھیں باختیارِ خود امام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھ لی گئی تو نماز ہو گئی۔

یہ میری ذاتی رائے ہے جو اپنی حد تک غور و فکر کے بعد فیما بینی و بین اللہ قائم کی ہے، میں کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی اور بے احتیاطی سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور دین کے معاملہ میں مداہنت سے بھی جن حضرات کو میری اس رائے سے اتفاق نہ ہو وہ اپنے عمل کے مختار ہیں، مجھے ان سے کوئی مباحثہ کرنا نہیں نہ میرے قویٰ اور مصروفیات اس کے متحمل ہیں اور اگر کوئی صاحب اس کو شائع کرنا چاہیں تو ان

سے میری درخواست ہے کہ اس کو پورا شائع کریں، ادھورا یا کوئی ٹکڑا شائع کر کے خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔

واللہ المستعان و علیہ التکلان

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

نوٹ: (اس فتویٰ کو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب جواہر الفقہ کا جزو بنا دیا ہے)

رائے عالی حضرت علامۂ عصر محدث کبیر مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم

موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی امیر مجلس تحفظ ختم نبوت وصدر وفاق مدارس عربیہ پاکستان

از ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۷۶ء بعنوان بصائر و عبر

مقام نبوت کی تشریح

نبوت ایک عطیۂ ربانی ہے جس کی حقیقت تک رسائی غیر نبی کو نہیں ہو سکتی اس کی حقیقت کو یا تو حق تعالیٰ جانتا ہے جو نبوت عطا کرنے والا ہے یا پھر وہ ہستی جو اس عطیہ سے سرفراز ہوئی۔ مخلوق بس اتنا جانتی ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع منصب کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا گیا وہ:

۱۔ معصوم ہے، یعنی نفس کی ناپسندیدہ خواہشات سے پاک صاف پیدا کیا گیا ہے اور شیطان کی دسترس سے بالاتر۔ عصمت کے یہی معنیٰ ہیں کہ ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ناممکن ہے۔

۲۔ آسمانی وحی سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے اور وحی الٰہی کے ذریعہ ان کو غیب کی خبریں پہنچتی ہیں کبھی جبریل امین کے واسطہ سے اور کبھی بلا واسطہ جس کے مختلف طریقے ہیں

۳ - غیب کی وہ خبریں عظیم فائدہ والی ہوتی ہیں اور عقل کے دائرے سے بالاتر ہوتی ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام بذریعہ وحی جو خبریں دیتے ہیں ان کو انسان عقل و فہم کے ذریعہ معلوم کرسکتا ہے نہ مادی آلات و حواس کے ذریعہ ان کا علم ہو سکتا ہے۔

ان تین صفات کی حامل ہستی کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث و مامور کیا جاتا ہے۔ گویا حق تعالیٰ اس منصب کے لئے ایسی شخصیت کا انتخاب فرماتا ہے جو افراد بشر میں اعلیٰ ترین صفات کی حامل ہوتی ہے۔ اس انتخاب کو قرآن کریم کہیں اجتباء سے کہیں اصطفاء سے اور کبھی لفظ اختیار سے تعبیر فرماتا ہے۔ یہ عام صفات و خصوصیات تو ہر نبی و رسول میں ہوتی ہیں پھر حق تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرما کر وہ درجات عطا کرتا ہے جن کے تصور سے بھی لفظ قاصر ہے گویا نبوت، انسانیت کی وہ معراج کمال ہے جس سے کوئی بالاتر منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں۔ ان صفات عالیہ سے متصف ہستی کو ہدایت و اصلاح کے لئے مبعوث کرکے انہیں تمام انسانیت کا مطاع مطلق ٹھہرایا جاتا ہے، ارشاد ہے: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء: ۶۴) ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے پس حکم خداوندی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ وہ مطاع اور واجب الاطاعت متبوع ہے اور امت اس کی ہدایت کے تابع اور مطیع فرمان۔

جب نبوت اور رسالت کے بارے میں یہ صحیح تصور قائم ہو گیا کہ وہ ایک عطیۂ ربانی ہے، کسب و محنت اور مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل نہیں بلکہ حق تعالیٰ اپنے علم محیط، قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے پاک و معصوم و مقدس ہستی کو پیدا فرما کر اس کو وحی آسمانی سے سرفراز فرماتا اور مخلوق کی ہدایت و ارشاد کے منصب پر اسے کھڑا کرتا ہے تو اس سے عقلی طور پر خود بخود یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی و رسول کی

شخصیت ہر نقص سے مبرا، کوتاہی سے اور ہر انسانی کمزوری سے بالاتر ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر خود اس کی شخصیت انسانی کمزوریوں میں ملوث ہو تو وہ ہدایت و اصلاح کی خدمت کیسے انجام دے گا: "آنکہ خود گم است کرا رہبری کند"

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم

چنانچہ سنت اللہ یہی ہے کہ نبی کا حسب و نسب، اخلاق و کردار، صورت و سیرت، خلوت و جلوت اور ظاہر و باطن ایسا پاک اور مقدس و مطہر ہوتا ہے جس سے ہر شخص کا دل و دماغ مطمئن ہو اور کسی کو انگشت نمائی کا بال برابر بھی موقع نہ مل سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص شقاوت ازلی کی وجہ سے اس کی دعوت پر لبیک نہ کہے اور جحود و انکار میں مبتلا ہو کر ہدایت سے محروم رہ جائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ بدتر سے بدتر دشمن بھی نبی میں کسی "انسانی کمزوری" کی نشاندہی کر سکے۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام اور رسولان عظام علیہم الف الف صلوٰۃ و سلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اور ان کے جن جن خصائص و کمالات اور اخلاق و اوصاف کی نشاندہی فرمائی ہے یہ جگہ ان کی تفصیل کے لئے کافی نہیں، یہاں اس سمندر کے چند قطرے پیش کئے جاتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں۔

یا ایہا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا (الاحزاب: ۴۵-۴۶)

اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا لتؤمنوا باللہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ (فتح ۸ - ۹)

ترجمہ: ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کرکے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔

یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (یٰس - ۴)

ترجمہ: یٰس، قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں، سیدھے راستے پر ہیں۔

نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون و ان لک لاجرا غیر ممنون و انک لعلی خلق عظیم (نون)

ترجمہ: نٓ، قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کے لکھنے کی، کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں اور بیشک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بیشک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین (مائدہ - ۱۵)

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور کتاب واضح (یعنی قرآن مجید)

فالذین آمنوا بہ و عزروہ و نصروہ و اتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون (اعراف - ۱۵۷)

ترجمہ: سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

و رفعنا لک ذکرک (الم نشرح) ترجمہ: اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران: ۳۱) ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

و ان تطیعوہ تھتدوا (النور: ۵۴) ترجمہ: اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الآخر و ذکر اللہ کثیرا (الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما (النساء - ۶۵)

ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں پھر آپ کے تصفیہ سے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کریں۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران ۱۶۴)

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی میں تھے۔

و انزل اللہ علیک الکتاب و الحکمۃ و علمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما (النساء - ۱۱۳)

ترجمہ: اور اللہ نے آپ پر کتاب اور فہم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

ترجمہ - آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و کمالات کا نقشہ سامنے آگیا ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت الی اللہ کا آفتاب عالم تاب بنایا ہے تاکہ امت ان پر
ایمان لائے ان کی توقیر کرے اور ان کی امداد کرے۔ بلاشبہ آپ سراسر صراط مستقیم
پر ہیں۔ تاریخ عالم اس کی شہادت دیتی ہے کہ آپ خلق عظیم سے آراستہ ہیں جو ان پر
ایمان لائیں اور ان کی توقیر و نصرت کریں اور آسمانی وحی کا نور الٰہی ان کے ساتھ ہے
اس کا بھی اتباع کریں آخرت کی فلاح انہی کے لئے ہے۔ ان کی اتباع سے حق تعالیٰ
کی محبوبیت کی سعادت عظمیٰ ملتی ہے۔ انہی کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے جو لوگ
اللہ تعالےٰ کے اور آخرت کے امیدوار ہیں وہ انہی کو اپنا مقتدا و پیشوا بنائیں گے
جو لوگ اپنے تنازعات و مخاصمات میں بھی ان کے فیصلوں کو بدل و جان تسلیم نہ کریں
خدا کی قسم کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ کا امت محمدیہ پر بڑا احسان ہے جن میں
ایسی ہستی مبعوث فرمائی کہ حق تعالےٰ کی آسمانی وحی ان کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہر قسم کے شرک
کفر، معصیتوں اور جاہلیت کی رسموں سے ان کا تزکیہ کریں، ان کو کتاب وسنت کی تعلیم
دیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل فرمایا کہ کتاب و حکمت کے وہ تمام علوم ان کو
سکھائے جو نہ جانتے تھے۔ چند آیات بینات کا یہ سرسری خاکہ ہے۔ حق تعالیٰ کی اس
آسمانی شہادت کے بعد کیا کوئی کمال اب ایسا باقی ہے جو جناب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو؟ اسی آسمانی وحی ربانی میں تمام امت کو یہ اعلان کیا گیا ہے
کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر رحمت
و درود بھیجتے ہیں، اس لئے تمہیں حکم ہے کہ تم بھی ان پر درود بھیجو پانچوں وقت
اذان میں ان کی رفعت و بلندی مقام کا اعلان ہوتا ہے، ہر نماز میں ان پر درود و
سلام کا مخصوص انداز میں حکم ہے، گویا کوئی نماز جو حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص
عبادت ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ خصوصی مناجات ہے آپ کے ذکر خیر اور درود
وسلام سے خالی نہیں بلکہ اسی پر نماز کا اختتام ہوتا ہے۔ اس لئے تمام امت اور

آسمانی کتابوں کا بھی فیصلہ ہے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" بہرحال یہ
مسلمات میں سے ہے کہ افراد بشر میں جن نفوس قدسیہ کو حق تعالیٰ نے اصلاح نفوس
اور ہدایت و ارشاد عالم کے لئے منتخب فرمایا ہے ان سب کے سرتاج سید الانبیاء
والمرسلین امام المتقین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔
اگر ان میں کوئی کوتاہی اور کمی رہ جائے تو پھر سارے انبیاء کرام کوتاہیوں سے
مبرا کیسے رہ سکتے ہیں اور امت کی ہدایت کے لئے وہ کیسے اسوہ و قدوہ بن سکتے
ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس ذات اقدس نے ہدایت و ارشاد کے لئے
ان کی بعثت فرمائی ہے وہ العیاذ باللہ قاصر ہے اور ان کی قدرت سے ایسے
افراد کا انتخاب بالاتر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی،
پھر نہ تو خدائی رہی نہ نبوت و رسالت، نہ آسمانی وحی نہ دین۔ سارا معاملہ ہی ختم ہوگیا

مودودی صاحب کا تنقیدی عروج

سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنقید سے معاف نہ کیا

ان حقائق کی روشنی میں "ترجمان القرآن" جلد ۸۵ شمارہ ۱ اپریل ۱۹۷۶ء میں
بعنوان "اسلام کس چیز کا علمبردار ہے" مودودی صاحب کا شاہکار مطالعہ کیجئے
صفحہ ۴۴ پر موصوف یوں رقمطراز ہیں: "وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
نہ فوق البشر ہے نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے" کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ
فوق البشر ہے ہاں تمام اولین و آخرین اور حق تعالیٰ جو خالق الانبیاء والمرسلین
ہیں ان کا فیصلہ ہے کہ وہ اتقی البشر ہیں، سید البشر ہیں۔ تمام نسل انسانی میں
سب سے بڑھ کر متقی اور کامل ترین افراد بشر میں سے ہیں، آفتاب عالمتاب
اور بدر منیر کے انوار کو ان کے انوار سے کیا نسبت، آسمان ہو یا زمین چاند ہو

یا سدرۃ حتیٰ کہ عرش رحمٰن بھی آپ کی منزلت سے قاصر ہے، تمام مخلوقات خداوندی میں افضلیت و کمال کا تاج آپ ہی کے سر باندھا گیا ہے" نہ فوق البشر ہے" یہ جملہ بھی جو غمازی کرتا ہے کہ فوق البشر کہنا بھی ناقابل برداشت ہے لیکن "بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے" کے فقرے سے جو کچھ دل میں تھا ابھر کر آ گیا، جو شخص بشری کمزوریوں میں ملوث ہے وہ بشر کی ہدایت کے لئے کیسے موزوں ہو سکتا ہے، اُردو کے عرف میں اور عام تعبیرات کے پیش نظر بشری کمزوریوں کا اطلاق ان صفات بشریہ پر ہوتا ہے جو صفات ذمیمہ اور قبیحہ ہیں، لوازم بشریت مراد ہو ہی نہیں ہو سکتے۔ لوازم بشریت کھانا پینا، سونا جاگنا، خوشی و غم، صحت و مرض و ذات وغیرہ بلاشبہ یہ لوازم بشریت ہیں خواص بشریت ہیں اور صفات بشریہ ہیں، عرف میں اس کو کوئی بشری کمزوریوں سے تعبیر نہیں کرتا، لوازم بشریت سے تو ملائکۃ اللہ اور حق تبارک و تعالیٰ منزہ ہیں، کہنا یہ ہے کہ یہ جملہ خطرناک حقیقت کی غمازی کر رہا ہے، اسلام کی پوری بنیاد منہدم ہو جاتی ہے، حق تعالےٰ تو ان کو یہ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے کہ کلمۂ اسلام میں کلمۂ شہادت میں اذان و اقامت میں حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام آئے، نماز میں درود و سلام بھیجنے کا حکم ہو، اور اس انداز سے ہو کہ چونکہ حق تعالیٰ اور ان کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو، بارگاہ قدس سے اتنا اونچا منصب عطا کیا گیا ہو اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں، جو شخصیت بشری کمزور ہو کیا وہ اس منصب جلیل کی مستحق ہو سکتی ہے، بظاہر تو یہ ایک جملہ ہے لیکن اس ایک جملہ سے ان کے تمام کمالات اور منصب نبوت پر پانی پھر جاتا ہے۔ ہر ناقد کے لئے تنقید کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ بشری کمزوری میں جھوٹ بولنا خود غرضی بقایا جاہلیت کے آثار کا نمایاں ہونا

مصلحت اندیشی کا کارفرما ہونا، بنی عبد مناف اور بنی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دینا، قریش و مہاجرین کو وہ مقام عطا کرنا جس سے انصار محروم تھے وغیرہ وغیرہ۔ کون سی کمزوری ہے جو اس اجمال میں نہیں آ سکتی؟ کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب ان کمزوریوں کی نشان دہی خود فرما دیتے کہ وہ کون سی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات گرامی میں موجود ہیں۔ اس قسم کے نظریات یا قلمی طغیانی اس شخص کا شیوہ ہے جو نہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ہو، نہ اسے علم دین میں کمال حاصل ہو، عجب و کبر میں مبتلا ہو، اعجاب بالرای کی وبا عظیم میں ملوث ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مودودی صاحب کی نگاہ میں

جس ذات گرامی پر ایمان لانے کا حکم ہو حق تعالیٰ پر ایمان کے بعد جس پر ایمان کا مرتبہ ہو، جسے ہدایت امت کے لئے سراجاً منیراً بنایا گیا ہو، جو دعوت الی اللہ پر مامور ہو، جس کی شخصیت کو امت کے لئے اسوہ بنایا گیا ہو، جس کی صفات و کمالات اور خصائص و اخلاق عظیمہ کا اعلان کیا گیا ہو مودودی کی نگاہ میں ان کی شخصیت اتنی شدید مجروح ہو کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ مودودی صاحب سلف صالحین کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں، صحابہ کرامؓ کی شخصیت کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں اور انبیاء کرام کی شخصیت پر بھی کچھ نہ کچھ اشارات جرح کے موجود تھے، یونس علیہ السلام سے فریضۂ نبوت پر تقصیر ہوئی جیسے تفہیم القرآن میں ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک حضرت سید المرسلین خاتم النبیین امام المتقین کی ذات گرامی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اب مجروح ہو گئی۔ تعجب کا مقام ہے کہ مودودی

نے ہر پیراگراف کو قرآنی حوالہ دے کر بیان کیا اور شاید مقالہ اور اس کی تعلیمات
کو پڑھنے والے کو یہ غلط فہمی ہو کہ یہ جملہ بھی بقیہ قرآنی حوالوں سے ماخوذ ہو گا
لیکن بغیر جوڑ کے قرآنی تعبیرات کے درمیان سطر ۱۲ اشارہ ۱۳ صفحہ ۳۱ پر یہ دل
کی بات قلم سے نکل گئی۔ قرآن کریم میں جہاں یہ حکم ہوا کہ آپ اعلان کریں کہ میں بشر
ہوں ساتھ ہی یوحیٰ الیّ کا وصف لگا دیا گیا تاکہ کوئی قاصر الفہم قاصر العقل بشر کے
ساتھ بشری کمزوریوں کا خیال نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے "قل انما انا بشر مثلکم
یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد کہف ۶" فصلت ۶ سورہ اسراء میں ہے قل
سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ بشر کے ساتھ رسول کی صفت لگائی
گئی ہے جہاں محض بشریت کا ذکر کیا ہے یا صفات بشریت کا ذکر ہے وہ تمام مشرکین
وکفار کے قول کی نقل ہے قالوا ان انتم الا بشر مثلنا (ابراہیم) ھل ھذا الا بشر
مثلکم (الانبیاء) ما ھذا الا بشر مثلکم (المومنون) ما انتم الا بشر مثلنا (یٰسٓ)
ما نراک الا بشرا مثلنا (ھود) کفار نے بلاشبہ طعنے کے طور پر کہا کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں
بلکہ ان کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ جرم بھی عائد کر سکیں کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر
نہیں اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کرام کی پاکیزگیٔ اخلاق، کرامت و شرافت اتنی
بدیہی اور واضح ہے کہ انکار کی مجال نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ طعنہ دیا کہ کھاتا پیتا ہے
بازاروں میں جاتا ہے، گویا فرشتہ نہیں کہ ان چیزوں سے بالاتر ہو۔ کچھ ایسا محسوس
ہو رہا ہے کہ موصوف کے دل میں اس سے بھی زیادہ کچھ ہے لیکن خوف مانع ہے، پوری
دل کی بات کا اظہار نہ کر سکے وما تخفی صدورھم اکبر اللہ تعالیٰ اور زیغ و ضلال سے
بچائے۔ بشری کمزوری دو راستوں سے ہوتی ہے (۱) نفس (۲) شیطان۔ جب نبی و
رسول نفس کی غیر مستحسن اور ناپسندیدہ خواہشات سے مبرا ہے اور پاک ہے تو اس
کے عواطف و رجحانات ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے۔ ان کا نفس نفس مطمئنہ ہے، نفس

مزکی ہے، نفس کی صفات رذیلہ سے یکسر بالاتر ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ رذیلہ نفسانی
کا وہاں گذر نہیں اور نفس کے جتنے صفات کمال ہیں، تقویٰ و طہارت، شکر و صبر
عفت و رأفت و رحمت و جود و سخا و کرم وغیرہ وغیرہ تمام کے تمام وہاں موجود
ہوتے ہیں اور شیطان لعین کے وساوس سے یکسر حفاظت ہوتی ہے، شیطان
نبی و رسول کو کبھی بھی غلط کام پر آمادہ ہی نہیں کر سکتا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مجھے خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔ بہرحال جب دونوں راستوں
سے حفاظت ہو گئی تو بشری کمزوری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم میں عائشہ
صدیقہؓ کی روایت میں تو یہ آیا ہے کہ "کان خلقہ القرآن" آپؐ کے اخلاق کریمہ
قرآن کریم کا مرقع ہے گویا آپؐ کی حیات مقدسہ زندہ قرآن ہے۔ آپؐ کا وجود مقدس
زندہ قرآن ہوا اور یہی تمام عالم کا فیصلہ ہے لیکن مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ
بشری کمزوریوں سے آپؐ بالاتر نہیں پھر سنت اللہ جاری ہے کہ انبیاء کرام کے عام
قویٰ بشری بھی عام انسانوں سے بالاتر ہوتے ہیں، ان کی جسمانی صلاحیتیں جسمانی
قوتیں برتر اور عام افراد بشر سے بالاتر ہوتی ہیں بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ
حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چالیس افراد جنت کی قوت عطا فرمائی گئی ہے
اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں ہر فرد بشر کو سو اشخاص کی قوت عنایت
کی جاتی ہے لیکن قاضی عیاض شفا میں اور سیوطی کے خصائص کبریٰ میں حضرت
عائشہؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اما علمت ان اجسادنا
نبتت علی ارواح اہل الجنۃ۔ یعنی ہمارے اجساد میں ارواح اہل جنت کی ہیں ان تفصیلات
کا یہاں موقع نہیں ہے بہرحال نہ معلوم کہ اتنی صاف اور واضح حقیقت کیوں سمجھ میں
نہیں آتی کہ جب کوئی شخص بشری کمزوریوں میں مبتلا ہو وہ کیوں کر ہادی و رہنما
بنے گا اور اس کی دعوت و تبلیغ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے؛ قرآن کریم تو صاف

اعلان فرماتا ہے اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (بقرہ) کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کا اور اپنے نفسوں کو بھولتے ہو اور تم کتاب اللہ پڑھتے ہو کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کا کیا اثر ہوگا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ جو کیا اسی کا حکم دیا تاکہ قول و عمل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ مقام افسوس ہے کہ مودودی صاحب کے بہت سے قابل شدید اعتراض مباحث ہیں یا تعبیرات ہیں اور ان کی تصنیفات میں بکھری پڑی ہیں یہ جملہ اور مضمون بھی قباحت کو سبقت لے گیا ہے۔

صحابہ کرام رضؓ کے بارے میں حق تعالیٰ کی تعریف اور مودودی صاحب کا الزام

مودودی صاحب اپنی تفسیر سورۂ آل عمران میں حضرات صحابہ رضؓ کے بارے میں رقم طراز ہیں: "سود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ سود لینے والے میں حرص و طمع بخل خود غرضی اور سود دینے والے میں نفرت، غصہ اور بغض حسد۔ احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔" اسی سورۂ آل عمران کے آخر میں ان صحابہ کے بارے میں حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب ۝

ترجمہ: "سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دئے گئے میری راہ میں، اور جہاد کیا اور شہید ہوگئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔"

حق تعالیٰ نے تو ان کو یہ داد دی ہے اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ حریص طماع بخیل خود غرض ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے، بغض و حسد رکھنے والے اور ان بیماریوں میں مبتلا تھے۔ ان میں جہل و عناد کی بھی انتہا ہوگئی غزوۂ احد کے بعد غزوہ بنی النضیر میں جو سورۂ حشر نازل ہوئی اس میں حق تعالیٰ شانہٗ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصادقون والذین تبوء الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون ۝

ترجمہ: "ان فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کردئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور لوگوں کا حق ہے جو دارالاسلام میں ان مہاجرین کے آنے سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا

جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حق تعالیٰ تو ان مہاجرین و انصار کو صادقین و مفلحون جیسے شاندار الفاظ میں اس عجیب انداز سے نوازیں اور مودودی صاحب ان کو طامع و حریص ایک دوسرے سے متنفر بتلائیں اس وقت تو بطور مثال ایک سرسری اشارہ کر دیا گیا اور یہ موضوع ابھی بہت کچھ لکھنے کا محتاج ہے۔ اسی مضمون و مقالے کے شروع میں جو تحقیق فرمائی گئی کہ "ہمارے عقیدے کے مطابق اسلام کسی ایسے دین کا نام نہیں جس کو سب سے پہلے صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہو اور اس بناء پر آپ کو بانی اسلام کہنا صحیح ہے انبیاء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت دراصل یہ ہے کہ (۱) وہ خدا کے آخری نبی ہیں (۲) ان کے ذریعہ خدا نے اسی اصل دین کو پھر تازہ کر دیا جو تمام انبیاء کا لایا ہوا تھا الخ" اس مضمون میں بھی جو ان کو ٹھوکر لگی ہے اور غلط موڑ پر پہنچ گئے جو نہایت خطرناک ہے۔ اب دیانت اور دین کی خیرخواہی کا تقاضا یہی ہے کہ ان مضامین پر بے لاگ تبصرہ ایسا کیا جائے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے جو ایک دو مولوی ان کی ہم نوائی کرتے چلے آتے ہیں ان کے ایمانی امتحان کا وقت بھی آگیا ہے

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کا کیا کہنا! آپ کی صحبت، فیض خدمت اور توجہات مبارکہ سے صحابہ کرام جس مقام پر پہنچ گئے ہیں اس کا ادراک بھی ہم جیسوں کے لئے ناممکن ہے قرآن کریم کی سورۂ فتح میں ارشاد ہے:

محمد رسول اللہ والذین | ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے
معہ اشداء علی الکفار | صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز
رحماء بینھم تراھم رکعا | اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو ان کو
سجدا یبتغون فضلا من | دیکھے گا کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ

اللہ و رضوانا سیماھم فی | کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی
وجوھھم من اثر السجود | کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ
(فتح) | کے ان کے چہرے سے نمایاں ہیں "

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آج "ترجمان القرآن" بابت ماہ جون ۱۹۷۶ء میں "رسائل و مسائل" کے عنوان سے اس کے جواب کی کوشش کی گئی، ظاہر بات ہے کہ یہ بات ناقابل برداشت تھی اور اس میں پوری رسوائی ہو رہی تھی، اس لئے موصوف کے حواریوں میں سے کسی نے موصوف کو متنبہ کیا اور اس کا جواب دیا گیا۔

مودودی صاحب کبھی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے

کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب اپنی غلطی کا اعتراف کرکے توبہ کرتے اور اعلان کرتے کہ میں نے یہ بات غلط کی ہے لیکن مودودی صاحب کی تاریخ زندگی میں اس بات کا امکان نہیں، یہ تو ہوا کہ جب کسی ہمدرد حواری نے کسی غلطی پر متنبہ کیا تو دوسرے ایڈیشن میں وہ بات نکال دی گئی لیکن اس کی توفیق نہ ہوئی کہ اعتراف کرکے غلطی کا اعلان ہوتا اور غلط بات سے رجوع کرتے تاکہ وہ لوگ جن کے پاس پہلا ایڈیشن ہے وہ گمراہ نہ ہوتے

مودودی صاحب کی خیانت

مثلاً تفسیر تفہیم القرآن کے پہلے ایڈیشن میں

حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرائض نبوت میں تقصیر کا مرتکب مانا تھا لیکن اعتراض کے بعد دوسرے ایڈیشن پر اس عبارت کو حذف کر دیا گیا، کیا یہ دیانت ہے اور کیا یہ حق ہے؟ اور کتنی مثالیں ہیں، مودودی صاحب کے نزدیک انبیاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَصَائِرُ وَعِبَرْ

مودودی صاحب کے متعلق

از حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم

دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال کر لیا جائے، معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لئے بھی کسی استاذ و رہنما کی ضرورت مسلّم، بغیر استاد کے نری عقل و ذہانت اور طباعی سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتا، انجینئری ہو یا ڈاکٹری اور طباعت ہو یا صنعت و حرفت کے لئے ابتداءً عقل کی رہنمائی کے لئے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے، جب انسانی عقل کے پیدا کردہ فنون و علوم کے حاصل کرنے کے لئے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوت اور معارف انبیاء اور حقائق شریعت کے لئے استاذ و رہنما سے کیسے استغنا ہو سکتا ہے؛ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و ادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحی ربانی کے ذریعے امت کو پہنچے ہیں، حالی تربیت اور ربانی ہدایت و ارشاد کے ذریعے سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے اور تعلیم سے زیادہ ذہنی و فکری اور عملی تربیت ضروری ہوتی ہے اس لئے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی و رہنما جتنا باکمال ہوگا اتنا

لوام اپنے معصوم نہیں ہیں کہ غلطی نہ ہو سکتی تھی۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ بشریت کے اظہار کے لئے کوئی وقت ایسا ضرور ہے، تو کیا مودودی صاحب معصوم ہیں کہ ان کی عصمت انبیاء کرام سے بھی زیادہ ہے۔ بہرحال جب عذر کرکے جواب دیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بالکل لچر اور بے معنی ہے۔ اردو محاورات میں کوئی بتلا دے کہ لوازم بشریت کو بشری کمزوریوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ مودودی صاحب بشری کمزوریوں سے عیب و نقائص ہی مراد لیتے ہیں۔

مودودی صاحب کا صحابہؓ پر الزام

اسکی واضح دلیل یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کی تفسیر میں انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں سود خوری کی وجہ سے دو قسم کی بیماریاں تھیں، حرص و طمع، بخل و خود غرضی اور حسد نفرت بغض اور غزوہ احد کی شکست میں دونوں کو دخل ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن کے لفظ "ببعض ما کسبوا" کا ترجمہ "بعض کمزوریوں" سے کیا گیا جس کی تنقید نہایت عالمانہ و محققانہ انداز سے حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی فرما چکے ہیں، (ملاحظہ ہو "بینات" بابت ماہ جون ۱۹۷۶ء) مودودی صاحب کی اس تفسیر و تشریح سے واضح ہے کہ کمزوریوں سے مراد وہ بیماریاں لیتے ہیں جو عیوب اور بدترین عیوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحیح توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔



زیادہ فائدہ ہوگا اور کمال حاصل ہوگا، پھر ان علوم نبوت کی غرض و غایت چونکہ ہدایت و ارشاد اور مخلوق خدا کی رہنمائی ہے اس لئے ان کے سمجھنے میں شیطان لعین کی عداوت و اضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے جو کمال کہ دنیوی مقاصد کے لئے حاصل کرنا ہوتا ہے اس میں شیطان آرام سے بیٹھا رہتا، اس کو دخل کی حاجت ہی نہیں نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے، لیکن جہاں آخرت و عقبیٰ اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لئے بے تاب ہوتا ہے مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح یہ رشد و ہدایت ضلالت میں تبدیل ہو جائے اور چونکہ ابلیس لعین کا سب سے بڑا کارنامہ تلبیس ہے یعنی حق و باطل میں ایسا التباس ہو جائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفسِ انسانی کی کارستانیاں اس پر مستزاد ہیں، انسانی فطرت میں کبر و عُجب ہے، ریاکاری و حُبِ شہرت ہے، حُبِ جاہ کا مرض ہے اور ایسے شدید و قوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لئے نفس و شیطان کے اثرات سے بچنے کے لئے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب فضلِ الٰہی شامل حال ہو تو اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ یوں ہی انسان علم و عقل کے صحراؤں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

فتنوں کی ابتداء اور بنیاد کے اسباب

دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے۔ اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستے سے آئے ہیں، بلکہ علماء حق میں بھی بہت سے اذکیاء زمانہ اپنی شدتِ ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شذوذ

اختیار کر کے غلط افکار و نظریات کا شکار ہو گئے اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کار فرما رہی ہے کہ اپنے تجرد ذکاوت پر اعتماد کر کے علمی کبر اور اعجاب بالرائی کے مرض میں مبتلا ہوئے، زیادہ صحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے ہمارے اس دور میں بھی اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں اور چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے اور بسا اوقات بہت عمدہ بات بھی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہیں اس لئے ان کی وہ عمدہ باتیں مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں اور جن حضرات کو زیادہ صحبت اور علمی گہرائیاں نصیب نہیں ہیں وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ان کے امت سے مختلف شواذ اور جدید افکار و نظریات کے بھی حامی ہو جاتے ہیں اور شیطان تو اپنے کام میں لگا ہوا ہے جو شخصیت امت کی ہدایت و ارشاد کے کام آسکتی تھی وہ امت میں زیغ و ضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ہر دور میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ امام غزالیؒ نے مقاصد الفلاسفہ میں لکھا ہے کہ یونانیوں کے علوم حساب ہندسہ عنصریات وغیرہ صحیح علوم کو دیکھ کر لوگ ان کے تمام علوم کے معتقد ہو گئے، طبعیات و الٰہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو کر گمراہ ہو گئے امام غزالی کی یہ بات بہت عجیب ہے اور بالکل صحیح ہے، شیطان کو اس قسم کے مواقع میں اضلال کا بہت اچھا موقع مل جاتا ہے، بہرحال جب انتہائی علمی قابلیت والے انتہائی ذکاوت والے فتنوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو ایسے حضرات کہ جن میں علمی قابلیت بہت کم، لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو صحبتِ ارباب کمال سے یکسر محروم ہوں طباع و ذہین ہوں وہ تو بہت جلد اعجاب بالرائی کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر تمام امت کی تحقیر اور تمام تحقیقات امت کا استخفاف اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک اور اول سے لے کر آخر تک تمام پر تنقید کر کے خطرناک گہرے گڑھے میں گر کر تمام نسل کے

لئے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔

مودودی صاحب کی زندگی کا پس منظر

اس قسم کے لوگوں میں سے آج کل کی ایک مشہور شخصیت جناب ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کی ہے جو بچپن ہی سے طباع وذہین مگر معاشی پریشانی میں مبتلا تھے۔ ابتدا میں اخبار مدینہ بجنور میں ملازم ہوئے اور پھر دہلی میں جمعیت علماء ہند کے اخبار "مسلم" سے وابستہ رہے، پھر چند سالوں کے بعد اخبار الجمعیۃ" دہلی میں ملازم ہوئے جو جمعیت علمائے ہند کا ترجمان تھا۔ دہلی سے نکلتا تھا غالباً سہ روزہ تھا، تاریخ کے جواہر پاروں کے عنوان سے ان کے مضامین بہت آب وتاب سے نکلتے تھے، اس طرح مودودی صاحب کی قلمی تربیت مولانا احمد سعید صاحب کے ذریعہ ہوتی گئی۔ والد مرحوم کی وفات کی وجہ سے اپنی تعلیم نہ صرف یہ کہ مکمل نہ کر سکے بلکہ بالکل ابتدائی عربی تعلیم کی کتابوں میں رہ گئے، نہ جدید تعلیم سے بہرہ ور ہو سکے، پرائیوٹ انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی سے کچھ مناسبت ہوگئی، اس دور کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور تحریرات اور مجلات وجرائد سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور قلمی قابلیت روز افزوں ہوتی گئی۔ بدقسمتی سے نہ کسی دینی درسگاہ سے فیض حاصل کر سکے نہ جدید علوم کے گریجویٹ بن سکے، نہ کسی پختہ کار عالم دین کی صحبت نصیب ہو سکی۔ اور ایک مضمون میں خود اس کا اعتراف کیا ہے جو عرصہ ہوا کہ ہندوستان متحدہ میں مولانا عبدالحق مدنی مرادآبادی کے جواب میں شائع ہوا تھا بلکہ بدقسمتی سے نیاز فتحپوری جیسے ملحد وزندیق کی صحبت نصیب رہی ان سے دوستی رہی ان کی صحبت ورفاقت سے بہت کچھ غلط رجحانات ومیلانات پیدا ہوگئے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۹۳۳ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن جاری کیا، آب وتاب سے مضامین لکھے، بہتر سے بہتر

پیرائے میں کچھ علمی وقلمی چیزیں ابھرنے لگیں، ان دنوں ملک کی سیاسی فضا مرتعش تھی، تحریک آزادئ ہند فیصلہ کن مراحل میں تھی، ہندوستان کے بہترین دماغ اسی کی طرف متوجہ تھے۔ مودودی صاحب نے سب سے ہٹ کر "اقامت دین" اور حکومت الٰہیہ کا نعرہ لگایا اور تحریک آزادی کی تمام قوتوں پر بھرپور تنقید کی، ان کے بھولے بھالے مداح یہ سمجھے کہ شاید دین قیم کا آخری سہارا بس مودودی صاحب کی ذات رہ گئی ہے، چنانچہ بہت جلد مولانا سید سلیمان ندوی مولانا مناظر احسن گیلانی اور عبدالماجد دریابادی کے قلم سے خراج تحسین وصول ہونے لگا، ظاہر ہے کہ اس وقت مودودی صرف ایک شخص کا نام تھا نہ اس وقت اس کی دعوت تھی، نہ جماعت تھی نہ تحریک تھی، ان کی تحریرات اور زوردار بیانات سے بعض اہل حق کو ان سے توقعات وابستہ ہوئیں۔ ان کی آمادگی اور چوہدری محمد نیاز کی حوصلہ افزائی سے پٹھانکوٹ میں "دارالاسلام" کی بنیاد ڈالی گئی لیگ و کانگریس کی رسہ کشی شروع ہوگئی تھی، ان کے قلم سے ایسے مضامین نکلے اور سیاسی کشمکش کے نام سے ایسی کتاب وجود میں آگئی کہ ہم نوا حضرات سے اس کو خراج تحسین حاصل ہوا اور سیاسی مصالح نے اس کو پروان چڑھایا، لاہور میں اجتماع ہوا، اور باقاعدہ امارت کی بنیاد ڈالی گئی اور ان کی ایک لکھی تقریر پڑھی گئی جس میں بتایا گیا کہ امیر وقت کے لئے کیا کیا امور ضروری ہیں، ارباب اجتماع میں مشہور شخصیتیں جناب مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تھے۔ بڑے امیر خود منتخب ہوگئے اور چار امراء یہ حضرات امیر ماتحت منتخب ہوگئے۔ جماعت اسلامی باقاعدہ وجود میں آگئی اس کا دستور آگیا، اس کا منشور آیا، لوگوں کی نگاہیں اٹھیں، ہر طرف سے امیدیں وابستہ ہوگئیں،

جماعت اسلامی سے توبہ اور استعفاء

لیکن چھ ماہ کا عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ مولانا نعمانی، مولانا علی میاں مستعفی ہوگئے اور ان کو ان کی علمی کمزوریاں اور اخلاص کا فقدان نظر آیا، ساتھ نہیں دے سکے لیکن ان حضرات نے پھر بھی پردہ پوشی کی اور امت کے سامنے صاف و صریح وجہ علیحدگی ظاہر نہیں فرمائی، میں اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیتا تھا، میں نے ان دو بزرگوں سے جدائی کے وجوہ دریافت کئے، بہت کچھ کہا لیکن کوئی صاف بات نہیں بتلائی، لیکن میں سمجھ گیا، مولانا مسعود عالم مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی کو بہت کچھ معتقدات و طریقۂ کار میں موافقت تھی،

مودودی صاحب کی شخصیت کے ابھرنے کا اصل راز

اور یہ دونوں بزرگ عرصے تک مودودی صاحب کے دست و بازو بنے رہے۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے عربی ادب کے ذریعہ خدمات انجام دیں اور مودودی صاحب کی تحریرات اور کتابوں کے آب و تاب سے عربی تراجم کئے اور ادبی تربیت کر کے چند شاگردوں کو بھی تیار کر دیا۔ مولانا اصلاحی نے اپنے خاص علمی ذوق و انداز سے مودودی صاحب کی تحریک کو پروان چڑھایا، اچھے اچھے رفقاء کار، ارباب قلم اور ارباب فن شامل ہوگئے۔ کمیونزم کے خلاف اور بعض دینی مسائل پر عمدہ عمدہ کتب بھی لکھی گئیں۔ سود خوری، شراب نوشی، پردہ وغیرہ پر اچھی کتابیں آگئیں۔ تفہیمات و تنقیحات میں بعض اچھے اچھے مضامین آئے جدید نسل کی اصلاح کے لئے کتابیں تالیف کی گئیں۔

عرب ممالک میں خصوصاً سعودی عرب کو متاثر کرنے کے لئے اور وہاں کے شیوخ کو ہم نوا بنانے کے لئے مختلف انداز سے کام کیا اور کامیاب تدبیریں اختیار کیں اور جو رفقائے کار کے قلم سے معرض اشاعت میں آیا اسے اس انداز سے پیش کیا جاتا رہا کہ یہ سب کچھ مودودی صاحب کی توجہات کا رہین منت ہیں اس سے ان کی شخصیت بننی شروع ہوگئی اور تمام جماعت کے افراد کی تالیفات سے خوب خوب فائدہ اٹھایا، خود عربی لکھنے سے معذور، انگریزی لکھنے سے معذور ہے نہ عربی لکھ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے یہی انگریزی کا حال بھی ہے لیکن جو کتابیں ترجمہ کی گئیں ان کے سرورق پر بھی لکھا گیا " تالیفات المودودی " کہیں یہ نہ لکھا کہ یہ ترجمہ مسعود عالم کا ہے یا عاصم حداد کا ہے۔ لوگ یہ سمجھے کہ اردو کا یہ ادیب کیا ٹھکانہ عربی ادب کا بھی امام ہے لیکن چند دن گزرے تھے کہ مولانا گیلانی مرحوم اور حضرت سید سلیمان مرحوم متنبہ ہوگئے کہ یہ تحریرات جدید فتنہ انگیزی کا سامان مہیا کر رہی ہیں جو کچھ خطابات تھے اور متکلم اسلام وغیرہ القاب تھے اس کو روک دیا۔ اور مولانا گیلانی نے " صدق جدید " میں " خارجیت جدیدہ کے عنوان سے تنقیدی مضمون لکھا۔ علمائے کرام کے زمرے میں شاید حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے مکاتیب میں اس فتنے کی نشاندہی فرمائی۔ رفتہ رفتہ علماء امت کچھ نہ کچھ لکھتے رہے حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے اس وقت جو مطبوعہ ذخیرہ تھا اس کو مطالعہ فرما کر ایک مبسوط رسالہ مرتب فرمایا لیکن افسوس کہ طبع نہ ہوسکا اور اس سلسلے میں ایک مدرس مظاہر العلوم مولانا محمد زکریا قدوسی صاحب مودودی صاحب کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ ان کی اصلاح کے پیش نظر ایک مکتوب لکھا جو " فتنہ مودودیت " کے نام سے ایک رسالہ کی شکل شائع ہوگیا ہے'!

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند بھی، لیکن عرصہ دراز تک جی نہ چاہا کہ ان کو مجروح کیا جائے اور ان کے جدید انداز بیان سے جی چاہتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اٹھائے۔ اگرچہ بعض اوقات ان کی تحریرات میں ناقابل برداشت باتیں بھی آئیں لیکن دینی مصلحت کے پیش نظر برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ یہ فتنہ عالمگیر صورت اختیار کرے گا اور اکثر عرب ممالک میں یہ فتنہ بری صورت اختیار کرے گا اور دن بدن ان کے شاہکار قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے۔ صحابہ کرامؓ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے آخر "تفہیم القرآن" اور "خلافت وملوکیت" اور "ترجمان القرآن" میں روز بروز ایسی چیزیں نظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات وتالیفات عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ اگرچہ چند مفید ابحاث بھی آگئی ہیں" واثمهما اکبر من نفعهما" والی بات ہے اب حالت یہاں پہنچ گئی ہے کہ سکوت جرم عظیم معلوم ہوتا ہے اور چالیس سال جو مجرمانہ سکوت کیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آگیا ہے کہ بلا خوف لومۃ لائم الف سے یا تک ان کی تالیفات وتحریرات کو مطالعہ کرکے جو حق وانصاف ودین کی حفاظت کا تقاضا ہو وہ پورا کیا جائے۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

(محمد یوسف بنوری عفی عنہ)



رائے عالی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب بنام مولانا مسعود عالم ندوی

(از مکاتیب سلیمان ص ۱۶۵ مطبوعہ لاہور)

چند سطور جماعت اسلامی کے ظاہری چند اصولوں کی تعریف[1] کے بعد علامہ سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے جو اختلاف ہے اور جو چند خطرات ہیں ان کو ظاہر کرتا ہوں۔

۱۔ ادعائی لوگوں سے میں چوکنا رہتا ہوں۔ ابوالکلام کے ساتھ میرا یہی معاملہ رہا اور مرزا قادیانی کے باب میں علماء سے شروع ہی میں یہی غلطی سالہا سال تک ہوتی رہی جس کا خمیازہ آج تک بھگتنا جارہا ہے۔

۲۔ دوسری چیز طرز تعبیر ہے مسائل اسلامیہ کی تشریح عصری اصطلاحات تعبیر سے نسبتاً آسان ہو جاتی ہے اس لئے یہ راستہ آسان ہوتا ہے لیکن اس راستہ سے قلب حقائق کا بڑا اندیشہ رہتا ہے اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے

۳۔ دین کو تمام تر سیاسیات ونظام سیاست وعمران بنانے سے یہ ڈر لگتا ہے کہ اس کو اہمیت اس قدر نہ دی جائے یا متاثرہ حلقہ پر یہ اثر نہ پڑ جائے کہ دین کے وہ اجزا جن کا تعلق دین کے ماورائے مادی حقائق اور عبارات سے

[1] اس وقت جماعت اسلامی کا ابتدائی دور تھا خلافت ملوکیت اور تفہیم القرآن وترجمان اگر علامہؒ دیکھتے تو ان کا انداز قلم اور ہی کچھ ہوتا تاہم اپنے آخری ایام زندگی میں جماعت اسلامی سے سخت متنفر ہو گئے تھے اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تائب ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے وطوبیٰ لمن وجد فی صحیفۃ استغفارًا کثیرًا۔

ہے وہ یکسر بے کار اور تہی مایہ معلوم ہونے لگیں اس اندیشہ کی تھوڑی سی تصدیق آپ کی جماعت کے ایک وکیل[1] صاحب سے ہوئی جو الہ آباد کی حالیہ مجلس مشورہ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے انہوں نے ازراہ عنایت ندوہ آکر مجھ سے ملاقات کی اور گفتگو کا آغاز اس انداز میں فرمایا جس سے یہ مقصود تھا کہ یہ ظاہری اُلٹی سیدھی نماز اور روزہ اصل قیام نظام دینی کے بغیر بے کار ہیں۔ میں سمجھا کہ بے چارہ ابھی شدہ ہوا ہے جوش میں اس کو ایسا نظر آیا ہے بہرحال میرے اندیشے تھے اور ہیں۔ سلیمان ندوی۔

رائے عالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری

برادران اسلام! مودودی صاحب کی تحریک کو بنظر غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب ایک "نیا اسلام" مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور لوگ "نیا اسلام" تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کے در و دیوار منہدم کرکے دکھا دیئے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لئے پھرتے ہو وہ ناقابل قبول ہے، وہ ناقابل عمل ہو گیا ہے۔ اس لئے نئے اسلام کو مانو اور اس پر عمل کرو جو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں۔

اے اللہ! میرے دل کی دعا قبول فرما، مودودی صاحب کو ہدایت فرما اور ان کے متبعین کو بھی اس "جدید اسلام" سے توبہ کی توفیق عطا فرما اور انہیں نیا محمدیؐ اسلام پھر نصیب فرما۔ "آمین یا الہ العالمین"

[1] وہ وکیل صاحب میاں طفیل تھے جو نئے نئے رکن جماعت ہوئے تھے (حاشیہ کتاب مکاتیب سلیمان)

(بحوالہ حق پرست علماء کی مودودی صاحب سے ناراضگی کے اسباب ص)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند — (بحوالہ فتنہ مودودیت مطبوعہ کراچی)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد رسالہ مبارکہ فتنہ مودودیت حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خط ہونے کے باوجود اہل علم و اہل دین کے لئے مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خد و خال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا مد پھیلاؤ اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب و نظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ جن حضرات کے پاس اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کے لئے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصول اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالے کے ذریعے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بسہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بید اللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

احقر محمود دارالعلوم دیوبند سہارن پور

رائے عالی حضرت مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ

ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی کے بارے میں میرا موقف یہ رہا کہ

[2] بحوالہ جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک" مصنفہ مولانا منظور نعمانی ناشر مولانا قمرالدین صاحب کانپور۔

میں اس کے کام اور اس کے نتائج میں خیر کا پہلو غالب سمجھتا تھا لیکن میرے ایک صاحب علم اور صاحب صلاح دوست جن کا جماعت اسلامی کے بارے میں بالکل وہی خیال اور موقف تھا جو اس عاجز کا تھا، ایک دن لکھنؤ تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جماعت اسلامی کے بارے میں آپ کی جو رائے تھی کیا اب بھی وہی ہے یا اس میں اب کچھ تبدیلی ہوئی ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ میں تو اپنی اسی جگہ ہوں، انہوں نے کہا کہ اب تک تو میرا خیال بھی وہی رہا لیکن اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے یہ محسوس ہوتا جاتا ہے کہ شر اور مضرت کا پہلو اتنا ہلکا اور مغلوب نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے رہے ہیں، اس لئے میرے لئے تو یہ کہنا اب مشکل ہے کہ اس میں خیر غالب ہے، میں نے ان سے اس کی تفصیل چاہی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں جماعت اسلامی کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے جو مجھ سے بھی زیادہ بعید نہیں ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا، اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے اور جو جماعت سے جتنا زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس خیال میں اتنا ہی راسخ اور پکا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر بات ایسی ہی ہے جیسی آپ فرما رہے ہیں اور یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر اس میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بڑا شر ہے اور ایسا شر ہے کہ اس کے مقابلے میں اس خیر میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا جس کی ہم اب تک قدر کرتے رہے ہیں جماعت میں اس خیال کا عام ہونا تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا واقعی یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر جو بھی معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان صاحب کی تائید ہی کرتی تھیں۔

اس علم و اندازہ کے بعد سے میں نے جماعت کے بارے میں خیر کے پہلو کو غالب کہنا چھوڑ دیا، ممکن ہے بعض لوگ اس ذہنیت کی خطرناکی کو پوری طرح نہ سمجھتے ہوں اور اس لئے وہ اسے معمولی سی اور ہلکی بات سمجھیں لیکن جس کے سامنے اس امت کے گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کی تاریخ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے اعتماد اٹھ جانے کے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا پھر آدمی پرویز بھی بن سکتا ہے، برق بھی بن سکتا ہے اور ان سے آگے بھی جا سکتا ہے۔ ہر گمراہی کی پہلی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ آدمی کا اعتماد دین کے فہم کے بارے میں سلف سے اٹھ جائے، بہرحال اس واقعہ کو قریباً ڈھائی تین برس ہوئے ہوں گے اس وقت سے جماعت اسلامی کے بارے میں میری رائے میں یہ تبدیلی آئی اور جماعت اسلامی کی طرف سے مدافعت کا جو رویہ تھا وہ ختم ہو گیا اور ذہن نے دوسری طرح سوچنا شروع کر دیا۔

"داستان عبرت"

جماعت اسلامی سے بیزاری اور علیحدگی

مولانا منظور نعمانی (مدیر الفرقان لکھنؤ و مصنف معارف الحدیث) کا خود نوشت مقالہ

(جماعت اسلامی سے مجلس شاورت تک)

مطبوعہ کان پور

مولانا منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ کاش ہم لوگوں کی یہ غلطی اور وقت کا

ضیاع دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔ جماعت سے الگ ہونے والے حضرات میں غازی عبدالجبار صاحب اور حکیم عبدالرحیم اشرف میرے اُن پُرانے دوستوں میں ہیں جن کو میں نے ہمیشہ بہت صالح باخدا اور مخلص جانا ہے۔ اگر سیرتِ مصطفوی اور صفاتِ محمدیؐ کے رنگ و بو سے کسی کی زندگی خالی ہو تو اس کی اچھی اچھی باتیں سُن کر اس کے ساتھ جُڑنے والوں کا آخر کار غیر مطمئن ہو کر اس کو چھوڑنا بالکل قدرتی بات ہے۔

اللہ کی شان ہے کہ جماعت اسلامی کے ابتدائی دَور میں مولانا مودودی نے اس وقت کے اپنے معترضین مولانا عبدالماجد صاحب وغیرہ کو جواب دیتے ہوئے اپنے جن جن ساتھیوں کا نام لے کر کہا تھا کہ اگر مجھ میں کوئی ذریغ ہوتا اور میں فتنہ کی طرف جانے والا ہوتا تو یہ فلاں فلاں جیسے اللہ کے بندے میرے ساتھ کیوں ہوتے۔ ان سب ہی نے ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑا۔

اس داستان میں خود میرے لئے اور ہر غور کرنے والے کے لئے بڑے بڑے سبق ہیں لیکن سب سے بڑا سبق میرے نزدیک یہ ہے۔

جماعت اسلامی سے میری علیحدگی میں سب سے بڑا سبق

میرے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی ذہین ہو اور زبان و قلم کی خواہ کتنی ہی طاقت اس کو ملی ہو اور اپنے حسن و بیان اور زورِ قلم سے داد و تحسین کا کتنا ہی خراج وہ اہل زمانہ سے حاصل کر سکتا ہو اور خواہ کتنے ہی ناواقف سادہ لوحوں سے وہ اپنے کو امام و مجدد و عارف و صوفی منوا سکتا ہو لیکن اگر اس میں اخلاص للہ اور تقویٰ نہیں ہے اور اس کی سیرت اور اس کے ظاہر و باطن میں محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ و بو کا اگر اتنا حصہ بھی نہیں ہے کہ علم و بصیرت رکھنے والے اہل ایمان کے لئے اس کی شخصیت میں کشش اور دلوں کو اطمینان کا سامان ہو اور جو صاحب ایمان اس کے قریب جائے وہ قریب تر ہوتا چلا جائے تو اپنی کاغذ کی ناؤ چلانے میں خواہ وہ کتنا ہی کامیاب ہو۔ کوئی بڑا دینی کام ہونا تو در کنار وہ کام کے آدمیوں کو بھی اپنے ساتھ جوڑ نہ سکے گا اور اس کی اچھی اچھی باتوں سے متاثر ہو کر جو اس سے جڑیں گے بھی وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا رنگ و بو پا کر جلدی یا بدیر ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہوں گے بشرطیکہ وہ محمد صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگ و بو سے آشنا اور اللہ تعالےٰ کی رضا طلبی میں صادق و مخلص بھی ہوں اس عاجز نے اللہ کی توفیق سے اس کے ایسے بہت سے بندوں کو پایا ہے جن کو نہ تو بہت اچھی اچھی باتیں کرنی آتی ہیں اور نہ وہ صاحبِ قلم ہی ہیں لیکن جو شخص صدق طلب کے ساتھ ان سے قریب جاتا ہے وہ اس اطمینان سے ان سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے کہ یہ اللہ کے مخلص اور صادق بندے ہیں اور ان کی سیرت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ و بو ہے۔

مولانا منظور نعمانی صاحب کا جماعت اسلامی میں شرکت کا سبب

(از مولانا قمرالدین مدیر ماہنامہ نظام و ناشر مکتبہ نظام کانپور کا دیباچہ جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

یہ ایک دردناک کہانی اور داستانِ عبرت ہے اس عظیم شخصیت کی جو

میدانِ مناظرہ کا شہسوار رہ چکا ہو جس کے معرکۃ الآرا مضامین علمی دُنیا میں مقبولیت حاصل کر چکے ہوں اور جس کی تقریروں نے خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے بہت سے لوگوں کو بیدار کر دیا ہو لیکن یہی عظیم شخصیت جب اپنے اکابر و اسلاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتی ہے اور خود رائی پر آمادہ ہو کر ایک ایسے شخص بیعت امارت کے لئے ہاتھ بڑھا دیتی ہے جس نے کبھی چھوٹا بن کر اپنے نفس کی اصلاح و تزکیہ باطن کی ضرورت نہیں محسوس کی تو اسے شہادت زور اور گمراہی کے کن کن تاریک وادیوں میں بھٹکنا پڑتا ہے۔

اسی وجہ سے مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے فرمایا کہ اس داستان میں خود میرے لئے اور ہر غور کرنے والے کے لئے بڑے بڑے سبق ہیں اور سب سے بڑا سبق جو مولانا نے حاصل کیا (وہ مفصل اس سے قبل موصوف ہی کی تحریر میں درج ہو چکا ہے اور جس کو آپ پڑھ چکے ہیں)۔

مولانا منظور نعمانی کی گفتگو مولانا مسعود عالم ندوی سے (جس زمانے میں کہ دونوں جماعت کے سرگرم رکن تھے)

میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اس کو توجہ سے سُنیں۔

دنیا میں کسی انقلاب کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں ایک ظاہری اسباب و وسائل اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت۔ یہ تو ظاہر ہے اسباب و وسائل کے لحاظ سے ــــــ ہم آپ خالی ہاتھ ہیں۔ اس کے لئے اگر کچھ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت ہی سے ہو سکتا ہے اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ "نصرت خداوندی" ایسی ارزاں نہیں ہے اس کی مستحق وہی امت و جماعت ہو سکتی ہے جس کا اللہ سے خاص قسم کا تعلق ہو۔ میرا علم و اندازہ یہ ہے کہ اس چیز کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور بس ذہنی و فکری اصلاح اور زندگی کے کچھ ظاہری پہلوؤں کی اصلاح ہی کو سامنے رکھ لیا گیا ہے

موصوف میری اس گفتگو پر آبدیدہ ہو گئے اور انھوں نے بڑے گہرے تاثر کے ساتھ کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ اس کمی کو ہم خود اتنا محسوس کرتے ہیں کہ میں اور غازی عبدالجبار صاحب تنہائیوں میں اس موضوع پر باتیں کر کے بارہا روئے ہیں اس کے بعد موصوف نے اظہار فرمایا کہ اس سلسلے میں ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جماعت میں سب سے زیادہ موثر مقبول و محبوب شخصیت مولانا مودودی کی ہے اور ان ہی کی ذات جماعت میں معیار اور نمونہ بن گئی ہے اور ان کو اس طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔

(از جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

رائے عالی جناب علامہ سید ابوالحسن علی ندوی (ندوۃ لکھنؤ)

(حاشیہ کتاب منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ؑ)

ابوالحسن علی ندوی مطبوعہ کراچی

مودودی صاحب کی عبارت (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں صفحہ)

لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصل معنیٰ جو نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا۔ پھر اس کے وجوہ و اسباب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا۔

تبصرہ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مودودی صاحب کی عبارت مذکورہ پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طویل مدت میں یہ کتاب غفلت اور جہالت کی نذر رہی۔ اس کے

حقائق کو سمجھا نہیں جاسکا اور نزول کے تھوڑے ہی مدت کے بعد اس سے استفادہ کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ یہ تصویر قرآن کی آیت مبارکہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ۰ (ترجمہ: ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت یعنی قرآن اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔) کے خلاف ہے کیونکہ فضل و احسان کے موقع پر حفاظت کا وعدہ ہیں اس کے مطالب کا فہم، ان کی تشریح، اس کی تعلیمات پر عمل اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہوتا ہے اور ایسی کتاب کی کیا قدر و منزلت ہوسکتی ہے جو طویل مدت تک معطل پڑی رہے نہ سمجھی جائے نہ اس پر عمل کیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۰

ترجمہ: اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

غور و فکر کا یہ انداز جسے دور حاضر کے بعض متکلمین انشا پرداز اختیار کر رہے ہیں اس ابدی انقلاب آفریں صلاحیتوں اور کارناموں سے بھرپور امت پر ایک طویل المیعاد فکری قحط اور ذہنی و عملی تعطل کا الزام عائد کرتا ہے جو درخت اپنی زندگی کی بہترین مدت میں برگ و بار نہ لائے اور بے حاصل اور بے ثمر پڑا رہے اس کی افادیت اور فکری صلاحیت مستقل طور پر مشکوک ہو جاتی ہے اور مستقبل میں بھی بھلائی کی امید کرنی مشکل ہے۔ نتیجہ اگرچہ بادی النظر میں کچھ زیادہ اہم اور سنگین نہ معلوم ہو لیکن اس کے اثرات ذہن و دماغ اور طرز فکر پر پڑے گہرے اور دور رس ہیں اس لئے کہ یہ اس امت کی صلاحیت ہی میں شک و شبہ پیدا کر دیتا ہے جو نہ صرف دین و پیغام کی حامل ہے بلکہ

اس کو دنیا میں پھیلانے اس کی تشریح کرنے اور اس کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس امت کی گذشتہ تاریخ اس کے مجددین مصلحین اور مجتہدین کے علمی و عملی کارنامے بھی مشکوک اور کم قیمت ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی یہ بات بڑی مشتبہ ہو جاتی ہے کہ جو کچھ کہا گیا اور سمجھا گیا وہ صحیح ہے اور جو کچھ کہا جائے گا اور سمجھا جائے گا وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس سے ظاہر و باطن مغز و پوست کے اس فلسفہ اور دینی حقائق کو ایک نہایت عسیر الفہم معمہ اور چیستاں قرار دینے کی سعی کو شہ ملتی ہے جس سے باطنیوں کے مختلف فرقوں نے مختلف زمانوں میں فائدہ اٹھایا۔

یہ اس علمی حقیقت اور عقیدے کے بھی خلاف ہے کہ یہ دین اس نسل کو صرف کتابی شکل ہی میں نہیں ملا بلکہ ایک نسل نے دوسری نسل تک اس کے الفاظ و مفاہیم بلکہ طریق عمل تک کو منتقل کیا ہے اور توارث کا یہ سلسلہ لفظ و معنیٰ دونوں میں جاری رہا نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا الکتاب المبین اور عربی المبین کے الفاظ سے یاد کیا اور ایک جگہ اس کی آیات کے محکم اور مفصل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ صفات اور تعریفیں بھی اس خیال کے منافی ہیں کہ قرآن مجید کے بنیادی حقائق طویل عرصہ تک پردۂ خفا میں رہے۔

رائے علی مولانا عبدالباری صاحب ندوی (لکھنؤ)

مولانا منظور نعمانی صاحب اپنی خود نوشت غلطی اور توبہ میں (جس کو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں) لکھتے ہیں کہ مجھے یاد آتا ہے کہ جماعت اسلامی کے ابتدائی دور میں جب یہ عاجز پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اس میں شریک بلکہ اس کا داعی تھا۔ مولانا عبدالباری صاحب ندوی نے (جب کہ میرا ان سے

کوئی تعلق و رابطہ بلکہ تعارف بھی نہ تھا محض للّٰہی خیرخواہی سے) مجھے ایک خط لکھا جس کا حاصل اب یہ یاد رہ گیا ہے کہ کم از کم تمہیں اس حقیقت سے ناواقف نہ ہونا چاہیئے کہ جس شخص نے کبھی صغیر بن کر اپنی اصلاح کا سبق نہ لیا ہو اس کا اصلاح کامل کے اتنے اونچے دعوؤں کے ساتھ کبیر بن کر کھڑا ہو جانا خیر و صلاح کا باعث کہاں تک ہو سکتا ہے؟

مولانا عبدالباریؒ ندوی کا دوسرا بیان بلاشبہ جماعت کے بانی اور بہت سے اساطین خود علمی و عملی تربیت و صحبت سے محروم اور نرے کتابی علم و ذہانت کے زور میں کہیں سے نکل گئے اور بہت سی مہلک بے اعتدالیوں کا شکار ہو کر اپنے اور دوسروں کے لئے نیم مُلّا خطرۂ ایمان بن گئے ہیں ؎

صورتِ مذہب کہ می سازند تحسین می کنم
معنیِ دیں را کہ می سوزند خلق آگاہ نیست

(بحوالہ جماعت اسلامی سے مخالفت کیوں، ص۴۲)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد و سابق شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی

از کتاب مودودی اور ایک ہزار علمائے امت ص۳۵
(مطبوعہ ملتان)

سوال ۔ آجکل جماعت اسلامی بظاہر بہت کام کر رہی ہے مگر اس کے باوجو علماء کرام مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب منہ الصدق والصواب مودودی صاحب اور ان کی جماعت

سے متعلق چند امور مختصر طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ خود فیصلہ کر لیں کہ ان کے ساتھ تعلق جائز ہے یا نہیں؟

(۱) اس جماعت سے جو بھی وابستہ ہو خواہ ابتداءً وہ سیاسی حد تک وابستہ ہوا ہو۔ وہ چند روز میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے نکل کر مودودی صاحب کا مُقلّد ہو جاتا ہے اور خود مودودی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ مقتدار کے خیالات سے الگ رہنا مشکل ہے۔

(۲) مودودی صاحب نے (رسائل و مسائل جلد اوّل میں) لکھا ہے کہ اہل علم کے لئے تقلید کرنا گناہ بلکہ گناہ سے بھی شدید تر ہے تو گناہ سے بڑھ کر تو کفر ہی ہوتا ہے سو اگر مودودی صاحب کا یہی مطلب ہے تو مسلمانوں کا سواد اعظم جس میں بڑے بڑے جلیل القدر محدثینؒ۔ فقہاءؒ۔ صوفیاءؒ اور اولیاءؒ گذرے ہیں اور اب بھی ہیں (جس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ شاہ شہیدؒ، مجدد الف ثانیؒ، حضرت نانوتویؒ۔ حضرت گنگوہیؒ۔ حضرت تھانویؒ۔ حضرت مدنیؒ۔ حضرت عثمانیؒ۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ۔ حضرت رائے پوریؒ۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ بھی شامل ہیں) مودودی صاحب کے یہاں سب کے سب کافر ہیں۔ العیاذ باللہ (کیونکہ یہ سب مقلد ہیں) اور اگر ردّ تقلید کا جوش ہوش پر غالب آجانے سے یہ جملہ بے معنیٰ نکل گیا تو بھی مودودی صاحب کے یہاں سب مقلدین گناہ کبیرہ اور حرام کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ضرور ہوئے تو محدثین فقہاء اور صوفیا بلکہ سواد اعظم کی تفسیق کرنے والا کیوں فاسق نہ ہوگا۔

(۳) مودودی صاحب کے اعتراضات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اسلاف کی شان میں ان کا لٹریچر

بھرا پڑا ہے۔ ایسی حالت میں علمائے کرام مودودی پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ قبیح کیوں ہے؟

علما کے اعتراضات سے بچنا تو مودودی صاحب کے اختیار میں ہے وہ اسلاف کے حق میں گستاخیوں سے باز آجائیں اور جو لکھ چکے ہیں اس سے توبہ کا اعلان کردیں تو علما کے اعتراضات خود ہی ختم ہوجائیں گے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ تو اکابر دین پر اعتراضات کی اشاعت میں سرگرم رہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ کوئی شخص کسی بھری مجلس میں جاکر اہل مجلس کے آباء واجداد کو گالیاں دینا شروع کرے اور پھر ان لوگوں سے اپنے اعزاز و احترام کی امید رکھے اس سے بڑی حماقت کیا ہوگی؛

(۴) مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کے سوا تنقید سے کسی کو بالاتر نہ سمجھئے لیکن خود جماعت کے افراد مودودی صاحب کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ مودودی صاحب کے کسی مسئلہ کو (حتی کہ صحابہ کرامؓ پر طعن و اعتراض کو) غلط کہنے کے لئے تیار نہیں گویا وہ ان کی عصمت کے قائل ہیں؛

(۵) مودودی صاحب کا اہل حق سے اصولی اختلاف ہے۔ مودودی صاحب کے ہاں قرآن مجید و حدیث کا مفہوم سمجھنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی احتیاج نہیں حالانکہ صراط مستقیم کی تفسیر میں صراط اللہ یا صراط رسول یا صراط قرآن کی بجائے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرمایا گیا ہے یعنی صراط مستقیم کا تعین کرنیوالی منعم علیہم کی ایک جماعت ہے۔

(۶) مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت لکھ کر اپنے اندرونی بغض صحابہؓ کا زہر اگل دیا ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد بھی مودودی صاحب کے بغض صحابہؓ پر جس کو یقین نہ آئے تو یہ دلیل ہے کہ خود اس شخص کے اندر بھی بغض صحابہؓ ہے۔

مودودی صاحب اور تخریب اسلام

از حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم مہتمم
اشرف المدارس ناظم آباد ۴ کراچی۔ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی)

سوال: مودودی صاحب اور ان کی جماعت شفاخانوں اور دوسرے رفاہی کاموں اور منظم تحریک کے ذریعہ عوام میں جاذبیت پیدا کر رہی ہے اور اکثر نو تعلیم یافتہ لوگ صرف انہی خوبیوں کو دیکھ کر اسے صحیح اسلامی جماعت سمجھتے ہیں اور ان کی طرف مائل ہوجاتے ہیں لہذا مفصل بیان فرما کر امت مسلمہ کی رہبری فرمائیں کہ کیا جماعت اسلامی واقعۃً وہی اسلام پیش کرتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور کیا صرف مذکورہ بالا خوبیوں کو حقانیت کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے؛

اگر یہ جماعت صحیح راستہ پر نہیں تو اس سے متعلق مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا انکا شمار اہل سنت میں ہے؟
(۲) ان کے ساتھ تعاون جائز ہے؟
(۳) ان میں رشتہ کرنا جائز ہے؟
(۴) ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب بسم ملہم الصواب

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔

آج کل لوگوں نے حسن نظم، حسن اخلاق، ایثار و ہمدردی، اہتمام اعمال اور جرأت وہمت کو معیارِ حق سمجھ لیا ہے چنانچہ جن افراد یا جن جماعتوں میں یہ صفات پائی جائیں لوگ ان کو اہل حق سمجھ کر ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا خوب سمجھ لیں کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی معیارِ حق نہیں بن سکتی۔ یہ امر اگرچہ ایسا بدیہی ہے کہ ہر انسان کی عقل اس کا فیصلہ کر سکتی ہے معہٰذا مختصراً عرض کرتا ہوں۔

معیارِ حق کی تعیین میں مغالطہ

اگر حُسن نظم کو معیارِ حق قرار دیا جائے تو برطانیہ اور امریکہ وغیرہ کے لوگ سب سے زیادہ اہلِ حق ہوں گے اسی طرح عیسائی مشنریاں اور قادیانی جماعت جس حُسن نظم سے کام کر رہی ہے کوئی مُسلم جماعت ایسی مُنَظَّم نہیں۔ اسی طرح حُسنِ اخلاق اور ایثار و ہمدردی جس حد تک عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں میں ہے کسی مسلم جماعت میں نہیں، عیسائی مشنریاں شفاخانوں اور گھی اور دودھ کے ڈبوں اور مختلف چیزوں کی تقسیم، روپیے اور ملازمت کے لالچ میں لوگوں کو عیسائی بنا رہی ہیں۔ اسی لئے اچھوت قومیں عیسائی مذہب اختیار کر چکی ہیں، یہی طریقہ عیسائیوں سے قادیانیوں نے سیکھا۔ بہت سے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات وقف کر رکھی ہیں دکانوں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ مریض کے گھر پر جا کر بلا فیس معائنہ کیا جاتا ہے۔ تقسیم کے ایام

میں بعض قادیانیوں کو دیکھا کہ منوں کے مقدار میں روزانہ مہاجرین میں تازہ دودھ تقسیم کرتے تھے۔ یہ ایک دو دن کا واقعہ نہیں بلکہ کئی مہینوں تک ان کا یہ معمول دیکھا گیا۔ عیسائی مشنریاں ڈبے کا دودھ تقسیم کرتی ہیں مگر قادیانی اس سے بھی بڑھ کر تازہ دودھ تقسیم کرتے رہے تو کیا یہ عیسائی اور قادیانی اہلِ حق ہو سکتے ہیں؟ انہی عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں کے طریقۂ تبلیغ کی تقلید بعض مسلم جماعتیں بھی کرنے لگیں۔ یہ لوگ شفاخانوں اور مختلف مواقع پر امدادی فنڈوں اور تعاون کے ذریعہ لوگوں کو متاثر کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ شرعی نظر سے نہ صرف یہ کہ یہ چیز معیارِ حق نہیں بلکہ سرے سے یہ طریقۂ تبلیغ غلط ہے۔ آپ نے کوئی احسان یا طمع دلا کر کسی کو اپنی طرف مائل کر لیا تو ایسے شخص کا کیا اعتبار؟ کل کوئی دوسری جماعت اسے کوئی بڑی طمع دے کر اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ ایسے ہی اہتمام اعمال بھی معیارِ حق نہیں خوارج کے بارے میں حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی جس کی صداقت کو دنیا نے دیکھا فرمایا کہ یہ لوگ ایسے عابد و زاہد ہوں گے کہ تم ان کی عبادت کے سامنے اپنی عبادت کو حقیر سمجھنے لگو گے اور فرمایا کہ یہ لوگ ہر وقت تلاوت قرآن سے رطب اللسان رہیں گے مگر لا یجاوز حناجرھم یعنی قرآن کا اثر ان کے قلوب کی طرف تجاوز نہ کرے گا۔ یا یہ کہ ان کی تلاوت سماء قبول کی طرف بلند نہ ہوگی۔ ان کے منہ ہی میں رہے گی۔ جار اللہ زمخشری کو جار اللہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر بیت اللہ میں معتکف ہو گئے تھے تو کیا معتزلہ و خوارج کے اہتمام اعمال کی وجہ سے ان کو کوئی اہلِ حق کہہ سکتا ہے؟ یوں ہی جرأت وہمت سے متعلق غور فرمائیے کہ کفار ہمیشہ کس جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کا لونڈیاں بننا گوارا کیا، بچوں کو غلام بنایا، اور خود غلامی کا طوق پہنا۔ سلطنتیں قربان

کیں - املاک چھوڑیں اور اپنی جانیں دیں کوئی بڑی سی بڑی آفت ان کو ان کے نظریہ سے نہ ہٹا سکی - ابو طالب کی جرأت دیکھئے مرتے وقت بھی یوں کہتے ہیں کہ "اِخْتَرتُ النَّارَ علی العارِ" یعنی آبائی دین چھوڑنے کی عار پر نارِ جہنم کو ترجیح دیتا ہوں" غور کیجئے کہ کتنی بڑی جرأت ہے - معلوم ہوا کہ جرأت و ہمت اور استقلال کو معیارِ حق قرار دینا غلط ہے - حقیقت یہ ہے کہ ایثار و ہمدردی - خدمتِ خلق - حسن اخلاق - حسنِ نظر اور ہمت و جرأت اہلِ حق کی صفات ہیں جن کو غیر اہلِ حق نے اختیار کر لیا جیسے کہ غیر اہلِ حق کی کئی صفات کو اہلِ حق اختیار کئے ہوئے ہیں تو صفات مذکورہ بلاشبہ صفات محمودہ ہیں اور اہلِ حق کی صفات ہیں مگر حق کا معیار نہیں کہ جس میں بھی یہ صفات ہوں اسے اہلِ حق سمجھ لیا جائے - کچھ لوگ اس لئے بھی ایسی جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے ہاں دین بہت سستا ہے، جب کہ مولوی کا دین مشکل ہے غیر شرعی لباس اور وضع قطع اور تشبہ بالنصاریٰ کے ہوتے ہوئے اور سینما بینی جیسے جرائم میں مبتلا ہوتے ہوئے مولوی کسی کو دیندار نہیں کہہ سکتا مگر بعض جماعتوں نے دین اتنا سہل کر دیا ہے کہ آپ داڑھی کٹاتے ہوں، سر پر انگریزی بال ہوں انگریزی لباس پہنتے ہوں، پائجامہ ٹخنے سے نیچے رہتا ہو، سینما بھی دیکھتے ہوں، یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی آپ دین دار مسلمان بلکہ پوری دنیا کے صالح ترین اور متقی مسلمان بن سکتے ہیں ؎

حج کعبہ بھی کیا اور گنگا کا اشنان بھی ۔۔۔ راضی رہے رحمان بھی اور خوش رہے شیطان بھی

جب تک کہ کوئی شخص زکوٰۃ اور چرمِ قربانی و صدقۃ الفطر صحیح مصرف پر نہ لگائے اس وقت تک وہ مولوی کی نظر میں دیندار نہیں مگر اس جماعت

کا نظریہ یہ ہے کہ آپ جماعت کو زکوٰۃ دے دیں آگے جماعت خواہ اس سے مکانات تعمیر کرے یا ڈاکٹروں کو تنخواہ دے، شفاخانے چلائے یا الیکشن لڑے - دیکھئے کتنا آسان دین ہے کہ آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی اور الیکشن وغیرہ کی ضروریات بھی پوری ہو گئیں -

کہاں بھٹکے جا رہے ہو صاحبو! ہوش میں آؤ! کہاں بھٹکے جا رہے ہو اگر آسانی اور سہولت ہی آپ کے ہاں معیارِ حق ہے تو آپ اسلام ہی کیوں نہیں چھوڑ دیتے تاکہ ہر قید سے آزاد ہو جاؤ اور اگر اسلام کا نام باقی رکھتے ہوئے آزاد ہونا ہے تو پرویزی مذہب میں بھی بہت آسانی اور سہولت ہے نہ وہاں نماز روزہ کی پابندی اور نہ محرمات سے بچنے کی قید - (اعاذنا اللہ منہم) -

معیارِ حق

آیاتِ بیّنات اب سنئے کہ حقیقت میں معیارِ حق کیا چیز ہے - ارشاد ہے:

(۱) اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیہم ○ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ○ اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی تفسیر صراط القرآن یا صراط اللہ یا صراط الرسول صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں فرمائی اس لئے کہ لوگ اس کی تعیین میں اختلاف کرتے لہٰذا فرماتے ہیں "صراط الذین انعمت علیہم" کہ یہ منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے، یہ جماعت صراطِ مستقیم کی تعیین کرے گی بلکہ عربیت کا قاعدہ ہے کہ بدل مقصود بالنسبۃ ہوا اور مبدل منہ کو صرف اسم اشہر ہونے کی وجہ سے ذکر کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ طالب ہدایت یہی اصل مقصود منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے صراطِ مستقیم اسی کا دوسرا نام ہے تو ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اپنی تفہیم میں جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محتاج

ہے اسی طرح کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تفہیم میں رجال اللہ (منعم علیہم جماعت) کی محتاج ہے۔ ہم اس جماعت سے مستغنی ہو کر قرآن وحدیث سمجھنے کے مجاز نہیں، غرضکہ جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم کا اسوۂ حسنہ صراط مستقیم ہے، پھر ان سے بلاواسطہ اس طریق کو سمجھنے والی جماعت تابعین، پھر ان سے نقل کرنے والی جماعت، اسی طرح ایک دوسرے سے قیامت تک بالمشافہ صحیح طریق کو حاصل کرنے والی رجال اللہ کی جماعت کا طریق صراط مستقیم ہوگا اور اس کے خلاف جملہ طرق ضلالت اور گمراہی کے راستے ہوں گے رجال اللہ کی جماعت قرآن وحدیث کی زندہ تصویر اور چلتی پھرتی تفسیر ہوگی۔

(۲) بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ۝ (سورۃ العنکبوت ع ۵) اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے لئے قرآن کے صحائف کافی نہیں بلکہ اس کا مطلب اور اس کی تفسیر جو رجال اللہ کے صدور میں ہے وہ واجب القبول ہے۔

(۳) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (سورۃ النساء ع ۱۷)۔

"یشاقق الرسول" پر "یتبع غیر سبیل المؤمنین" کا عطف تفسیری ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سبیل کی تعیین مومنین کی ایک جماعت اپنے قول وعمل سے کرے گی۔ ان کے راستے سے انحراف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے سے انحراف ہوگا اور موجب جہنم ہوگا (اعاذنا اللہ منہا)

(۴) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران ع ۱۲) اس آیت میں "اخرجت للناس" فرماکر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتباع کو واجب اور ان کے طریق کو لوگوں کے لئے حجت قرار دیدیا۔

(۵) وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (سورۃ البقرۃ ع ۱۷) اس میں بھی یہ امر مصرح ہے کہ منعم علیہم جماعت کا راستہ معیار حق ہے۔

(۶) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ (سورۃ البقرۃ ع ۲)

(۷) فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ (البقرۃ ع ۱۶)

ان دونوں آیتوں میں اس کی تصریح ہے کہ ایمان وہ معتبر ہوگا جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان جیسا ہو یعنی ایمان صحیح کی کسوٹی اور معیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے، اس سے ہٹ کر کوئی شخص براہ راست قرآن یا حدیث پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے تو یہ ایمان قبول نہ ہوگا۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے ان میں صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ عرض کیا گیا وہ کون سی جماعت ہوگی؟ فرمایا "ما انا علیہ واصحابی" بظاہر "ما انا علیہ" فرمادینا کافی تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ آگے چل کر کچھ لوگ میرے اصحاب سے مستغنی ہو کر میرا راستہ تلاش کریں گے مگر مجھ سے بھی مستغنی ہو کر صراط قرآن کی تعیین کریں گے اس لئے "ما انا علیہ" کے بعد "واصحابی" کا اضافہ فرما

کر اپنے طریق کی تفسیر فرمادی کہ میرا طریق وہی ہوگا جو کہ میرے اصحاب بیان فرمائیں گے۔ "ما ورد بہ القرآن یا ما انزل اللہ کی بجائے "ما انا علیہ واصحابی" فرمانا اور پھر صرف "ما انا علیہ" کو کافی نہ سمجھنا صریح دلیل ہے کہ ہمیں قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھنے کی اجازت نہیں۔

(۲) علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین، تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ، اس حدیث میں "سنتی" کے بعد "وسنۃ الخلفاء" کا عطف تفسیری لاکر وضاحت فرمادی کہ میری سنت صرف وہ ہوگی جس کی تعیین خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کریں گے۔

(۳) یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاہلین (مشکوٰۃ ص۳۶) یعنی امت میں سلف سے خلف علم صحیح کے حامل رہیں گے اور بلا واسطہ ایک دوسرے سے صحیح طریق کی تعلیم پانے والی جماعت ہر زمانے میں موجود ہوگی، جو رجال اللہ سے مستغنی ہوکر براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط و اجتہاد کے شائقین و اجتہاد کی من مانی تاویلات و تحریفات کا قلع قمع کرتی رہے گی۔

(۴) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی ما ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر وزاد الحافظ ابو نصر الفضار فانہما حبل اللہ الممدود فمن تمسک بہما تمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا (رواہ الترمذی وحسنہ وقال وفی الباب عن ابن مسعود والطبرانی عن ابی الدرداء منہ واحمد وابن ماجۃ وصححہ ابن حبان والحاکم) آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قرآن و حدیث کے اتباع کی بجائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کو فرض قرار دے کر

ان کے معیار حق ہونے پر مہر ثبت فرمادی نیاتی حدیث بعدہ یؤمنون ٥

(۵) اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم (کنوز الحقائق علے ہامش الجامع الصغیر ص۳۰ ج۱) اس میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کا حکم فرمایا ہے۔

عقل سلیم

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ امر ظاہر ہے کہ حق کا معیار ایک جماعت ہونی چاہیے جو ہر زمانے میں بلا واسطہ ایک دوسرے سے استفادہ وافادہ کرتی ہوئی آرہی ہو اس لئے کہ افہام و تفہیم میں چند امور کا ہونا ضروری ہے۔

افہام و تفہیم کیلئے ضروری امور

(۱) مخاطب و متکلم ہم زبان ہوں، غیر اہل لسان کتنی ہی مہارت کیوں نہ پیدا کرے مگر اہل لسان جس حد تک کلام کا مفہوم سمجھتا ہے غیر نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) متکلم کے لہجہ کو سننا، چنانچہ استفہام و اخبار میں فرق صرف لہجے ہی کے اعتبار سے ہوسکتا ہے الفاظ دونوں کے یکساں ہوتے ہیں۔

(۳) متکلم کے چہرے، اس کی رنگت، ہیئت، آثار، ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارات کو دیکھنا امر استحباز یا تہدید کے لئے ہے، یا کہ طلب ماموریہ کے لئے اور کلام غضب پر مبنی ہے یا حقیقت پر، یہ جملہ امور متکلم کے لہجہ اور اس کی رویت پر موقوف ہوتے ہیں، ایک مرتبہ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حالت غضب میں فرمایا "سلونی ما شئتم"، لوگوں نے فضول سوالات شروع کردیئے، کسی نے سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے، کسی نے پوچھا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی وہ کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible]

ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو غضب سے سُرخ ہو رہا تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ تب جاکر آپ کا غصّہ فرد ہوا۔

(۴) کلام کے محل و قوع کا شاہدہ ، حقیقت لغویہ ، اصطلاحیہ ، مجاز یا استعارہ ، کنایہ یا توریہ ، مفہوم کا عموم وخصوص وغیرہ کلام کے محل ورود ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۵) قرب ظاہری وباطنی (قرب باطنی سے مراد تعلق ومحبّت) اور خیالات ونظریات میں اتحاد و یکجہتی ، چنانچہ ہر شخص اپنے احباب اور ہم مجلس و ہم مشرب کی بات بہ نسبت دوسروں کے زیادہ سمجھتا ہے۔

انہی معقول ومسلم اصول کی بنا پر جب کوئی صحابی کسی روایت کو بہ تاکید بیان کرنا چاہتے ہیں تو فرماتے ہیں البصرتہ عیناى وسمعتہ اذنای ووعاہ قلبی۔ یعنی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کلام فرمارہے تھے اس وقت میری دونوں آنکھیں آپؐ کے چہرۂ انور اور اس کے الوان وآثار وتغیرات اور چشم وابرو کے اشارات اور ہاتھوں کی تعبیر کو دیکھ رہی تھیں اور کلام کے محل ورود کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور میرے دونوں کان آپؐ کے لہجے اور آواز کے نشیب وفراز کو سُن رہے تھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا اور اپنے کانوں سے سُن رہا تھا بلکہ فرماتے ہیں کہ میں خود آنکھیں اور کان بن رہا تھا پھر ایک آنکھ اور کان نہیں بلکہ میں ہمہ تن دونوں آنکھیں اور دونوں کان بن کر متوجہ تھا ، اس کے ساتھ ہی چونکہ اہل لسان ہوتے اور قرب ظاہری وباطنی کا شرف بھی حاصل تھا ان سب خصوصیات کی بدولت آپ کے ارشادات کو میرے قلب نے خوب سمجھا اور الفاظ ومعانی کو

تغیر و تبدّل سے خوب محفوظ کرلیا۔

اب غور فرمایئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اہل لسان بھی تھے براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کو سُننے والے ، بوقت تکلّم کیفیات اور ارشادات کا مشاہدہ کرنے والے ، آیاتِ قرآنیہ کے شانِ نزول اور احادیث کے مواقع ورود کو خوب جاننے والے تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب ظاہری وباطنی کے اعلیٰ مقامات پر تھے کہ ان کے درجۂ قرب تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ مقربین بارگاہ الٰہی ہونے کی وجہ سے دربار کی اشارات سمجھنے کی پوری استعداد رکھتے تھے لہٰذا اس جماعت نے جو کچھ صراطِ مستقیم کی تعیین فرمائی ہے اس سے ہٹ کر صراطِ مستقیم کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا واسطہ استفادہ کرنے والی جماعت تابعین رحمہم اللہ کی ہے انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول وفعل کو بلا واسطہ سُنا اور دیکھا اور مشافہتہً صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل کی اُن کے بعد تبع تابعین نے علیٰ ہذا القیاس بالمشافہ تعلیم وتعلم کے ذریعہ صراطِ مستقیم کی حفاظت کرنے والی جماعت چلی آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گی۔ یہ سلسلہ کبھی بھی کسی زمانے میں بھی منقطع نہیں ہوا۔

اہلِ حق کی جماعت

اسلام میں ایسا وقت آ ہی نہیں سکتا کہ قرآن وحدیث صرف صحائف کی شکل میں رہ جائیں اور ان کے الفاظ ومعانی کی حامل کوئی جماعت نہ ہو۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور دین قویم اور صراطِ مستقیم کی حفاظت

گمراہ رہے گی۔

تو معلوم ہوا کہ معیارِ حق پر رجال اللہ کی جماعت ہے، جو لوگ ان کے ساتھ وابستہ ہوں گے وہ اہلِ حق ہوں گے اور جن فرد یا جماعت نے ان کا دامن چھوڑا وہ خواہ کتنے ہی دعوے اتباعِ قرآن و حدیث کے کرتے رہیں اہلِ حق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اہلِ حق کا لقب اہلِ سنت والجماعت اس لئے پڑا کہ یہ لوگ قرآن کو سنت سے اور قرآن و سنت دونوں رجال اللہ کی جماعت سے سمجھتے ہیں۔

جماعت اسلامی کا دجل وفریب

اب ان لوگوں کو ذرا حق و باطل کی اس کسوٹی پر لائیے جن کے حسنِ نظم وغیرہ سے متاثر ہو کر آپ ان کو اہلِ حق سمجھنے لگے ہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی تمام تر مساعی سے مقصد ہی ان رجال اللہ کی جماعت سے انحراف اور ان کے متعین کردہ صراطِ مستقیم کی مکمل تخریب اور اس کے بعد اپنے جدید اسلام کی تعمیر ہے اور یہ میں ان کے اقوال اور طرزِ عمل سے صرف استنباط کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ اس پر ان کی صریح عبارات موجود ہیں کہ ہم مکمل طور پر تخریب کے بعد جدید تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ حوالہ جات ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئیں گے۔

تخریبی کارروائی

اب تخریبی کارروائی سنئے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق نہیں۔ قرآن و حدیث کو براہِ راست سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے نہ عرف ہے نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ضرورت

نہیں بلکہ (معاذ اللہ) اس کا جواز ہی نہیں۔ ہم قرآن و حدیث کو تو براہِ راست اپنے علم و فہم سے سمجھیں گے۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوانح کا مطالعہ کیا تو اس کو قرآن و حدیث کے مطابق پایا۔ غور فرمائیے کہ قرآن و حدیث کی نصوص مذکورہ بالا اور دلائل عقلیہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ تم اپنے علم اور نظریات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی کسوٹی پر پرکھو مگر یہ لوگ اس کے بالکل برعکس یوں کہتے ہیں کہ ہم صراطِ مستقیم کی تعیین تو خود براہِ راست قرآن و حدیث سے اپنے علم و فہم کے ذریعہ سے کریں گے پھر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اسلوب کی صحت و سقم کو اپنے نظریہ کی کسوٹی پر پرکھیں گے۔ ہم اپنے نظریئے کا امتحان لیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کی بجائے ہم صراطِ مستقیم کی تعیین خود کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتحان لیں گے کہ وہ اس پر تھے یا نہیں (اعاذنا اللہ منہ) پھر اس امتحان میں صحابہ رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) مودودی صاحب کے علم و فہم کی کسوٹی اور نظرِ نقاد کے معیار پر پورے نہ اتر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"بسا اوقات صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا" (تفہیمات طبع چہارم ص۲۹)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک دوسرے کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ اس میں لفظ بسا اوقات قابلِ توجہ ہے۔ یعنی کوئی شاذ و نادر نہیں بلکہ (معاذ اللہ) اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔

اولاً تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بشری کمزوریاں ثابت کرنے کے لئے ایک غیر معتبر کتاب کی بے سند روایات پیش کر رہے ہیں، تعجب ہے کہ صحیح بخاری کی صحیح

دمتی حدیث کا تو سرے سے انکار کرتے ہیں اور جن احادیث صحیحہ کو تسلیم بھی کرتے ان سے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے زیادہ سے زیادہ گمان صحت حاصل ہو سکتا تھا نہ کہ علم یقین (اس کا حوالہ انشاء اللہ عنقریب آئے گا) مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور ان کی بشری کمزوریوں کو اچھالنے کے لیے قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ اور تمام امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف بے سند روایات کا سہارا لے رہے ہیں۔ قرآن کا فیصلہ ہے (وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ) (سورۃ الحدید ع ۱) دوسری جگہ فرماتے ہیں والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود الخ
(سورۃ الفتح ۳۴)

معلوم ہوا کہ کتب سابقہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب مذکور ہیں۔ تعدیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق نصوص اس قدر کثرت کے ساتھ ہیں کہ سب کا احصار مشکل ہے۔ امت کا اجماعی عقیدہ ہے "الصحابۃ کلھم عدول" مگر ان سب کے مقابلے میں بے سند روایات لاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمزوریاں محض تخریبی کارروائی کی غرض سے بیان کی جا رہی ہیں۔
ثانیاً یہ کہ لفظ کذب عربی زبان میں اور احادیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ جھوٹ کے علاوہ خطاء اور کسی کام سے تخلف کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے کسی صحابیؓ نے اگر کہیں دوسرے صحابیؓ کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے تو اس کے معنی خطاء اجتہادی کے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ جو کام کرنا چاہتے تھے اس پر قدرت نہ پانے کی وجہ سے متخلف رہے مگر ان کی تخریب مکمل نہیں ہوتی جب تک کذب بمعنی جھوٹ کی نسبت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہیں کرتے۔

ر بندہ کی اس تحریر کے بعد مودودی صاحب نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی ہے جسکے بعد بھی مودودی صاحب کے بغض صحابہؓ پر یقین نہیں آتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ خود اسکے دل میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض اور عداوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت مٹانے اور اس مقدس جماعت سے متعلق دلوں میں شکوک و شبہات اور بغض و نفرت پیدا کرنے کا جو کارنامہ تنہا مودودی صاحب نے انجام دیا ہے، شیعہ کی پوری جماعت اپنی پوری مدۃ العمر میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکی۔
مودودی صاحب سے قبل کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی صحابی سے بغض رکھتا ہو مگر آج مودودی صاحب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس مہلک زہر سے مکمل طور پر مسموم کر دیا ہے، منہ)

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس سے بھی بڑھ کر ان کی تخریبی کارروائی انبیاء کرام علیہم السلام سے شروع ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لوازم ذات سے نہیں۔ اور ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبیؑ سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں"
(تفہیمات صفحہ ۵۷ ج ۲ طبع ششم پاکستان)

کیا کوئی نبی کا حکم یا فیصلہ قابل اعتماد ہو سکتا ہے جب کہ ہر امر دینی کے وقت یہ احتمال موجود ہو کہ شاید اس وقت عصمت اٹھالی گئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض اجتہادی خطائیں ہوئیں جن پر لیعد

میں منطبق کردیا گیا اور خطاء اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے۔ کوئی گناہ نہیں کہ عصمت کے منافی ہو۔ مودودی صاحب کی عصمتِ انبیاء علیہم السلام پر دست درازی سے جب مسلمانوں میں ہیجان بپا ہوا تو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے اس خاک بدہن شخص نے حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام کے گناہوں کی ایک فہرست مرتب کر ڈالی، مجھے تو اسمیں سے کوئی گستاخی نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں، کوئی صاحب بطور نمونہ دیکھنا چاہیں تو تفہیم القرآن میں حضرت آدم، حضرت داؤد، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السّلام کی شان میں، اور ترجمان القرآن ج ۲۹ عدد ۴ ص ۔ اور رسائل مسائل ج اص ۳۱ طبع دوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں دریدہ دہنی ملاحظہ فرمالیں مگر مودودی کی اس عیاری سے ہشیار رہیں کہ وہ ہر جماعت سے ایسی گستاخی کو پیچھے سے اڑادیتا ہے جو مسلمانوں کیلئے ناقابل تحمل ہو مگر اس سے توبہ کا اعلان نہیں کرتا۔

مودودی صاحب کا عقیدۂ تحریفِ قرآن

تحریفِ قرآن سے متعلق شیعوں کی روایات مختلف ہیں۔ پورے کا پورا قرآن غائب، ۴/۲ غائب، ۴/۳ غائب، شیعوں کے لئے یہ زہر مسلمانوں کے حلق میں اتارنا بہت مشکل تھا مگر دیکھئے مودودی صاحب قرآن ۴/۳ سے زیادہ بلکہ پورا غائب ہونیکے عقیدہ کو کس چابکدستی اور دجل، عیاری وتلبیس کے ذریعہ شوگر کوٹیڈ بنا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو نگلوانے میں کتنی آسانی سے کامیاب ہوگئے۔ فرماتے ہیں:

"بعد میں صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ (الٰہ، رب، دین، عبادت) کے وہ اصلی معنی جو نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہوگیا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہوگیا۔ پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑجانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہوگئی ہے۔"

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص ۱۲ تا ص ۶)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے الفاظ اور مفہوم دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ارشاد ہے انا نحن نزّلنا الذّکر وانّا لہ لحٰفظون، دوسری جگہ فرمایا، انّ علینا جمعہ

وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتّبع قرآنہ ثمّ انّ علینا بیانہ، ان نصوصِ صریحہ کے خلاف مودودی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ روح تو پورے ہی قرآن کی غائب ہے۔

ذرا غور فرمائیں کہ تحریر مذکور پڑھنے والوں پر کیا اثر ہوگا؟ وہ اس سے کیا نتائج اخذ کریں گے؟ اور قرآن واسلام سے متعلق ان کے قلوب میں کیا کیا شکوک و شبہات پیدا ہونگے؟ کیا اس تحریر کو دیکھنے والا امور ذیل پر غور کرنے کے لئے مجبور نہیں ہوگا؟

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظتِ قرآن کا وعدہ غلط اور جھوٹ ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک

(۲) جب قرآن کی صحیح تعلیم اور حقیقی روح صدیوں سے غائب ہے تو اب چودہ سو سال کے بعد مودودی صاحب کو قرآن کا صحیح علم اور اسکی روح کہاں سے مل گئی؟ جب چودہ سو سال تک کے بڑے بڑے مشہور مفسرین، محدثین اور ائمۂ دین نے قرآن کو نہیں سمجھا، تو آج مودودی یا کسی اور کی قرآن دانی پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ نتیجہ یہ کہ قرآن اور اسلام کی صحیح ترجمانی میں کسی کی رائے بھی قابلِ اعتماد نہیں، لہٰذا ایسے قرآن اور اسلام ہی کو سلام، نعوذ باللہ من ذٰلک

(۳) جب آج تک پوری اُمّتِ مسلمہ مفہومِ قرآنی کی حفاظت سے مجرمانہ غفلت میں مبتلا رہی یا عمداً مفہومِ قرآن کی تحریف میں مصروف رہی تو ایسے مجرم، بددیانت اور دشمنانِ قرآن کے ذریعہ سے پہنچے ہوئے الفاظِ قرآن کی صحت کیسے قابلِ اعتماد ہوسکتی ہے؟ پس مفہومِ قرآن سے متعلق مودودی صاحب کے عقیدہ عدمِ حفاظت پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کے الفاظ بھی محفوظ نہیں، اسی طرح انہی وسائط سے پہنچنے والی احادیث اور پورا اسلام مشکوک اور ناقابلِ اعتماد ٹھہریگا۔

اللہ تعالیٰ شوقِ اجتہاد کے فتنوں سے اُمّتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

ضمیمہ کتاب مودودی صاحب اور تخریب اسلام

از شیخ الحدیث حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

مودودی صاحب نے کسی اُستاد سے علم دین حاصل نہیں کیا

مودودی صاحب فرماتے ہیں ـــــ "میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن اور سُنّت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اسلئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مؤمن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول نے کیا کہا۔"

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص[illegible])

غور فرمائیں کہ جس شخص نے کسی دینی ادارہ سے علم حاصل نہیں کیا، کسی معروف اُستاد سے کوئی سبق نہیں پڑھا، جس کو دوسرے علوم تو کجا صرف عربی زبان سے بھی پوری واقفیت نہ ہو اور اپنی تصنیف کے عربی ترجمے دوسروں سے کرانے پر مجبور ہو، وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ دین کو سمجھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انکے بعد ان سے بلاواسطہ استفادہ کرنے والے بڑے بڑے ائمۂ دین اور جلیل القدر محدثین و فقہاء اور مستند دینی اداروں میں مشہور ماہرین فن سے باقاعدہ علم دین حاصل کرنے والے اور خدمتِ دین میں اپنی عمریں صرف کر دینے والے علماء کے مقابلہ میں کتنی جرأت کے ساتھ اپنی رائے اور قرآن دانی کو ترجیح دے رہا ہے۔

کوئی فن بھی بدون اُستاد کے حاصل نہیں ہو سکتا:

دُنیا میں کوئی فن بھی کسی ماہر استاد کی تربیت کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی شخص دُنیا بھر کی طب قدیم و جدید کی تمام کتابوں کا مطالعہ کر لے مگر جب تک وہ ماہر اہل فن سے تربیت حاصل نہ کرے اسے علاج کی اجازت نہیں دی جاتی، گھر بیٹھے وکالت کا نصاب پڑھ لینے سے کوئی وکیل نہیں بن سکتا۔ صرف کتابوں کے مطالعہ سے کبھی کوئی انجینئر نہیں بنا۔ نہ ہی کوئی خوانِ نعمت پڑھ کر باورچی یا حلوائی بن سکا۔ ہر علم و فن کے لئے ماہر اُستاد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث کو براہِ راست سمجھنا تو درکنار اس کے

لئے علماءِ اُمّت کی کتابوں کا مطالعہ بھی کافی نہیں بلکہ ان سے بالمشافہہ باقاعدہ تعلیم حاصل کئے بغیر قرآن و حدیث کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہہ علم حاصل کیا پھر ان سے تابعین نے بالمشافہہ تعلیم پائی اور ان سے تبع تابعین نے۔ اسی طرح بالمشافہہ تعلیم و تعلّم کا یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے، کسی ماہر اُستاذ سے تعلیم پائے بغیر قرآن و حدیث سمجھنے کا دعویٰ بالکل باطل ہے اگر کتاب سمجھنے کے لئے معلّم کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کو سمجھانے کیلئے رسولوں کو معلّم کیوں بنایا؟ ویسے ہی کتاب نازل کر دی جاتی لوگ خود ہی اسے سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہتے۔

طریق تحصیلِ علم سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی:

تحصیلِ علم کا اُصول مذکور ایسا بدیہی اور دُنیا بھر کا مسلّم متفق علیہ و مشاہد ہے کہ اسکے اثبات کے لئے کسی شرعی دلیل کی حاجت نہیں ہے لہذا ہم اوپر اس اصول کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم قرآن کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلّم بنا کر مبعوث فرمایا اب اس مسلّم اور بدیہی اُصول سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ علم کسی سے سیکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وانما العلم بالتعلم (صحیح بخاری باب العلم قبل القول والعمل) قال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ ہو حدیث مرفوع ایضا اوردہ ابن ابی عاصم والطبرانی من حدیث معاویۃ ایضا بلفظ یا ایہا الناس تعلموا انما العلم بالتعلم والفقہ بالتفقہ ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین اسنادہ حسن لان فیہ مبہما اعتضد بمجیئہ من وجہ آخر وروی البزار نحوہ من حدیث ابن مسعود موقوفا ورواہ ابو نعیم الاصبہانی مرفوعا وفی الباب عن ابی الدرداء وغیرہ فلا یغتر بقول من جعلہ من کلام البخاری والمعنی لیس العلم المعتبر الا المأخوذ من الانبیاء وورثتہم علی سبیل التعلم (فتح الباری ص۱[illegible]۱ ج۱)

مودودی صاحب شیعہ رہنماؤں کی نظر میں:

اس سے متعلق ہم اوپر عنوان "غور طلب" کے تحت دو حوالے تحریر کر چکے ہیں۔

(١) طہران میں شیعہ مطابع مودودی صاحب کی کتابوں کے فارسی ترجمے شائع کر رہے ہیں۔
(٢) شیعہ لائبریری واقع ناظم آباد ٹاؤن کے نائب ناظم کی شہادت۔
یہاں مزید چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔
(٣) شیعہ ماہنامہ پیام عمل لاہور دسمبر ۱۹۶۳ء میں عنوان "کیا صحابہ معیارِ حق ہیں" کے تحت دستور جماعت اسلامی کی وہ دفعہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیارِ حق نہ ہونے کا بیان ہے پیش کر کے لکھا ہے:
"یہی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے" (پیام عمل ص ۱۱)
(٤) پھر عنوان "صحابہ مرجع نہیں" کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق مودودی صاحب کی ایک عبارت ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء سے نقل کر کے لکھا ہے۔
"پھر شیعہ کیوں قابلِ گردن زدنی سمجھے جاتے ہیں" (پیام عمل ص ۱۱)
(٥) اس کے بعد حدیث "اصحابی کالنجوم الخ" سے متعلق مودودی صاحب کی تحقیق مندرجہ ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء نقل کر کے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے۔
"بادشِ بخیر جناب حافظ علی بہادر خاں صاحب مدیر ذوالفقار حیدر آباد دکن کی لاجواب تحقیق پیشکش "صحابیت" کے بعد مذکورہ تحریر نے اصحابی کالنجوم کی قلعی کھول دی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دونوں حضرات غیر شیعہ ہیں۔ اگر یہی بات کسی شیعہ کے قلم سے لکھی جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔ جوں جوں زمانے میں روشنی بڑھتی جائیگی آل محمد علیہم السلام کے پاکیزہ اصول اپنا لو یا منواتے چلے جائیں گے" (پیام عمل ص ۱۲)

مودودی صاحب اور اعتزال:

اہلِ سنت کے تمام مسالک اس پر متفق ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں، ہر انسان یا مسلمان ہوگا یا کافر، اہلِ سنت کے خلاف صرف معتزلہ اسکے قائل ہیں کہ انسان ایمان اور کفر کے درمیان معلق بھی ہو سکتا ہے۔ بعینہٖ یہی عقیدہ مودودی صاحب کا ہے، چنانچہ آپ نے لاہوری مرزائیوں کو بھی ایمان اور کفر کے درمیان لٹکا رکھا ہے جبکہ تمام اہلِ سنت کے علاوہ اہلِ بدعت اور شیعہ تک بھی ان کے کفر پر متفق ہیں۔
مودودی صاحب کی تحریر کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مودودی صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ یہ اہل سنت ہیں یا معتزلی

[illegible]

فون نمبر ۔۔۔۔

جماعت اسلامی پاکستان

۵۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

حوالہ ۔۔۔۔

تاریخ ۲۔۹۔۶۸

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے۔ یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل براءت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جائے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

خاکسار
[illegible]

[illegible]

[illegible]

(عکس کی اصل عبارت)

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل براءت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اسکے افراد کو مسلمان قرار دیا جائے نہ اسکی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اسکی تکفیر کی جا سکے

خاکسار غلام علی
معاون خصوصی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے
ابوالاعلیٰ

حدیث بکواس ہے

اب حدیث کی تخریب ذرا کلیجہ تھام کر سنئے۔ فرماتے ہیں :

"اصول روایت کو تو چھوڑ یئے کہ اس دورِ تجدید میں اگلے وقتوں کی بکواس کون سنتا ہے (ترجمان القرآن جلد ۱۴ عدد ۳ ص۱۱۱) "۔

اور سنئے "آپ کے نزدیک ہر اُس روایت کو حدیث رسولؐ جان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے لحاظ سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں "۔

اور آگے فرماتے ہیں :-

"دین کا فہم جو ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے اس معاملے میں قوی تر ذرائع سے جو سنّت سے ثابت ہو ہم کو معلوم ہو اس پر بھی نظر ڈالی جائے علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا لحاظ کئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے" (رسائل ومسائل ج ۱ ص۲۹۰) "۔

ذرا جذبۂ تخریب کا اندازہ لگایئے کہ جلیل القدر محدثین اور ائمہ حدیث جنھوں نے حدیث کی تنقیح و تنقید، صحیح وسقیم کی تمیز میں عمریں صرف کیں جن کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد تھے۔ ہر راوی کی ولادت سے لے کر وفات تک کے مفصل حالات نہ صرف ان کے پاس محفوظ تھے بلکہ زبانی یاد تھے۔ انہوں نے اصول روایت اور رواۃ حدیث پر بے شمار ضخیم کتابیں لکھیں اور ایک مستقل فن مدوّن کیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے

ایک نومولود بچے کو دیکھا اور سالہا سال کے بعد اس کی جوانی یا بڑھاپے کے ایّام میں صرف اس کے پاؤں دیکھ کر پہچان لیا۔ امام ترمذیؒ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں۔ راستہ میں ایک جگہ پر سر جھکا دیا۔ خادم نے سر جھکانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہاں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں اور اونٹ سوار کے سر پر لگتی ہیں، عرض کیا کہ یہاں تو کوئی ایسا درخت نہیں، فرمایا کہ اونٹ یہیں روک دو اور قرب و جوار سے تحقیق کرو۔ اگر کبھی ایسا درخت یہاں نہیں تھا تو ثابت ہوگا کہ میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے لہذا میں آیندہ حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعۃً کسی زمانے میں یہاں ایسا درخت تھا، تب آگے چلے۔ ان حضرات کے حافظے کے محیر العقول واقعات کا احصاء متعذر ہے۔ پھر حدیث کی معرفت میں ایک اہم امر یعنی فراستِ ایمانی و قربِ بارگاہِ الٰہی ان میں کس درجہ تھا؟ یہ حضرات تدیّن و تقویٰ کے مجسّمے تھے۔ اُن کی عبادت ملائکہ کے لئے باعثِ رشک تھی۔ ان کی تمام تر مساعی اور جانفشانیوں کی ایک جُنبشِ قلم سے تخریب کر دی اور ان کے مقابلے میں اپنے نفس کو لا کھڑا کیا۔ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک محدثین کی تصحیح کو قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ اسکول میں پڑھ کر ہم نے جو دین کا فہم حاصل کیا ہے وہ حدیث کی صحت وسقم کا معیار ہوگا اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا اظہار بر وقت کریں گے یعنی جس حدیث کی زد ان کے نظریات پر پڑے گی اُسے رد کرنے کے لئے فوراً کوئی اصول وضع کر لیا جائے گا۔ آپ فرمایئے کہ ان میں اور منکرینِ حدیث میں کیا فرق رہا؟ منکرینِ حدیث بھی ہر حدیث کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے خود ساختہ اُصولوں سے حدیث کو جانچتے ہیں اس کے مطابق ہو تو قبول کرتے ہیں ورنہ

نہیں۔ مودودی صاحب کی نظر میں جو حدیثیں صحیح ہیں ذرا ان کا مقام بھی سُن لیں۔

نحن رجال وہم رجال

فرماتے ہیں: ۔ "احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی آئی ہوئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین" (ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ صـ۲۶۷)

مطلب یہ کہ اولاً تو حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی حد سے حد اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو کچھ گمان صحت ہو سکتا ہے یعنی کچھ خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ حدیث صحیح ہو وہ بھی جب کہ حدیث سے کچھ ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی جائے الفاظ "حد سے حد" قابلِ توجہ ہیں البتہ اگر کسی بے سند روایت میں صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم پر نصوص صریحہ اور اجماع امت کے خلاف الزام لگائے گئے ہوں اور اُن کی توہین کی گئی ہو تو یہ روایت ضرور واجب القبول اور واجب التشہیر ہے۔

ذرا آگے چلئے۔ صحیح بخاری کی ایک صحیح[ع] مرفوع متصل حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

" یہ مہمل افسانہ ہے" (رسائل و مسائل ج۲ ص۳۶ طبع سوم)

حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری، امام بخاریؒ کی قوتِ حافظہ، تدوین و تقویٰ اور فنِ حدیث میں مہارت کی تفصیل بیان کرنے کا نہ موقع ہے نہ ضرورت، اس لئے کہ اسے پوری دنیا جانتی

ع حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کو بہن کہنا اور اس کا پورا قصہ ۔ ۱۲ منہ

ہے کہ آپ نے قبول روایت کے لئے بہت سخت شرائط لگائی ہیں۔ راوی کا مروی عنہ سے جب تک لقاء و سماع ان کے ہاں ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک روایت قبول نہیں فرماتے اگرچہ دونوں کا زمانہ ایک ہو اور لقاء و سماع کا امکان بھی ہو۔ امام مسلمؒ جیسے امام بخاریؒ پر اس لئے ناراض ہیں کہ انھوں نے قبول روایت میں اتنی شدید قیود کیوں لگائیں؟ پھر قوتِ ضبط اور عدالت کے اعلیٰ مقام اور تنقید و تنقیح کے اعلیٰ معیار کے ساتھ یہ معمول تھا کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرما کر دو رکعت نماز استخارہ ادا فرماتے تھے۔ بہرکیف یہ تو امام بخاریؒ ہیں مودودی صاحب کی تخریبی منجنیق نے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم تک کو نہ بخشا۔

جماعت اسلامی کے سوا سب طریقے غلط ہیں

ایک جگہ پوری اُمت کی تخریب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ۔

" ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے علاوہ دوسری تمام دعوتیں اور طریقہ ہائے کار سراسر باطل ہیں" (ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ صـ۱۱۱) ۔

یعنی جماعت اسلامی کے طریق کے سوا باقی سب طریقہائے کار باطل اور غلط ہیں۔

جماعتِ اسلامی کیا چاہتی ہے؟ تخریب ہی تخریب!

اپنے طریق کار کی خود وضاحت فرماتے ہیں: ۔

" تخریبی تنقید کے بغیر وہ اُلفت و شیفتگی دور نہیں کی جا سکتی جو لوگوں کو رائج الوقت تخیلات اور طریقہ ہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے۔ لہذا تخریب کے بغیر یا ناکافی تخریب کے ساتھ

نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے"۔ (ترجمان القرآن جلد ۱۴ عدد ۲ ص۱۳۴)۔

کیا اتنی واضح اور صریح عبارت کے بعد کسی کو اس میں کوئی شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تمام تر مساعی اور تگ و دو کا مطلب صرف یہ ہے کہ پوری امت کی تخریب کے بعد اپنے جدید اسلام کی نئی تعمیر کریں۔

مذہب مودودی

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں"۔ (رسائل و مسائل جلد ۱ ص۲۳۵)

اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ پھر آپ کیا ہیں؟ تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیش نظر پانچ مکاتیب فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث۔ اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔ مگر اب چودہ سو سال کے بعد یہ جدید حق معرض وجود میں آیا جو اُن پانچوں میں کسی کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ ان پانچوں کی تخریب کرتا ہے۔ اپنے سوا تمام تر نظریات اور مسلمانوں کی جملہ جماعتوں کے خیالات اور طریقہائے کار کو باطل بتاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اس جدید اسلام کے اصول و فروع، قواعد و ضوابط، آئین اور دستور، کتاب و مصنفین، تعلیم و تعلم کے مدارس و مکاتیب اور اس اسلام کے حامل و محافظ رجال چودہ سو سال تک کہاں تھے؟ اس سے قبل دنیا میں مکاتب و

مدارس، تصانیف اور اصول و ضوابط اور پورا نظام اسلام تو ان لوگوں کے ہاتھ میں رہا ہو (معاذ اللہ) سراسر غلطی پر تھے تو ایسے اسلام پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ جس کا چودہ سو سال تک کوئی صحیح محافظ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور اس کے اصول و ضوابط، مدارس و مکاتیب، تصانیف و علما وجود ہی میں نہیں آئے۔ اب جدید اسلام کی تدوین کے صرف دو ہی راستے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ جدید اسلام حقیقت میں تجدید ہے۔ اس قدیم اسلام کی جو چودہ سو سال قبل اس دنیا میں آیا تھا تو اس پر یہ اشکال ہو گا کہ مودودی صاحب کو چودہ سو سال قبل کے اسلام کا علم کیسے ہوا؟ جب کہ اس کو سمجھنے والا کوئی دنیا میں گذرا ہی نہیں۔ دوسرا راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ بالکل ہی جدید اسلام مدوّن کیا جائے جو پہلے کبھی وجود میں نہ آیا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں مگر یاد رہے کہ ایسے جدید اسلام کی کتنی عالی شان تعمیرات کو اسلام قدیم کے معمار نے کھنڈروں میں تبدیل کر دیا ہے ؎

چراغے راکہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

تقلید گُناہ سے بھی بدتر ہے

تخریبی فتویٰ سنیئے "میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے"۔ (رسائل و مسائل جلد ۱ ص۲۴۴)

اس سے قبل ص۲۴۴ پر وضاحت کی ہے کہ اہل حدیث بھی مقلد ہیں۔ غور فرمائیے کہ پوری امت کے محدثین، ائمہ دین، مصنفین، فقہاء، علماء، صوفیاء اور بزرگان دین جن میں اہل حدیث بھی داخل ہیں یہ سب کے سب گناہ سے بھی شدید تر چیز میں مبتلا رہے ہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی

امیر کی رائے واجب القبول ہے" خیال فرمائیے کہ کسی صحابی یا امام کی تقلید تو گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے اور امیر جماعت اسلامی کی تقلید فرض ہے۔ ان کے دستور میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ "رسول خدا حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے اور کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو" اولاً تو تلبیس کی غرض سے تقلید کو ذہنی غلامی سے تعبیر کر رہے ہیں، حالانکہ غلامی اور تقلید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تقلید اور غلامی میں فرق

غلامی میں اطاعت کا تعلق مالک کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے خواہ اس میں کوئی بھی صفت کمال نہ ہو، بہرحال اس کا ہر حکم غلام کے لئے واجب العمل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تقلید کمال علم و فضل کی بنا پر ہوتی ہے۔ نیز غلامی میں امر و نہی کا صدور مالک کی طرف سے سمجھا جاتا ہے بخلاف تقلید کے کہ اس میں حکم کا صدور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اس کا ظہور مجتہدین سے ہوتا ہے یعنی مجتہد خود حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ حکم شریعت کا ناقل ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید سے بلند سمجھنا اور ان کی تقلید کرنا جائز نہیں مگر امیر جماعت پر تنقید کی اجازت نہیں، اس کی اطاعت ضروری، تقلید فرض اور نافرمانی گناہ ہے۔ اس کا جواب اور جواب الجواب اس تحریر کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

حکمتِ عملی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو کسی مصلحت کی بنا پر محض اپنی رائے سے حکم خداوندی کے بدلنے کے مجاز نہیں مگر امیر صاحب حکمت عملی کے عنوان سے

کے اتنے بڑے انبار نظر آئے کہ ہر ایک میں سے بطور نمونہ بھی کچھ تھوڑا سا حصہ نقل کیا جائے تو اس کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے آگے دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ وعافاہ
۱۷ رجب ۹۹ ہجری

دین میں مستقل باب کا اضافہ کر کے قرآن و حدیث کے جس حکم کو چاہیں بدل سکتے ہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ کسی مقدس شخصیت، یا مقدس مکان سے ملابست کی وجہ سے کسی چیز کو مقدس سمجھنا ان کے ہاں شرک ہے مگر پاکستان میں بننے والا غلافِ کعبہ جسے ابھی ملابست کا شرف حاصل ہی نہیں ہوا تھا اسے حکمت عملی کے تحت جماعت اسلامی کے ذمہ داروں کی نگرانی میں لوگوں نے سجدے کئے۔ حکمت عملی نے شرک جیسے جرم کو بھی جائز بنا دیا۔ اس کی پاداش بھی دُنیا ہی میں مل گئی کہ وہ غلاف ملابستِ کعبہ سے محروم ہی رہا ۔ حکومتِ سعودیہ کو دین کے ساتھ استہزاء کا علم ہوا تو خانہ کعبہ پر یہ غلاف چڑھانے سے روک دیا اور مودودی صاحب کی ساری کوششوں پر پانی پھر گیا اور فرحِ وسرور رنج وغم سے بدل گیا۔ اسی طرح مودودی "انتخابی جدوجہد" ص۳۲ پر فرماتے ہیں:
"صدرِ مملکت مرد ہونا چاہیئے چونکہ قرآن کہتا ہے الرجال قوامون علی النساء"۔

اور ترجمان القرآن میں فرماتے ہیں:

"از رُوئے احادیث نبویؐ، سیاست اور ملک داری عورت کے دائرۂ عمل سے خارج ہے" (ترجمان القرآن ص۱۱ بابت ستمبر ۱۹۵۲ء)

مودودی صاحب نے عورت کے صدر مملکت نہ ہوسکنے سے متعلق قرآن اور احادیث کی خود صراحت نقل کر کے ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات میں فاطمہ جناح کی حمایت کی اور حکمت عملی کے خانہ ساز قانون کے تحت قرآن وحدیث کے صریح قانون کی مخالفت کی۔

اُوپر ہم پوری امت کی تخریب کے جرائم سے متعلق صریح عبارات پیش کر چکے ہیں۔ اب اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) مودودی صاحب اور ارکانِ اسلام پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عباداتِ دین میں اصل مقصود ہیں اور حکومت اسلامیہ اس مقصود کی تحصیل کا ذریعہ ہے۔ مگر مودودی صاحب اس اجماعی عقیدہ کے بالکل برعکس اس کے قائل ہیں کہ دین کا اصل مقصد حکومت اسلامی قائم کرنا ہے اور عبادات سب کی سب اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں (خطبات ص۲۲۷) اس انوکھی تحقیق کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب مقصد پورا ہوگیا تو ذرائع کی کیا حاجت ؟

(۲) مودودی صاحب اور داڑھی داڑھی سے متعلق حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ "بڑھاؤ" اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ داڑھی ایک مُشت سے کم کرنا حرام ہے مگر مودودی صاحب نے داڑھی کٹوانے کے جواز کا فتویٰ دیکر پوری اُمت کی تخریب کی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمانے کی جرأت کر رہے ہیں کہ حدیث میں صرف داڑھی رکھنے کا حکم ہے۔ جتنی بھی رکھ لی جائے حدیث پر عمل ہو جائے گا۔[1] یہ دیدہ و دانستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کھلا ہوا بہتان ہے۔ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ داڑھی رکھو جتنی بھی ہو بلکہ احادیث میں "داڑھی بڑھاؤ، چھوڑو، زیادہ کرو جیسے الفاظ ہیں۔ کتنی جرأت ہے کہ "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" کی بھی پرواہ نہ کی۔

۳۔ مودُودی صاحب اور زکوٰۃ

زکوٰۃ اور صدقات کے بارے میں قرآن مجید کا حکم ہے کہ فقراء اور مساکین

[1] رسائل ومسائل حصہ اول ص۱۸۵-۱۸۶

کو مالک بناؤ اور اس پر پوری اُمت کا اجماع ہے کہ بغیر تملیک فقیر کے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ ادا نہیں ہوں گے مگر مودودی صاحب پوری اُمت کے خلاف فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی رقم ہمارے قبضہ میں آ جانا کافی ہے۔ آگے خواہ اس سے ہم شفاخانے چلائیں یا ڈاکٹروں کو تنخواہ دیں یا گاڑیاں خریدیں یا تعمیرات پر صرف کریں یا الیکشن لڑیں مگر واضح رہے کہ اس طرح نہ صدقۂ فطر ادا ہوگا، نہ کسی کی زکوٰۃ ادا ہوگی نہ چرم قربانی کی رقم کا تصدق واجب ادا ہوگا۔

۴۔ مودودی صاحب اور جمع بین الاختین

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے اور اس منصوص قرآنی پر پوری امت کا اجماع ہے مگر مودودی صاحب اور ان کے مقلدین جو تخریب اُمت کے بہانے تلاش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں ان کو اس مسئلہ میں کوئی بہانہ ہاتھ نہ آیا تو ایک مفروضہ خود گھڑ کر بصورتِ استفتار پیش کیا کہ بھاولپور میں دو لڑکیاں جڑواں ہیں ان کے نکاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس کے جواب میں مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ حرمتِ جمع بین الاختین کی علت قطع رحم ہے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ یہ اطمینان ہے کہ جڑواں بہنیں آپس میں اتفاق و محبت سے رہیں گی اس لئے دونوں کا نکاح ایک مرد سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بھاولپور میں ایسی لڑکیاں نہیں ہیں۔

۵۔ مودودی صاحب اور متعہ

متعہ کی حرمت پر قرآن حکیم کی نصوص صریحہ موجود ہیں اور امت کا اجماع ہے بلکہ محققین کا نظریہ تو یہ ہے کہ اسلام میں متعہ مروجہ ایک آن کے لئے بھی

حلال نہیں ہوا۔ مکہ میں نازل شدہ صریح آیات کے خلاف مدینہ پہنچ کر اجازت کیسے مل گئی؟ جن احادیث سے عارضی طور پر چند ایام کے لئے جواز مفہوم ہوتا ہے ان سے متعہ مروجہ مراد نہیں بلکہ نکاح بمہر قلیل یا ضمارتیت وقت مراد ہے۔ یہ اجازت بھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ بہرکیف حقیقت کچھ بھی ہو اس پر امت کا اجماع ہے کہ متعہ قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا ہے مگر پوری امت اور نصوص قرآنیہ کے خلاف مودودی صاحب نے ترجمان القرآن بابت اگست ۱۹۵۵ء میں بوقت ضرورت جواز متعہ کا فتویٰ شائع فرما دیا پھر جب اس پر چاروں طرف سے لے دے شروع ہوئی تو فرماتے ہیں کہ میں نے تو شیعہ کو یہ مشورہ دیا تھا، حالانکہ ہر شخص مودودی صاحب کا پہلا مضمون دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ انہوں نے یہ مضمون اہل سنت اور شیعہ کے درمیان محاکمہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ راقم الحروف کے علم میں جماعت کے ایسے لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے پینترا بدلنے سے قبل جوازِ متعہ پر دھواں دار تقریریں فرماتے تھے۔

۶۔ مودودی صاحب اور دجال

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے قبل خروجِ دجال کی پیشگوئی فرمائی ہے اس پیشگوئی کے صدق پر پوری امت کا اجماع ہے۔ کسی مسلمان کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق میں شبہ تو کیا وہ اس کا وسوسہ لانے کو بھی کفر سمجھتا ہے مگر مودودی صاحب کی شوق تخریب میں دیدہ دہنی ملاحظہ فرمائیں۔ رسائل و مسائل صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۷ میں مزاحیہ انداز میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تکذیب کی ہے، ذرا اس مجددِ اسلام کی قوت استدلال کا بھی اندازہ لگائیں۔ رسائل و مسائل طبع سوم میں فرماتے ہیں کہ سارے

تیرہ سو سال گذرنے پر بھی دجال ظاہر نہیں ہوا اس سے اس کی حقیقت واضح ہوگئی۔ سبحان اللہ کیسی دلیل ہے، اگر شیطان نے یہی دلیل انکارِ قیامت سے متعلق بھی اختیار کر دی تو مودودی صاحب فرمانے لگیں گے دیکھا چودہ سو سال گزرنے پر بھی قیامت نہیں آئی تو اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کا خیال محض افسانہ ہے اور آیت "اقتربت الساعۃ" انہی افسانہ نویسوں کا اختراع ہے۔

۷۔ مودودی صاحب اور تقیہ

مودودی صاحب نے تقیہ میں حیرت انگیز کردار ادا کیا کہ لفظ تقیہ میں بھی تقیہ سے کام لے کر اس کے لئے "حکمت عملی" کی جدید اصطلاح وضع کی پھر جوازِ تقیہ پر استدلال کے لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ ترجمان القرآن بابت دسمبر ۱۹۵۶ء میں حکمتِ عملی (تقیہ) کا ثبوت یوں پیش کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکمت عملی (تقیہ) کے تحت قرآنی مساوات کے خلاف "الائمۃ من القریش" کا فیصلہ فرمایا۔

۸۔ مودودی صاحب اور مرکز اسلام

مودودی صاحب کعبۃ اللہ کے خدام کو بنارس اور ہردوار کے پنڈت سمجھتے ہیں (خطبات مودودی صـ۳۰۲)

غور طلب

مندرجہ ذیل عقائد مذہب شیعہ کا شعار اور مابہ الامتیاز ہیں۔

(۱) تحریف قرآن (۲) بغض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۳) سلف صالحین کو گمراہ قرار دینا اور ان کو ہدفِ ملامت بنانا (۴) متعہ (۵) تقیہ۔

مودودی صاحب ان پانچوں عقائد میں شیعہ سے متفق ہیں۔ مودودی صاحب کی عبارت سے ان کا عقیدہ تحریف قرآن معنوی صراحۃً اور تحریف لفظی لزوماً ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں، مسئلہ متعہ پر چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو تقیۃً اسے گول کر دیا اور تقیہ میں بھی یوں تقیہ کیا کہ اس کا نام بدل کر حکمت عملی رکھ دیا۔ شیعہ مذہب میں تقیہ اسلام کا اتنا ضروری رکن ہے کہ بدون تقیہ اسلام قبول نہیں۔ اسی لئے مسلمان امام کے پیچھے صف اوّل میں شیعہ کا نماز پڑھنا ثواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ جب اس قسم کے پکے تقیہ باز شیعہ ۳۱۳ ہو جائیں گے تو امام مہدی غار سے نکلیں گے (حوالہ جات احسن الفتاوی میں ملاحظہ فرمائیں)۔

مودودی صاحب کے عقاید بالا کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں آپ بھی ان ۳۱۳ میں سے تو نہیں۔ اس شبہ کو مزید تقویت اس سے ملتی ہے کہ طہران میں شیعہ لوگ مودودی صاحب کی کتابوں کا فارسی ترجمہ کر کے شائع کر رہے ہیں۔ **علاوہ ازیں** میں نے ایک مولوی صاحب کو کچھ حوالہ جات دیکھنے کی غرض سے ناظم آباد ۲ میں واقع شیعہ لائبریری مکتب العلوم میں بھیجا، انہوں نے لائبریری کے نائب ناظم جعفری صاحب سے دریافت کیا کہ شیعہ مفسرین میں سے آپ کے ہاں کس کس کی تفسیر موجود نہیں تو جعفری صاحب نے سب سے پہلے مودودی صاحب کا نام لیا پھر کہا کہ عنقریب مودودی صاحب کی تفسیر بھی آجائے گی۔ **تیسری شہادت** بعض قابلِ اعتماد ذرائع سے انکشاف ہوا ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب خلافت و ملوکیت مشہور شیعہ مطاہر علی کی عربی کتاب "منہاج الکرامۃ و معرفۃ الامامہ" کا ترجمہ ہے۔

تحقیق طلب | مجھے متعدد ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ مودودی صاحب کے آباواجداد شیعہ تھے اور بعض صحابہ رض ان کا موروثی ورثہ ہے یہ بھی سنا ہے

کہ محمود احمد صاحب عباسی نے اپنی کتاب "ہفوات مودودی" میں اسے
ثابت کیاہے اگر کسی صاحب کے پاس یہ کتاب ہو یا اس سے متعلق کچھ
تحقیق ہو تو مجھے مطلع کریں اور اگر خود مودودی صاحب اس کی وضاحت
کردیں تو کیا ہی بہتر ہوگا۔

مودودی صاحب سے صرف دو سوال

ہم آخر میں مودودی صاحب سے صرف دو سوالوں کا جواب چاہتے ہیں۔
۱ - آپ کا طریق فکر، اصول روایت اور جدید اسلام کے قواعد و
ضوابط اور اس طریق فکر کے محافظ و حامل رجال کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و
سلم تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں
کہ کون کون سی کتب علماء مدارس اور کون سی فقہ آپ کے خیالات کی ترجمانی کررہی
ہے؟ اگر یہ دعویٰ کریں کہ ہم نے یہ نظریات کتابوں سے لئے ہیں تو اصول
مشاہدہ مسلم اور متفق علیہ ہے کہ دنیا کا کوئی فن بھی ماہرین فن کی صحبت اور
تربیت کے بغیر صرف مطالعۂ کتب سے حاصل نہیں ہوسکتا تو دین کی فہم
اس اصول سے کیوں مستثنیٰ ہے؟
اور اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو جدید اسلام کے قواعد و ضوابط
کی تدوین چودہ سو سال کے عرصہ تک نہ ہوسکی وہ کیسے قابل اعتماد ہوسکتا ہے؟
۲ - جب کسی صحابی کی تقلید بھی جائز نہیں بلکہ گناہ سے شدید تر ہے
تو آپ اپنی اطاعت اور تقلید کیوں واجب قرار دے رہے ہیں؟
ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ صرف امور انتظامیہ میں امیر کی اطاعت
لازم ہے اس لئے کہ اس کے سوا نظم چل ہی نہیں سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ

یہی علت تقلید میں موجود ہے۔
اس ہوا پرستی کے دور میں ہر مدعی علم کو اگر اجتہاد کی اجازت دے دی
جائے تو سارا دین منہدم ہوجائے گا۔

اب نمبروار سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔
(۱) جماعت اسلامی اہل سنت سے خارج ہے اور اپنے مخصوص عقائد
کی وجہ سے عام مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے۔
(۲) ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔
(۳) انہیں رشتہ کرنا جائز نہیں۔
(۴) ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔
اگر کسی مسجد میں اس عقیدہ کا امام ہو تو بااثر حضرات پر اسے علیحدہ
کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے۔
اگر مسجد کی منتظمہ امام بدلنے پر طیار نہ ہو تو اہل محلہ پر فرض ہے کہ ایسی
منتظمہ کو برطرف کرکے دوسری صحیح العقیدہ منتظمہ منتخب کریں۔
آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور
ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھیں۔
اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت
علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین

معذرت

میں نے اس مضمون پر نظر ثانی کے وقت چاہا کہ مودودی صاحب کی
تصنیف کو کچھ مزید دیکھ لیا جائے مگر جیسے دیکھنا شروع کیا تو خرافات

کم علم والے حضرات زیادہ علم والوں کی تقلید کیا کرتے تھے تو ان کے نزدیک (معاذ اللہ) وہ بھی مسلمان نہیں گناہ سے شدید تر تو صرف کفر ہی ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ یہاں صراحۃً کفر کا فتویٰ لگانے کی جرأت کیوں نہ ہوئی، جب کہ کئی دوسرے مواضع میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ ان کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔

جدید اسلام کی تعمیر

پوری اُمت مسلمہ کی تخریب کے بعد اب جدید اسلام کی تعمیر ملاحظہ ہو۔

"اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں"

(جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع صفحہ ۱۱)

لہٰذا جب تک آپ جماعت اسلامی میں داخل نہیں ہو جاتے مسلمان نہیں ہو سکتے، اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں، تیسرا مقدمہ محذوف منوی ہے جسے بیرونی لوگوں کی بہ نسبت ارکان جماعت جانتے ہیں اب آگے امیر کا مقام سنیئے:۔

امیر کا مقام

فرماتے ہیں: "بعض مقامی جماعتوں کے ارکان مقامی امیر کو صدر انجمن سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے، ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جب انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو اہل تر سمجھ کر صاحب امر منتخب کیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ معروف میں اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی کو گناہ جانیں۔" (ترجمان جلد ۲۶ عدد ۳ صفحہ ۱۲۵)

جماعت اسلامی کے دستور میں بھی یہ دفعہ موجود ہے کہ "امور شرعیہ میں

کتاب خلافت و ملوکیت سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب فتنۂ سبائیت کے مجدد ہیں اور باطناً شیعہ ہیں اور تبرّا کو ماڈرنائیز کر کے اپٹوڈیٹ طرز پر سُنیوں کو شیعہ بنانے میں خاصہ کمال دکھایا ہے۔

مجدد سبائیت

شیخ الحدیث کی چند سطروں میں

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سابق شیخ الحدیث
ندوۃ العلماء لکھنؤ
(استاد حدیث مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن۔ کراچی)

رقمطراز ہیں (عادلانہ دفاع ج ۱ صفحہ ۱۰۳)

(ابن سبا) ایک یہودی تھا جس کے سینے میں اسلام کی دشمنی اور عداوت کے شعلے بھڑک رہے تھے ازراہ نفاق اس نے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور مسلمان بن کر ایک مذہب .... کی بنیاد ڈالی جس کی خشت اول صحابۂ کرامؓ سے دشمنی اور عداوت تھی عبداللہ بن ابی نے جو پودا لگایا تھا اور جس کی آبیاری عبداللہ بن سبا نے کی اس میں بہت سی شاخیں پھوٹیں مگر بغض سب میں مشترک رہا اور سچ یہ ہے کہ اسلام میں

جتنے فتنے آج تک پیدا ہوئے ہیں سب کی اصل یہی فتنۂ سبائیت ہی ہے اور اس نے جس قدر نقصان مسلمانوں کو دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے پہنچایا ہے اس کا عشر عشیر بھی غیر مسلموں سے نہیں پہنچ سکا۔

موجودہ دور میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں فتنۂ سبائیت کا مجدد کہا جا سکتا ہے...... اردو میں لکھنے والوں میں بھی اس قسم کے مصنفین موجود ہیں جن میں نمایاں اور مشہور شخصیت سید ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان کی ہے۔ موصوف کی تازہ تالیف خلافت و ملوکیت نے نقاب تقیہ کو بالکل ہی پارہ پارہ کر کے موصوف کی سبائیت کو الم نشرح کر دیا ہے بلکہ کتاب میں جس خوبصورتی اور سلیقہ کے ساتھ سبائیت کے تلخ زہر کو شیریں بنا کر ناواقفوں کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی گئی ہے اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی۔ اور اسے دیکھ کر اس کا قائل ہونا پڑتا ہے موصوف بلاشبہ سبائیت کے مجدد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر ایک ناواقف کے قلب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہو گا وہ تاریخ طبری و ابن اثیر وغیرہ کے پورے دفاتر پڑھ کر بھی نہیں پیدا ہو سکتا اسلاف خصوصاً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر اور اُن پر بے اعتمادی خود ضلال ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی گمراہیوں کا دروازہ بھی ہے جو شخص موصوف سے بالکل واقف نہ ہو وہ اگر اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اور عقل و فہم سے کام لے گا تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ خلافت و ملوکیت کسی شیعہ کی کتاب ہے جس نے نہایت ہوشیاری سے اپ ٹو ڈیٹ طرز پر اپنے مذہب کا نقش اہل سنت پر بٹھانے کی

کوشش کی ہے۔ موصوف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مجروح قرار دے کر انھیں مہذب طریقوں سے سب و شتم کر کے "ماڈرنائزڈ" تبرا کر کے مسلک اہل سنت والجماعت کو خیرباد کہہ کر معتدل ذہن و دماغ رکھتے ہیں۔

مودودی صاحب باطناً شیعہ ہیں لیکن ظاہری سنیت کی وجہ سے صاف صاف اس عقیدے کا اظہار نہیں کر سکتے۔ مودودی صاحب نے بیس اکیس سال کی محنت سے خاصی تعداد ایسے ذہنوں کی پیدا کر دی ہے جن کے دلوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وقعت مادشما سے کچھ کم ہی ہے اور جن میں اُن پر تنقید ہی نہیں بلکہ افترا پردازی اور بہتان طرازی میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوتی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ جماعت اسلامی کے سب افراد بلا استثنا اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں لیکن اس توہین صحابہ کو برداشت کر کے جماعت سے وابستہ رہنا اور ایک گمراہ شخص کو اپنا مقتدا بنانا ہمارے خیال میں قیامت کے دن بازپرس کا سبب ہو سکتا ہے یہ بھی عرض کر دوں کہ مودودی صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے سبائیت اور رفض کے جو جراثیم پھیلائے ہیں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی بھی ان سے متاثر ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے جو ان کی جماعت سے وابستہ نہیں ہے لیکن ان سے حسن ظن رکھتی ہے مودودی صاحب کی ذہانت و طباعی نے تاڑ لیا تھا کہ اب سبائیت کے اسلحہ فرسودہ ہو چکے ہیں شیعہ سنی کا فرق اب وہ لوگ بھی سمجھنے لگے ہیں جو کسی زمانے میں حنفی شافعی اختلاف سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے ان کی فکر رسا نے سبائیت کے لئے ایک ایسا رنگ پیش کیا جسے بہت سے ناواقف اہل سنت بھی اسی طرح قبول کر لیں کہ سنیوں میں شامل رہتے

ہوئے بھی شیعہ ہوں اور اس میں شک نہیں کہ کتاب (خلافت و ملوکیت) میں مودودی صاحب نے سبائیت کو جدید لباس پہنانے میں خاصا کمال دکھایا ہے۔ (ترجمان الاسلام)

۱۴ شعبان ۔ بحوالہ نظام کانپور

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

"مع چند تنبیہات"

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں زند (رومی)

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کسی کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں تو رسوائی سے قبل اسکے اندر پاک اور مقبول بندوں پر اعتراض کا میلان پیدا ہوتا ہے۔ ؎

ایک صحابی سے بھی ہو گر سوئے ظن
ہے وہ بے شک لائق گردن زدن

مختصراً انتخاب از کتاب مقام صحابہؓ

مصنفہ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے امام مالکؒ کا قول

اپنے مکتوبات میں نقل فرمایا ہے کہ جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو بھی خواہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ہوں یا معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ

تعالیٰ عنہم) ہوں برا کہے تو اگر کفر و فسق کا الزام لگائے تو اس کو قتل کیا جاوے گا اور اس کے علاوہ اگر گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول

جو شخص کسی صحابی پر عیب یا نقص کا الزام لگائے تو اس پر شرعی سزا واجب ہے ایسے شخص کے اسلام کو مشکوک سمجھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ایسے شخص کو دین اسلام پر تم ایک تہمت سمجھو۔

امام مسلمؒ کے استاد امام ابو زرعہ عراقیؒ کا قول

جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص **زندیق** ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسول حق ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ حق ہے اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہؓ ہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔ پس جس نے صحابہ کرامؓ کو مجروح کیا اور عیب دار قرار دیا بے شک یہ شخص کتاب اور سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے پس اس نالائق ہی کو ہمیں زندیق اور گمراہ کہنا زیادہ اقوم اور احق ہے۔

علامہ حافظ ابن تیمیہؒ کا قول

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

علامہ موصوف اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں

فرماتے ہیں کہ رضاءِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اسی سے اپنی رضا کا اعلان فرمائیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضا کو پورا کرے گا اور جس سے اللہ راضی ہو جائے پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا پس حضرات صحابہؓ سے قلب و زبان کو صاف رکھنا واجب ہے۔

نوٹ۔ مگر مودودی صاحب بعض صحابہ کرامؓ سے بہت ناراض ہیں اور اسی ناراضگی سے مغلوب ہو کر اپنے قلم گستاخ کو بے لگام کئے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ امت کو اس کے فتنے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرمادیں آمین

حضرت امام مالکؒ کا قول

جو شخص کسی صحابی کو برا کہتا ہے وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ

تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔ پس صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی۔ اور پھر حضرت امام مالکؒ نے پورا رکوع سورہ محمد سے وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ کا تلاوت کیا۔

علامہ حافظ ابن کثیرؒ کا قول

علامہ موصوف اپنی تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں کہ ہلاکت ہو اس شخص پر جو حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض رکھے یا ان کو برا کہے ایسے لوگوں کا کس طرح سے قرآن پر ایمان ہے کہ یہ لوگ ایسے محترم حضرات کو برا کہتے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ

راضی ہو چکا اور قرآن میں اس رضا کا اعلان فرما چکا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (الاٰیۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا الخ

ان آیات قرآنیہ کے پیش نظر جملہ حضرات صحابہؓ کے لئے استغفار کرنا سب مسلمانوں کے لئے حکم الٰہی ہے (اور ان سے کینہ نہ پیدا ہونے کی دعا کا حکم صاف یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے آنے والے فتنوں کا علاج اپنے بندوں کو ۱۴ سو برس پہلے بتا دیا۔ ۱۲)

علماء فرماتے ہیں کہ ان آیات کے پیش نظر اس شخص کا اسلام میں کوئی مقام نہیں جو صحابہ کرامؓ سے محبت نہ رکھے یا ان کے لئے دعا نہ کرے اور ان سے کینہ پیدا ہونے سے پناہ نہ مانگتا رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مسلک

حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے کوڑے نہیں مارے سوائے اس مجرم کے جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ برائی کی تھی اس نالائق کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کا ذکر ہمیشہ

خیر ہی سے کرنا چاہئے۔ ورنہ زبان کو ذکر صحابہؓ سے روک ہی رکھے یعنی برائی سے نہ کرے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو برا سمجھنے والا شیعہ ہے؛ تو جو برملا باطل پر کہتا ہو اس کے سبائی اور رافضی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے (جیسا کہ مودودی صاحب ہیں) (عادلانہ دفاع ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی گئی کہ فلاں شخص حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا ہے تو آپ نے غیظ و غضب کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے چھوڑو میں اس نالائق کی زبان کاٹوں گا تاکہ آئندہ یہ نالائق اس قابل ہی نہ رہ جائے کہ کسی صحابی کو برا کہے۔

علامہ حافظ ابن عبد البرؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ سے بڑھ کر کون عادل ہو سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور صحبت کے لئے چن لیا ہو۔



چند احادیث مبارکہ

جن سے حضرات صحابہؓ کا مقام و احترام اور قلب و زبان کو ان کی برائی سے بچانے کا حکم ثابت ہوتا ہے

حدیث نمبر ۱ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہمارے اصحابؓ کو برا کہتے ہیں تو تم کہو لعنت ہو تمہارے اس شر پر۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کو برا کہنے والا مستحق لعنت ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲ | ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارے میں خبردار میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی تو وہ میری محبت کے سبب ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا جس شخص نے میرے اصحاب کو تکلیف دی اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی عنقریب وہ عذاب میں پکڑ لیا جاوے گا۔

حدیث ۳۱ | حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مت برا کہو میرے اصحاب کو۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے تو ہمارے صحابہؓ میں سے کسی ایک کے نہ تو ایک مُد کے برابر صدقے کو پہنچ سکتا ہے نہ نصف مد کو
علامہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ مُد برابر ہے ایک سیر کے اور سبّ کا مفہوم عام ہے لعن طعن اور ہر برائی کو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس طرح کا اختلاف تو پرانا چلا آ رہا ہے لہٰذا ہم کو مودودی صاحب کے بارے میں علماء اور اکابر امت کا اختلاف ایک پرانی بات سے زیادہ نظر نہیں آتا۔
جواب: جب سے دنیا قائم ہوئی ہے ایک مثال بھی کسی حق پرست اور مقبول خدا اور متقی عالم کی نہیں ہے جس کو اس وقت کے تمام معاصر علماء نے ایک زبان ہو کر ملحد زندیق اور گمراہ کہا ہو برعکس ہند و پاک کے تمام اکابر علماء نے مودودی صاحب کے لٹریچر کو امت کے لئے گمراہ کن قرار دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ چند اہل علم مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی اور مولانا مسعود عالم ندوی کچھ دن کے لئے جماعت اسلامی میں کیوں شامل ہو گئے تھے تو دراصل ایڈیٹرانہ قلم کی چاشنی اور ظاہری خوشنمائی نے انھیں دھوکہ دیدیا تھا چنانچہ جب قریب سے دیکھا تو توبہ توبہ کر کے راہ فرار اختیار کیا۔ اس شمول اور خروج کی وجہ پر یہ شعر لکھنا ضروری معلوم

ہوتا ہے ؎

اے بسا خوش قامت کہ زیر چادر باشد
چوں باز کنی مادرِ مادر باشد (سعدیؒ)

عبرت | ایک طرف ہند و پاک کے اکابر علماء اور ایک طرف تنہا مودودی صاحب اے خدا! تو ہی اس فتنۂ عظیم سے اُمت کو خلاصی عطا فرما۔ آمین

گستاخانہ قلم کا ایک نمونہ

مودودی صاحب کے گستاخانہ قلم کا صرف ایک نمونہ جو احقر نے خود اصل کتاب سے اخذ کیا ہے تاکہ ناظرین اندازہ لگا سکیں کہ ان کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایمان بھی محفوظ رہ سکے گا؟

از تفہیمات صفحہ ۱۲۲ حصہ دوم۔ ایڈیشن نمبر ۵ سنہ ۱۹۷۰ء

(سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا)
زمین مصر کے تمام وسائل و ذرائع میرے اختیار میں دے۔ یہ محض وزیر مالیات کا منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹرشپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔

اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے صرف

شعبۂ مالیات کا اختیار طلب فرمایا تھا لیکن عزیز مصر نے اعتماد کے سبب پوری سلطنت کا مختار کل بنا دیا تھا۔

نوٹ :۔ اس انداز تحریر سے ایک پیغمبر کے بارے میں مودودی صاحب کس قسم کا ذہن تیار کرنا چاہتے ہیں پیغمبرانہ قدر و منزلت کو کس درجہ انحطاط کی منزل پہلے جانا چاہتے ہیں۔ اس دور میں ڈکٹیٹر کا لفظ ایک معمولی ادارہ کا سکریٹری بھی اپنے لئے سننا گوارا نہیں کرتا حتیٰ کہ اگر مودودی صاحب کو ڈکٹیٹر کوئی لکھے تو خود اُن کو اور ان کے تلامذہ کو ناگوار ہوگا۔

اصلاح معاشرت کا مسنون طریقہ

اصلاح قیادت اور اصلاح حکومت کا نعرہ بدون اصلاح افراد محض دھوکہ اور فریب ہے کیونکہ معاشرہ بنتا ہے افراد کے اجتماعی کردار سے یعنی اصلاح افراد سے اصلاح معاشرہ خود بخود ہو جاتا ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں معاشرہ اور کسی چڑیا کا نام نہیں آجکل سوسائٹی اور معاشرہ کا لفظ اصلاح اعمال کی فکر کو مفلوج اور بے حس کرنے کے لئے ایک ذریعہ کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور اصلاح فرد کی گلو خلاصی کے لئے معاشرہ جیسی شے بے جان کو ذی انسان کیلئے مہیب اور خوفناک جانور کا ہوا دکھاتے ہیں لہٰذا ہر شخص آج لفظ معاشرہ استعمال کرکے ہر برائی کا جواز ثابت کرتا ہے۔ مکی زندگی میں اسلام کی ابتداء اصلاح افراد سے شروع ہوئی جب ایک ایک فرد صالح بنتا گیا انہیں صالح افراد کے مجموعہ سے صالح معاشرہ بنتا گیا۔ آج کل افراد تو اپنی اصلاح کے لئے اختیار اور قدرۃ ذاتی کو استعمال نہ کریں

بس معاشرہ معاشرہ کی صدائے بے سُود لگاتے رہیں تو کس طرح صالح معاشرہ بن سکتا ہے؟ طاقت اور حکومت سے اصلاح معاشرہ کا خیال محض ہوس حکومت ہے اور جب جاہ کے کچھ نہیں ورنہ مکی زندگی میں ہر صحابیؓ اپنی ذاتی اصلاح اور اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کے بجائے ۱۳ سال تک اعمال صالحہ سے مفلوج اور معطل ہو کر حکومت کا انتظار کرتا حالانکہ ایسا نہیں۔ اعمالِ صالحہ کی توفیق قلب کی دُرستی پر ہے یعنی ایمان اور یقین کامل پر ہے اور قلب کی دُرستی اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے۔ حکومت اور طاقت سے دل دُرست نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں جرائم کا انسداد نہیں ہو رہا ہے حالانکہ ان کو جیل کی سزائیں مالی جرمانے جسمانی اذیتیں بھی دی جا رہی ہیں۔ افراد کی صالحیت سے حکومت خود بخود صالح ہو جاوے گی کیونکہ صالحین کی اکثریت صالح حکمراں کی ضامن ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ۔ تمہارے اعمال ہی تمہارے حکمراں ہیں فاسقانہ اعمال کے ساتھ صالح قیادت کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

مودودی صاحب کی اصحابِ رسولؐ سے کھلی عداوت

مودودی صاحب کی "صحابہ دشمنی" کا ایک منظر ملاحظہ ہو ——— (از کتاب عادلانہ دفاع جلد دوم) دشمن صحابہؓ لکھتا ہے:۔

یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی العواصم من القواصم، امام ابن تیمیہؒ کی منہاج السنۃ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحفۂ اثنا عشریہ پر انحصار کیوں نہ کیا، میں ان بزرگوں کا نہایت عقیدتمند ہوں اور یہ بات میرے حاشیۂ خیال میں بھی کبھی نہیں آئی کہ یہ لوگ اپنی دیانت و امانت اور صحتِ تحقیق کے لحاظ سے قابلِ اعتماد نہیں۔ لیکن جس وجہ سے اس مسئلہ میں میں نے ان پر انحصار کرنے کے بجائے براہِ راست اصل ماخذ سے خود تحقیق کرنے اور اپنی آزاد رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ وہ یہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے دراصل اپنی کتابیں تاریخ کی حیثیت سے بیانِ واقعات کے لئے نہیں بلکہ شیعوں کے شدید الزامات اور ان کی افراط و تفریط کے رد میں لکھی ہیں جن کی وجہ سے عملاً ان کی حیثیت وکیل صفائی کی سی ہوگئی ہے۔ اور وکالت، خواہ وہ الزام کی ہو یا صفائی کی، اس کی عین فطرت یہ ہوتی ہے کہ اس میں آدمی اس مواد کیطرف رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہو اور اس مواد کو نظر انداز کر دیتا ہے جس سے اس کا مقدمہ کمزور ہو جائے" (خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۲۲)

مودودی صاحب — سنّی یا رافضی؟

کیا مودودی صاحب کے اس واضح بیان کے بعد بھی ان کی اصحابِ رسولؐ سے دشمنی و عداوت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟۔ صحابہ کرامؓ اور دشمنانِ صحابہؓ کے مقدمہ میں حضرت قاضی ابن العربی، امام ابن تیمیہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہم اللہ صحابہؓ کرام کی طرف سے وکیل صفائی ہیں۔ مودودی صاحب۔ ان بزرگوں کے صرف عقیدتمند ہی نہیں نہایت عقیدتمند ہیں اور ان کے نزدیک یہ بزرگ اپنی دیانت و امانت اور تحقیق کے لحاظ سے قابلِ اعتماد نہیں، مگر یہ حضرات

چونکہ صحابہ کرامؓ کے وکیل صفائی ہیں۔ اس لئے مودودی صاحب نے ان کی تحقیقات کو تو نظر انداز کر دیا ہے اور واقدی، سیف بن عمر، ابن الکلبی اور جعفر بن سلیمان ایسے مردود و متروک کذاب و وضاع، و رافضی اور رافضی نما الحمار راویوں کی روایات، بلکہ خرافات کو صحیح تاریخ قرار دینے پر مصر ہیں۔ محض اس لئے کہ ان خرافات سے صحابہ کرامؓ کے مطاعن و مثالب ثابت ہوتے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی مودودی صاحب کے خود رافضی اور دشمن صحابہؓ ہونے میں کسی صحیح الدماغ انسان کو شبہ ہو سکتا ہے؟

جو شخص ائمہ اعلام اسلام کی صحیح تحقیقات سے خوشہ چینی کو تو اپنی شان تحقیق کے خلاف سمجھے اور ساڑھے تین سو صفحے کی کتاب میں ان حضرات سے ایک لفظ بھی نقل نہ کرے محض اس لئے کہ وہ حضرات صحابہؓ کے وکیل صفائی ہیں۔ اور جلے بھنے رافضی راویوں کے چبائے اور اگلے ہوئے "نوالوں" سے اپنا اور اپنی کتاب کا پیٹ بھرے اس کے رافضی ہونے میں اور اسے رافضی کہنے میں کسی کو کیا تامل ہو سکتا ہے؟

مودودی صاحب بحیثیتِ وکیلِ استغاثہ

بات یہ ہے کہ مودودی صاحب حضرات صحابہؓ کے خلاف مدعی ہی نہیں، وکیلِ استغاثہ بھی ہیں۔ اس لئے آپ نے آئمہ دین کی تحقیقات کو اس کی صحت اقرار و اعتراف کرنے کے باوجود نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ اس سے آپ کا مقدمہ کمزور ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ تحقیقات کتاب و سنت کی روشنی میں تھیں۔ اور مردود و متروک رافضی راویوں کی خرافات کو سر آنکھوں پر رکھا۔ کیونکہ اس سے صحابہ کرامؓ کے خلاف مودودی صاحب کا مقدمہ مضبوط ہوتا تھا، اور آدمی اسی مواد کی طرف

رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہو" (خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۲۳)

مودودی صاحب! کچھ حشر کا فکر کریں

اگر مودودی صاحب کا دل صحابہؓ دشمنی میں بالکل سیاہ نہیں ہوگیا اور اس میں کچھ بھی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت باقی ہے تو وہ اپنے رویہ پر نظرِ ثانی کریں۔ قیامت کے دن ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کے وکلا صفائی اصحابِ رسولؐ کے ساتھ ہوں گے۔ اور اصحابِ رسولؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ! دوسری طرف دشمنانِ صحابہؓ ہوں گے۔ ابن سبا ملعون، اس کی سبائی پارٹی اور روافض اور ان کے ساتھ اُن کے وکلاء ہوں گے۔ مودودی صاحب اس دن رسولؐ و اصحابِ رسولؐ اور وکلائے اصحابِ رسولؐ کے ساتھ اپنا حشر چاہتے ہیں یا ابن سبا ملعون اس کی مردود جماعت اور روافض کے ساتھ؟ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں اپنی عاقبت کا خیال ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواءِ حمد کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے ہیں تو انہیں اپنی موجودہ ضد و جحود کی روش ترک کر دینا چاہیئے۔ اور توبہ و استغفار کر کے عداوتِ صحابہؓ سے باز آجانا چاہیئے۔

آیئے! اب اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔

صرف نقال اور مولف خطرناک دھوکہ شرمناک فریب

مودودی فتنہ کے متعصب لوگ کہتے ہیں کہ "مودودی صاحب تو مؤلف ہیں۔ مصنف نہیں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اسلامی تاریخ کی مشہور و معتبر کتابوں سے نقل کر کے لکھا ہے اسلامی تاریخ کی مشہور و معتبر کتابوں سے

نقل کر کے لکھا ہے، اپنی طرف سے تھوڑا ہی لکھا ہے"

جاہل اور اندھے متعصبین کی اس گمراہ کن منطق سے بے خبر لوگوں کو یہ تصور دینا منظور ہوتا ہے کہ مودودی صاحب تو صرف ناقل ہیں ورنہ یہ ساری باتیں کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن کا "قصور" صرف یہ ہے کہ انہوں نے کتابوں سے ان حقائق کو برآمد کر کے عوام کے سامنے رکھ دیا ہے۔

چیلنج! اس قسم کی "جگالی" کرنے والوں کو میں چیلنج کروں گا کہ اگر واقعی مودودی صاحب صرف نقال اور مؤلف ہیں اور انہوں نے بغض و عداوتِ صحابہؓ سے مجبور و مغلوب ہو کر از خود کچھ نہیں کہا تو وہ دنیا کی کسی تاریخ سے یہ الفاظ ثابت کر دیں کہ "مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ نے کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی"

دعویٰ! میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ بات نہ صرف تاریخ اسلام کی مستند ترین کتابوں سے قطعاً ماخوذ نہیں بلکہ دنیا کی کسی تاریخ سے اس ہفوات کا سراغ نہیں ملتا۔ یہ صرف مودودی صاحب کے بغض و عناد عن الصحابہؓ کا کرشمہ ہے۔

منہ مانگا انعام اگر مودودی صاحب ہمارا چیلنج قبول فرما کر ایک واقعہ ایسا ثابت کر دیں کہ مالِ غنیمت میں سے سونا چاندی ان کے لئے نکال لیا گیا ہو اور حضرت معاویہؓ کا حکم مندرجہ میں ثابت کر دیں تو جو وہ انعام فرمائیں ہم پیش کر دیں گے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بدقسمتی کی انتہا ملت کی بدقسمتی کی انتہا ہے کہ اس درجہ جھوٹے انسان کو نہ صرف منہ لگایا جاتا ہے بلکہ بین الاقوامی

شخصیت قرار دیکر بانس پہ چڑھایا جاتا ہے۔

عہد حاضر کی بین الاقوامی علمی شخصیت کا کمال ملاحظہ ہو
(یعنی مودودی صاحب کا)

اجلّہ علماء کے اجماع کے خلاف زیاد کی بات پر ایمان لا کر اپنی جہالت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں مودودی صاحب جس راوی کی روایت کا سہارا لیکر ایک صحابی کاتب وحی کو مطعون کرتے ہیں اس کا نام زیاد ہے اور اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ راوی جھوٹا ناقابل اعتبار ہے۔ (مگر مودودی صاحب کو اپنا باطنی بغض نکالنے کے لئے سبائی رافضی کسی کی روایت بھی کافی ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی اہانت کا ثبوت ہو جائے) حالانکہ اس ساقط الاعتبار روایت میں ان کے لئے سونا چاندی جدا کرنے کے الفاظ سے مراد حضرت معاویہؓ کی ذات نہیں بلکہ بیت المال مراد ہے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ مال غنیمت سے کل سونا چاندی بیت المال میں جمع کیا جائے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۹) مودودی صاحب کی دیانت کی انتہا ہے کہ البدایہ کا جو حوالہ دے رہے ہیں وہاں بیت المال مذکور ہے مگر مودودی صاحب حضرت معاویہؓ کے لئے ثابت کر رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی خیانت اور بغض صحابہؓ

مودودی صاحب کے بغض و عناد و فساد قلب کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے خود مودودی صاحب کا خائن و ظالم ہونا ثابت ہو گیا اور اب کسی اندھے متعصب کے سوا کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ اس شخص کا دل خوف خدا سے یکسر خالی اور صحابہ کرامؓ کی عداوت و بداندیشی کے جذبات سے لبریز

ہے کوئی سچا سُنّی مسلمان ان ہزلیات و خرافات پر اعتماد نہیں کر سکتا الا مودودی۔

روافض سے بازی جیت گئے

روافض تو بنو امیہ کی حکومت کو اس طرح بدنام کرتے تھے مگر ہمارے محقق مورخ حضرت معاویہؓ کو بدنام کر رہے ہیں اس طرح وہ روافض سے بازی لے گئے۔

مودودی صاحب کی بدقسمتی

مودودی صاحب کی قسمت بد ہے یا صحابہؓ کی شان میں گستاخی و بدگوئی مقدر ہے امام مظلوم سیدنا عثمان غنیؓ سے لے کر ہر عظیم صحابی کو ان کے گستاخ بے باک قلم نے ہدف سب و شتم اور نشانۂ طعن و تشنیع بنایا ہے۔

اخبار کی رائے

اگر یہی تنقید ایک شیعہ کے قلم سے شائع ہوتی تو یقیناً صحابہ کرامؓ پر سب و شتم قرار دی جاتی۔

(رضاکار ۱۶ جولائی ۱۹۹۵ء)

مودودی صاحب سے ایک درخواست

مودودی صاحب ازراہ کرم اپنے رافضی اور شیعہ ہونے کا اعلان کر دیں اور تقیہ سے بے نقاب ہو کر امت کو اپنے فتنہ سے آگاہ کر دیں تاکہ سنی حضرات تو اس فتنہ ماڈرنائزڈ تبرا سے محفوظ ہو جائیں۔

فہرست چند کتب برائے معلومات

مودودی صاحب کے گمراہ کن لٹریچر کے دندان شکن جوابات حسب ذیل کتابوں میں مطالعہ کیجئے۔ حق کی تلاش کرنے والوں کے لئے اکابر امت کی فتنۂ مودودیت کے رد میں لکھی ہوئی

کتابیں ہیں۔

الاستاذ المودودی یہ کتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم نے عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے اور عنقریب اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہونے والا ہے۔ کتاب مذکور عربوں کے لئے لکھی گئی ہے اور عرب ممالک میں اہتمام سے بھیجی جارہی ہے تاکہ اہل عرب بھی مودودی صاحب کی بنیادی گمراہیوں سے آگاہ ہوجاویں۔

فتنۂ مودودیت۔ صفحات ۱۸۲ مصنف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم یہ کتاب مبارک فتنۂ مودودیت سے نجات کے لئے نور ہدایت ہے۔

عادلانہ دفاع جلد اول و جلد ثانی اس کتاب کو مناظر پاکستان مولانا سید نور الحسن بخاری نے لکھا ہے جس میں اجلّا صحابہؓ رسولؐ کے خلاف مودودی صاحب کے ظالمانہ، جارحانہ حملوں کا اور ان کے بے اصل و بے بنیاد ۷۶ مطاعن و اعتراضات، ایمان سوز و شرمناک بہتانات و افترآت اور لغو بیہودہ ہذیانات و خرافات اور ۱۰ بددیانتی اور ۱۸ جھوٹ ۔ ۶ گھڑنتو۔ ۴ مغالطے کے ۱۵۲ مفصل مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت مصنف حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلما لکھنؤ۔

اب دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کتاب "اکابر امت اور مودودی صاحب" کو قبول فرما کر اپنے ان بندوں کے لئے

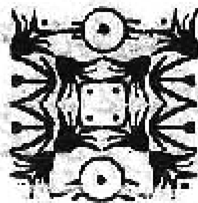
بھی ہدایت کا سبب بنادیں جن کے رگ و ریشے میں مودودی فتنے کا زہر پیوست ہوچکا ہے وما ذالک علی اللہ بعزیز اور حق تعالیٰ پر یہ کچھ مشکل نہیں ہے

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گر صد سالہ ہو فخر اولیاء

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحق رحمتک ورحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲ رمضان مبارک ۱۳۹۶ھ



تارکین مودودی جماعت اور تائبین کرام کی شامتیں

احقر مؤلف کتاب محمد اختر عفی عنہ کے دو اشعار

جن میں ان سب حضرات کے اسمائے گرامی اختصار کے ساتھ آگئے ہیں

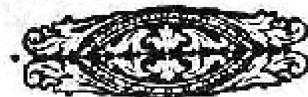
(۱) نہ من تنہا ازیں بیگانہ رفتم
علیؒ و اشرفؒ و منظورؒ ہم رفت

(۲) زغازیؒ و محی الدینؒ احمد
زعالمؒ آں شب دیجور ہم رفت

۱ یہ اشعار محی الدین احمد کی طرف سے احقر نے کہے ہیں

ترجمہ عا میں تنہا مودودی صاحب کے ظلمت خانے سے نہیں نکلا بلکہ حضرت مولانا علی میاں ندوی اور حکیم عبدالرحیم اشرف اور حضرت مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ بھی اس جماعت مودودی سے تائب ہوئے۔

عا اور عبدالجبار غازی اور محی الدین احمد اور مولانا مسعود عالم ندوی سے بھی وہ تاریک رات دور ہوگئی یعنی جماعت سے تائب ہوگئے۔



از کتاب اظہار حقیقت
بجواب خلافت و ملوکیت
جلد اوّل

مصنفہ: حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی سابق مہتمم

و شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

استاد حدیث مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن - کراچی

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"بعض حضرات اس معاملہ میں یہ الاتاعدہ کلیہ پیش کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی روایات قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور ہر اس بات کو رد کردیں گے جس سے ان پر حرف آتا ہو خواہ وہ کسی صحیح حدیث میں وارد ہوئی ہو" (خلافت و ملوکیت)

قارئین کرام! مودودی صاحب کی اس عبارت کو ذہن میں رکھیے کس طرح موصوف نے نہایت چالاکی اور عیاری کے ساتھ صحیح مسلک اہل سنت کی غلط ترجمانی کرکے قاری کے جذبات کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ خلافت و ملوکیت میں صحابہ کرامؓ پر لگائے گئے سنگین الزامات کو "صحیح حدیث" کی روایت سمجھ

کو تسلیم کرتا چلا جائے۔

مودودی صاحب کی قلمی عیاری کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین پر ان کا صحابۂ کرامؓ سے بغض رکھنا واضح ہو جائے۔ (مرتب)

(۱) بغضِ معاویہؓ

حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کے متعلق لسان المیزان میں پہلی روایت تو یہ لکھی ہے کہ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔

دوسری روایت ابو مخنف کی ہے کہ وہ ایک غار میں چھپے ہوئے تھے وہاں انھیں سانپ نے ڈس لیا اور حضرت معاویہؓ کے گورنر نے لاش کا سر کاٹ کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا مودودی صاحب نے پہلی روایت کو چھوڑ کر اسی ابو مخنف کذاب کی موضوع اور جھوٹی روایت کو درج کتاب کیا ہے۔ حالانکہ وہ خود اپنی اسی کتاب میں اعتراف کر چکے ہیں کہ محققین فن رجال ابو مخنف کو کذاب اور شیعی کہتے ہیں لیکن بغض معاویہؓ نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور اسی کذاب کی روایت کو انھوں نے صرف اس لئے قبول کر لیا کہ اس سے خلیفۃ المسلمین امام معاویہؓ کی شان اقدس کی منقصت کا پہلو نکلتا تھا۔

(۲) بغض سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

امام عادل سیدنا عثمانؓ پر مطاعن کی ابتدا کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کو اپنے آخر زمانہ میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کے بعد عرب قبائلی عصبیتیں (جو اسلامی تحریک کے

زبردست انقلابی اثر کے باوجود ابھی بالکل ختم نہیں ہو گئی تھیں) پھر نہ جاگ اٹھیں اور ان کے نتیجے میں اسلام کے اندر فتنے برپا ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا کہ اگر میں ان کو اپنا جانشین تجویز کروں تو وہ بنی ابو معیط (بنی امیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے اور وہ لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان یہی کریں گے اور اگر عثمان نے ایسا کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش کر کے عثمان کو قتل کر دیں گے۔" ص ۹۸، ۹۹

مودودی صاحب نے یہ روایت استیعاب کے حوالے سے نقل کی ہے روایت کے اعتبار سے استیعاب کا جو حال ہے وہ ہم گذشتہ صفحات میں واضح کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں (کہ یہ کتاب ہرگز قابل اعتماد نہیں کہی جا سکتی)[1] لیکن سند کے لحاظ سے بھی یہ بالکل بے جان ہے۔

ذرا اس کے بعض راویوں کے چہرے ملاحظہ ہوں۔

اس میں ایک راوی عبدالوارث بن سفیان یا سلیمان ہے جو مجہول ہے۔

محمد بن احمد بن ایوب ضعیف الروایہ و منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین نے انھیں کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال ص ۴۳)

سلیمان بن داؤد کوفی شیعہ ہے۔ شیعوں کے مشہور عالم شیخ حلی نے بھی اسے شیعہ کہا ہے (خلاصۃ الاقوال ص ۱۱)۔ ظاہر ہے کہ شیعہ تو کوئی بھی

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ہمارا رسالہ حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت۔

مقبول الروایہ نہیں ہو سکتا خصوصاً ایسی صورت میں تو اس کی روایت بالاتفاق ساقط الاعتبار اور مردود ہوتی ہے جب کہ اس کی روایت سے کسی صحابی پر جرح ہو رہی ہو۔ علیٰ ہذا جس روایت میں کوئی کذاب بھی ہو اس کا مردود ہونا بالکل بدیہی ہے۔ مجہول کی روایت بھی نامقبول ہی ہے۔ ان امور سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ یہ روایت موضوع اور ساقط الاعتبار ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے اس روایت کو "صحیح حدیث" لکھ کر جس کو ہم اوپر قلم بند کر آئے ہیں کس طرح ذکر کیا ہے۔ قارئین خود انصاف فرمائیں۔ مزید اسی موضوع پر بخاری شریف کی روایت ہے جس کو مودودی صاحب نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ حالانکہ جب ایک واقعہ کے متعلق ایک روایت اس کتاب کی ہو جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے لقب سے ملقب ہے اور دوسری ایسی کتاب کی ہو جس میں صحت کا کوئی التزام نہیں پھر اس کی سند میں کذاب اور شیعی ہوں تو ہر صداقت پسند اور منصف مزاج شخص بخاری شریف کی روایت پر اعتماد کرے گا اور استیعاب کی روایت کو رد کر دے گا مگر یہ وہی شخص کرے گا جس کی نیت درست ہو اور جو شخص حضرت عثمانؓ کے دامنِ تقدس و تقویٰ پر خاک ڈالنے پر تلا ہوا ہو اور نئی نسل کو خود ساختہ علمی دعوؤں کے ذریعہ گمراہ کرنا چاہتا ہو وہ تو وہی کرے گا جو مودودی صاحب نے کیا ہے۔

بخاری شریف میں اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق حضرت فاروق اعظمؓ نے جو وصیت فرمائی تھی وہ اس طرح مذکور ہے:

"لوگوں نے کہا اے امیر المومنین وصیت فرما دیجئے اور کسی کو اپنا جانشین بنا دیجئے۔ فرمایا اس امر کے متعلق چھ آدمیوں سے بہتر کسی کو نہیں پاتا۔ ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک راضی رہے پھر آپ نے علیؓ کو

عثمانؓ، زبیرؓ و طلحہؓ، سعدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نام لئے اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ موجود رہیں گے، ان کا اس معاملہ میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔ اب اگر حکومت سعدؓ کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ پھر تم میں سے جو کوئی بھی حاکم بنا لیا جائے اسے چاہیے کہ ان سے مدد لے کیوں کہ میں نے جو انہیں معزول کر دیا تھا تو کسی کمزوری و خیانت کی بنا پر نہیں کیا تھا۔"

۳- مودودی صاحب کا بغضِ ولید بن عقبہؓ

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (ولید بن عقبہؓ) بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے مامور فرمایا مگر یہ اس قبیلے کے علاقہ میں پہنچ کر کسی وجہ سے ڈر گئے اور ان لوگوں سے ملے بغیر مدینے واپس جا کر انہوں نے یہ رپورٹ دے دی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور مجھے مار ڈالنے پر تل گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غضبناک ہوئے اور آپ نے ان کے خلاف ایک فوجی مہم روانہ کرنے کو قریب تھا کہ ایک سخت حادثہ پیش آ جاتا لیکن بنی المصطلق کے سرداروں کو بروقت علم ہو گیا اور انہوں نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ صاحب تو ہمارے پاس آئے ہی نہیں ہم تو منتظر ہی رہے کہ کوئی آ کر ہم سے زکوٰۃ وصول کرے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایہا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبإ فتبینوا۔" (خلافت و ملوکیت ص۱۱۰)

مودودی صاحب خواہ مخواہ ان مقدس تابعی صحابی رسولؓ (ولید بن عقبہؓ) کو اس آیت

کا مصداق بنا کر ان پر کذب و فسق کی تہمت لگا رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ولید رضؓ کو کسی شخص نے راستہ میں مل کر یہ خبر سنائی کہ بنی المصطلق باغی ہو گئے ہیں اور تمہارے قتل کے درپے ہیں۔ اس سے انہیں خوف پیدا ہوا اور وہ واپس ہو گئے۔ اس جھوٹے مخبر کو جس نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ غلط خبر دی ہے قرآن مجید میں "فاسق" فرمایا گیا ہے نہ کہ سیدنا حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو۔

اس کے علاوہ اپنی گمراہ کن تصنیف کے صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ پر حضرت عثمان رضؓ اور ولید رضؓ بن عقبہ پر مزید الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

در ۲۵ھ میں اس چھوٹے سے منصب سے اُٹھا کر حضرت عثمان رضؓ نے ان کو (ولید رضؓ بن عقبہ) حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص کی جگہ کوفے جیسے بڑے اور اہم صوبے کا گورنر بنا دیا وہاں یہ راز فاش ہوا کہ یہ (یعنی ولید رضؓ بن عقبہ) شراب نوشی کے عادی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک روز انہوں نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی پھر پلٹ کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھاؤں؟ ...... چنانچہ صحابہ کے مجمع عام میں ولید پر مقدمہ قائم کیا گیا .... الخ

(بحوالہ استیعاب)

استیعاب کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ یہ بالکل غیر معتبر کتاب ہے جس میں بعض جواہر پاروں کے ساتھ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر بھی ہیں [1] اس لئے صاحب استیعاب کی رائے اس بارے میں بالکل بے وزن ہے۔ اور یاوہ گوئی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ قصہ کا تعلق تاریخ سے ہے اس لئے درایت کی کسوٹی پر بھی اسے پرکھنا لازم ہے۔ جب ہم اس زاویے سے اس قصہ پر نظر کرتے ہیں تو یہ بالکل من گھڑت اور سراپا بہتان و افترا نظر آتا ہے۔

---

[1] تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیں: اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت

پہلا سوال تو یہی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ولید رضؓ ، حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت فاروق اعظم رضؓ کے زمانے میں مدت دراز تک مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ لیکن کبھی ان پر یہ الزام نہیں لگایا گیا۔ آخر کوفہ ہی پہنچ کر کیوں انہوں نے اس حرکت کا ارتکاب کیا؟ اس سے قطع نظر کہ وہ صحابی رسول تھے ایک عام مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی یہ بات بالکل بعید از قیاس ہے۔ کہ اتنی عمر پاکبازی و تقویٰ کے ساتھ بسر کرنے کے بعد یکایک وہ شراب پینے لگیں۔ جو چیز ظاہر کے خلاف ہو، اُسے اتنی آسانی کے ساتھ قبول کر لینا مودودی صاحب ہی کے ایسے حضرات کا کام ہے۔ جو صحابہ کرام رضؓ کی عداوت کی وجہ سے ان کے خلاف ہر الزام کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر آج دو شخص اسی فعل کی شہادت خود مودودی صاحب کے خلاف دے دیں تو ان کی جماعت کا کوئی فرد بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا اور اسے مخالفین کی سازش قرار دے گا۔

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص شراب پی کر کہیں بیٹھ جائے تو کم از کم دو تین گز تک فضا کا تعفن دوسروں کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں تو اُس کی بدبو اور بھی زائد ہوتی تھی۔ سوال یہ ہے کہ نماز سے پہلے یا دورانِ نماز کسی کو اس کا احساس کیوں نہ ہوا کہ یہ شراب پئے ہوتے ہیں؟ اور اگر احساس ہوا تھا تو اُن کے پیچھے نماز کیوں پڑھی؟ ------ اور پھر جب وہ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے تھے تو کسی نے لقمہ کیوں نہ دیا؟ کیا سب کے سب نماز کے مسائل سے اس درجہ ناواقف تھے کہ فجر کی رکعتوں کی تعداد بھی نہیں جانتے تھے؟ یا یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ امام کو سہو ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

عربی کی مشہور مثل ہے کہ بغضك الشئ يعمى ويصم (کسی چیز کی عداوت

آدمی کو بعض اوقات اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) مودودی صاحب کو صحابہ کرامؓ خصوصاً بنی امیہ سے جو عداوت ہے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے یہاں پہنچکر اپنے محبوب مورخ طبری کی طرف سے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ حالانکہ اس نے ۳۰ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ۔

"کوفہ سے جرائم پیشہ آدمیوں جنکے بیٹوں کو حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے کسی جرم پر سزا دی تھی ان کا انتقام لینے کیلئے یہ سازش کی کہ آں ممدوح پر شراب نوشی کا الزام لگایا جائے۔ چنانچہ ایک نے ان کی مہر چرالی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ شراب پیتے ہیں۔ ہم نے نشہ کی حالت میں ان کی مہر حاصل کر لی اور انہیں شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔"

طبری کی جو روایت صحابہ کرامؓ کے خلاف ہوتی ہے۔ وہ تو مودودی صاحب کو بہت مرغوب ہوتی ہے لیکن اس روایت سے ایک صحابیؓ پر ایک بہتان وافترا کی قلعی کھل رہی ہے۔ اور شراب کے قصے کا من گھڑت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے موصوف نے اسے بالکل نظر انداز فرمایا۔

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضؓ

ان کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگر غلاف کعبہ کے پردوں سے بھی لپٹے ہوتے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے یہ ان میں سے ایک تھے۔ حضرت عثمانؓ انہیں لے کر اچانک حضورؐ کے سامنے

پہنچ گئے اور آپ نے محض ان کے پاس خاطر سے انہیں معاف فرما دیا تھا" (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۰۹)

گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں معاف فرما دیا تھا مگر مودودی صاحب انہیں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مزید گزارش یہ ہے کہ زمانہ کفر و جاہلیت کے افعال کا طعنہ دینا شریعت و اخلاق کے کس اصول کے اعتبار سے جائز ہے؟ علمائے محققین نے حدیث سے مستنبط کر کے تحریر فرمایا ہے کہ ارتداد حقیقی محال ہے۔ یعنی کوئی شخص صدق دل سے مسلمان ہو جائے تو وہ مرتد نہیں ہو سکتا۔ کسی کے مرتد ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے ہی اس کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا اور سچے دل سے وہ مسلمان ہوا ہی نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح پہلی مرتبہ محض ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مرتد ہو کر چلے گئے۔ لیکن کچھ مدت تک غور و فکر کے بعد جب اسلام کی صداقت پورے طور پر واضح ہو گئی تو صدق دل سے ایمان لائے اور آنحضورؐ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہو کر والیت کے اعلیٰ ترین درجہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ ان کی بعد کی زندگی انکے اخلاص اور کمال ایمان کی شاہد و عادل ہے۔ اسلام کے بعد گزشتہ کفر و ارتداد کا طعن تو خود طعن کرنے والے کو آخرت میں مطعون کر دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غصہ ان پر تھا وہ ان کی ذات اور شخصیت پر نہ تھا بلکہ ان کے وصف کفر و ارتداد پر تھا جب اس ذمیمہ سے وہ پاک ہو گئے تو وہ غصہ بھی محبت اور رحمت میں تبدیل ہو گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تو نہ تھے جو یہ جان لیتے کہ تقدیر الٰہی میں ان کی سعادت مقدر ہو چکی ہے۔۔۔۔۔۔ کیا مودودی صاحب

بتا سکتے ہیں۔ کہ دوبارہ اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آنحضورؐ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ان کے متعلق نفاق کا شبہ کیا ہو؟ یا آنحضورؐ نے ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کا اعتراض بالکل باطل اور غضبِ الٰہی کا موجب ہے۔ یہ جملہ کہ:

"آپ نے محض ان کے پاسِ خاطر سے انہیں معاف فرما دیا تھا"

بہت بے ادبانہ اور گستاخانہ ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ اگر حضرت عثمانؓ کا پاسِ خاطر نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل کروا دیتے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اس وقت ارتداد سے تائب اور صدقِ دل سے مسلمان ہو گئے تھے یا نہیں؟ اگر ہو گئے تھے تو کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مومن کو قتل کر دیتے؟ اور تائب ہونے والے کو توبہ سے روک دیتے۔ (معاذ اللہ) کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا بصورت دیگر اگر وہ صدقِ دل سے مسلمان نہیں ہوتے تھے اور آنحضورؐ کو اس کا علم تھا تو کیا آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی خاطر سے ایک شخص کے ارتداد کو گوارا فرما لیا؟ اور اس جرم کی سزا دینے سے پہلو تہی فرمائی؟ (العیاذ باللہ) کوئی مومن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کا خیال بھی دل میں لانا گوارا نہیں کر سکتا اس قسم کے فاسد و کاسد افکار مودودی صاحب اور ان کے متبعین ہی کو مبارک ہوں۔ مقام عبرت ہے کہ عداوت صحابہؓ نے مودودی صاحب کو اس جگہ پہنچا دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے لگے (العیاذ باللہ)

مودودی صاحب فاضل مصنف کی نظر میں

میں موصوف کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوں لیکن اس کتاب کو نیز

اُن کی اسی قسم کی سابق تحریروں کو دیکھ کر میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ موصوف کا بچپن شیعی ماحول میں بسر ہوا ہے۔ اور سبائیت کے ایمان خور جراثیم ان کے قلب اور دماغ میں اسی وقت سے داخل ہو چکے ہیں۔ بزرگوں کے ساتھ موصوف کے رویہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دامنِ عصمت کو بھی داغدار بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

"تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت یونسؑ سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔"

(تفہیم القرآن جلد ۲ سورہ یونس صفحہ ۹۹)

اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کرنا کتنا بڑا جرم اور گناہ ہے۔؟ اس کی تصریح کی ضرورت نہیں۔ مودودی صاحب یہ جرم ایک نبی معصومؑ کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ کیا یہ جرم عصمت کے منافی نہیں؟ کیا اس کی نسبت کسی نبی کی طرف کرنا سخت بے ادبی اور گستاخی نہیں؟ شیعہ کہتے ہیں کہ خلافتِ علیؓ کا اعلان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا مگر آپ نے بخوفِ شیخینؓ اس کا صاف صاف اعلان نہیں کیا۔ اس طرح گویا معاذ اللہ آپؐ نے ایک فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ مودودی صاحب بھی باطناً شیعہ ہیں۔ لیکن ظاہری سنیت کی وجہ سے صاف صاف اس عقیدے کا اظہار نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے حضرت یونسؑ کی طرف اس جرم کو منسوب کر کے ذہن کو شیعوں کے مندرجہ بالا

عقیدے کے لئے تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیوں کہ اگر ایک نبی ادائیگی فرض میں کوتاہی کر سکتا ہے۔ تو دوسرے انبیاء کے متعلق بھی یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔

(اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد جب مذکورہ عبارت پر لے دے ہوئی تو موصوف نے دوسرے ایڈیشن میں اس پوری عبارت کو حذف کر دیا۔ لیکن نہ تو غلطی کا اعتراف کیا۔ اور نہ ہی ان لوگوں کو اس ترمیم سے آگاہ ہونے دیا کہ جن کے پاس پہلا ایڈیشن موجود ہے۔ اس قسم کی حرکت سے اس کے سوا اور کیا سوچا جا سکتا ہے کہ مودودی صاحب نے ان افراد کی گمراہی کو غنیمت جانا ہے)

متجددین فتنہ سبائیت

اس وقت فتنہ سبائیت کی تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے۔ دکھانا صرف یہ ہے کہ ہر زمانے میں اس نے ایسے اشخاص کو جنم دیا ہے جنہوں نے زمانہ اور ماحول کے اعتبار سے اسے پھیلانے کی پوری کوشش کی ہے اور زمانہ کے فکری ذوق کی مناسبت سے ایسے لباس پہنایا ہے موجودہ دور میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں فتنہ سبائیت کا مجدد کہا جا سکتا ہے۔ مشہور ملحد ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور فجر الاسلام کے مصنف ڈاکٹر احمد امین اور سید قطب کے نام اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں جنہوں نے جدید اسلوب اختیار کر کے عربی زبان میں سبائیت کی خوب خوب وکالت کی ہے۔ اردو میں لکھنے والوں میں بھی اس قسم کے مصنفین موجود ہیں۔ جن میں نمایاں اور مشہور شخصیت مولوی سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان کی ہے۔

موصوف کی تازہ تالیف "خلافت وملوکیت" نے تو نقاب تقیہ کو بالکل ہی پارہ پارہ کر کے موصوف کی سبائیت کو الم نشرح کر دیا ہے۔ کتاب میں جس خوب

صورتی اور سلیقہ کے ساتھ سبائیت کے تلخ زہر کو شیریں بنا کر تاریخی واقعوں کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی اور اسے دیکھ کر اس کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ موصوف بلاشبہ سبائیت کے مجدد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

بعض حضرات اس پر چیں بجبیں ہیں کہ تم نے مولانا مودودی صاحب پر تجدید سبائیت کا الزام کیوں عائد کیا؟ ان سے گزارش ہے کہ عبداللہ ابن سبا کی پوری تحریک کی روح رتبہ صحابیت کی ناقدری اور صحابہ کرامؓ پر بے اعتمادی تھی وہ خود تو یہودی منافق تھا لیکن اس نے مسلمانوں میں ایسی جماعتیں پیدا کر دیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی صحابہؓ کے حق میں بدگمانی اور بدزبانی سے کام لینے لگے۔ ان میں بہت سے فرقے ہو گئے بعض تو حد کفر تک پہنچ گئے۔ مثلاً شیعہ باطنیہ یا نصیریہ وغیرہ بعض اسلام میں تو داخل رہے مگر مبتدع اور گمراہ کہلائے۔ یہ اگرچہ مسلمان ہیں مگر اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں ــــ صحابہ کرامؓ کے حق میں اتنی بدگمانی و بدزبانی کے بعد بھی اگر کوئی شخص اہل سنت والجماعت میں داخل رہے تو یہ لفظ ہی بے معنی ہو جائے گا۔ میں انہیں مسلمان سمجھتا ہوں لیکن شیعہ اور گمراہ سمجھتا ہوں۔ انہوں نے ایک نئے عنوان سے (جو موجودہ زمانے میں مقبول ہے) ایک جماعتِ صحابہؓ کو مجروح کر کے ان پر بے اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو ابن سبا کا خاص مشن تھا اس لئے میں نے انہیں مجدد سبائیت کہا ہے۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لئے لمحۂ فکر

مودودی صاحب نے اسلامی حکومت کے قیام کے کام پر آپ سب کو

جمع کیا ہے۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ ۱۳ سو برس کے زمانہ میں وہ صرف بارہ تیرہ سال اپنی صحیح شکل میں قائم رہی۔ حضرت عثمان رضی ہی کے زمانہ سے اس میں تغیر پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ حضرت علی رضی نے اصلاح کرنا چاہی مگر ناکام رہے۔ حضرت حسن رضی نے بھی صرف چھ ۶ ماہ کوشش کے بعد اس سے دست کشی اختیار کرلی۔ ان کے بعد ان کی اصطلاحی "ملوکیت" کا دور شروع ہوگیا۔ اور خلافت کا ایسا خاتمہ ہوا کہ آج تک وہ عنقا ہے۔ گویا اسلامی حکومت کے تیرہ سو سال میں زیادہ سے زیادہ تیس ۳۰ سال قائم رہی۔ اس میں بھی خاصا زمانہ ایسا گزرا جس میں اس کا کمال رخصت ہوچکا تھا اور اس کی ناقص شکل باقی رہ گئی تھی۔ اس نظریہ سے کیا یہ نہیں معلوم ہوتا کہ "اسلامی حکومت" نظری طور پر بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن اس کا عملی وجود ممکن نہیں ہے؟ پھر جب وہ عملاً غیر ممکن ہے تو اس کے لئے جد وجہد کرنا اضاعت وقت وقوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مہربانی فرماکر اس سوال پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ اسلامی حکومت کا نعرہ لگاتے کے بعد صحابہ کرام کو مجروح کرنا "یکے بر سرِ شاخ دین می برید" کا مصداق بن جاتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد یہ بھی سوچئے کہ مودودی صاحب آپ کو کدھر لے جارہے ہیں؟ اسلامی حکومت کی جانب یا شیعت کی جانب؟

احقر

محمد اسحاق صدیقی ندوی عفی اللہ عنہ، ۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

مودودی صاحب کی گمراہی کے اُنیس (۱۹) وجوہ

مکتوب گرامی

امیر جماعت اسلامی کے نام

از شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی

مخدومی السلام علیکم،

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں آنجناب کی شرکت کیلئے ایک دعوت نامہ کئی روز ہوئے ارسال خدمت کیا گیا تھا۔ اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ نے اسے قبول فرمایا یا نہیں۔ جمعیتہ العلماء کے سالانہ اجتماع کیوجہ سے آنجناب کی مصروفیتوں کا بخوبی اندازہ ہے لیکن ان دونوں اجتماعات کی تاریخوں میں اتنا تفاوت ہے کہ آپ تھوڑا سا وقت ہمیں بھی مرحمت فرمائیں گے۔ ہمارا اجتماع انشاء اللہ ۲۰ ، اپریل سے شروع ہوگا۔ آنجناب سے ملنے کا اشتیاق تو بہت عرصہ سے ہے چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے خط وکتابت بھی کی تھی لیکن بدقسمتی سے آپ اپنی مصروفیتوں کیوجہ سے اس وقت کوئی وقت نہ دے سکے۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمن کے ذریعہ وقت کے تعین کی خواہش

کی تھی لیکن اس موقع پر ملاقات کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوسکی بہرحال میں متعدد مسائل پر تبادلہ خیال کی ضرورت شدت سے محسوس کررہا ہوں اور بہت سے امور میں آنجناب سے کچھ مشورے بھی کرنے ہیں اگر اس اجتماع کے موقع پر آپ تشریف لے آسکیں تو یہ ہماری عزت افزائی کا بھی موجب ہوگا اور یہ پیش نظر مقصد بھی حاصل ہوسکے گا لیکن اگر خدانخواستہ یہ ممکن نہ ہو تو پھر اجتماع حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ مجھے کوئی موقع عنایت فرمادیں تو انشاء اللہ میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔ اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کررہا ہوں۔ وہ دارالافتاء دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو سہارنپور سے "مودودی فتنہ مٹادو" "مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے" "مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں" "مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو" کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے معلوم نہیں یہ فتویٰ آپ کی —— نگاہ سے بھی گزرا ہے یا نہیں؟ یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کیلئے انتہائی حد تک تکلیف دہ اور دلآزار ہے جو تحریک اسلامی کو حق سمجھ کر اس میں شریک ہوئے ہیں یا اس کو حق سمجھتے ہیں ایسے فتویٰ کا دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونا جہاں آپ جیسے محتاط حضرات ہیں ہمارے لئے انتہائی حیرت اور قلق کا موجب ہوا ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ ان امور کے بارے میں جن پر اس فتوے کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔ متعدد بار ہماری طرف سے توضیحات شائع کی جاچکی ہیں اور جن کے بارہ میں ذمہ داران دارالعلوم سے براہ راست خط وکتابت بھی ہوچکی ہے جس کا سلسلہ ابھی جاری ہے امید ہے کہ جناب جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے والسلام

ابواللیث

امیر جماعت اسلامی

درمجلسِ خود راه مده ہمچو منے را　　　افسرده دلے افسرده کند انجمنے را

محترم المقام۔ زید مجدکم:　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس سے پہلے دعوت نامہ پہنچا تھا اجلاس سالانہ جمعیتہ کے سر پر آجانے کی وجہ سے میری مصروفیتوں کا عذر جناب نے صحیح طور پر اندازہ کیا مگر اس کے علاوہ اور بھی ایسے ہی یا اس سے زائد قوی اعذار اس وقت درپیش ہیں مثلاً دارالعلوم کا سالانہ امتحان ہے جو کہ رجب کی آخری تاریخوں سے شروع ہوکر ۳، ۲، ۲۲، ۲ شعبان پر ختم ہوتا ہے نیز دارالعلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہے جس میں کتب مفوضہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا ختم کرانا ہے جس کو ۲۷، ۲۸ شعبان تک انجام دینا ہے یہ امور علاوہ ان امور کے ہیں جو کہ تمام سال میں انتہائی مصروفیتوں کے باعث ہوتے ہیں جن موٹی موٹی سرخیوں والے اشتہارات کو آنجناب ذکر فرماتے ہیں ان کا مجھ کو آپ کے والانامہ سے پہلے کوئی علم نہ تھا صرف سہارنپور سے ایک رسالہ مسمّی بہ "کشف حقیقت" یعنی "تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں" ایک صاحب نے بھیجا تھا اُس کا البتہ علم ہوا تھا۔

محترما۔ میرا پہلے خیال تھا کہ آپ کی تحریک اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی دینی اور دنیاوی کمزوریوں اور ان کے انتشارات کے دور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے۔ اگرچہ طریقِ تنظیم میں اختلاف رہے تھا اس لئے میں نے اس کے خلاف آواز اٹھانا یا تحریک کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اگرچہ افراد جماعت اور قائد جماعت کی طرف سے بسا اوقات ناشائستہ الفاظ تحریر اور تقریر میں معلوم ہوئے مگر ان سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا مگر آج جب کہ میرے سامنے اطراف وجوانب ہندوپاکستان سے آئے ہوئے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر

لگا ہوا ہے اور پانی سر سے گزر گیا ہے تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

آپ کی تحریک اسلامی خلاف سلف صالحین مثل معتزلہ، خوارج، روافض جہمیہ وغیرہ فرقِ قدیمہ اور مثل قادیانی، چکڑالوی، مشرقی، نیچری، مہدوی بہائی وغیرہ فرقِ جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ وہ ان اصول و عقائد و اعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہلِ سنت والجماعت اور اسلاف کرام کے خلاف ہے۔

ا۔ وہ تفسیر بالرائے کی قائل ہے۔ ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدان یورپ اور ان کی نئی روشنی کا حامل اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنی رائے اور مذاق سے تفسیر کر کے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بنے اور یہی آپ کے یہاں ہو رہا ہے خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلفِ صالحین اور اقوالِ صحابہ کرام کے خلاف ہو۔

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم پر ان الحکم الا للہ کی تفسیر بالرائے کر کے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کر دی اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حق اریدبہا الباطل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ ہے، ان لوگوں کو سنت سے سمجھاؤ، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے مگر چار ہزار اپنی ضد اور رائے پر قائم رہے اور تکفیر و قتل کا بازار گرم کرتے رہے۔ یہی زمرۂ خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد اس تفسیر بالرائے کی وبا اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو

عمل میں لایا گیا۔ مرتکب کبائر وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی اور نہ صرف خوارج ہی تک اس کی محدودیت رہی بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ روافض جہمیہ کرامیہ، مجسمہ، مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالرائے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ اہل سنت والجماعت ہمیشہ اتباعِ سنت اور اسلاف صالحین صحابہ کرام اور افاضل تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء اور مذاق کو انہیں کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوتے رہے اور ما انا علیہ واصحابی کی سند حاصل کرتے رہے۔ یہی بعینہٖ واقعہ ان از منہ اخیرہ میں پیش آیا، نیچریہ، قرآنیہ (اتباع چکڑالویہ قادیانیہ، خاکسار بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالرائے اور اپنی عقل اور مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرف کھینچنا یا ترک کر دینا اختیار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی پیشن گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا من فسر القرآن برایہ فقد کفر (او کما قال) کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرام اور ان کی تلامیذ جن کی زبان مادری عربی تھی اور جنہوں نے وحیٔ خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود اور آپ کے اعمال اور سنن کو دیکھنے والے تھے۔ اور تابعین جو مشاہدین وحی کے شاگرد رشید تھے ان کی تفسیریں تو بالائے طاق رکھ دی جائیں اور ان کو مردود اور غلط قرار دیا جائے اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جنکو زبان عربی اور اس کے ادب اور اصولِ دین وغیرہ میں کوئی مہارت تامہ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو بلکہ کیمبرج یا آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت کی بنا پر ان کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دیا جائے۔ جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علومِ دینیہ کو پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہیں ان کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسران علوم ملاحدۂ یورپ کی تم ظریفیوں کو مرادِ خداوندی اور مقصودِ الٰہی

قرار دیا جائے ۔ کیا کوئی عقلمند یا کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی فوجی کالج کے سند یافتہ کو یا انجنیئرنگ کالج کے فارغ التحصیل کو ، اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہوں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے اور بیماروں میں معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دیجائے گی جب کہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبی سند بھی نہیں رکھتا ہے ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کر دینے کے مترادف ہے ۔ اور بجائے نفع رسانی مضرات اور بجائے تعمیر تخریب کا باعث ہوگا ۔ یہی حال ایسے مفسرین کی تفسیر بالرائے کا ہے کہ سلف صالحین کی تفسیر اور اصول دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت ضلالت و گمراہی کا پیش خیمہ ہوگی ۔

۲ ، وہ پیغمبر اسلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا بتلاتے ہوئے تاریخی واقعات کے ذریعے احادیث صحیحہ اور حسنہ کو ردی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے حالانکہ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحی خداوندی قرار دیتی ہیں ۔ دنیاوی مشوروں اور جزئیات یومیہ اور روزمرہ کی ضروریات زندگی پر اخبار ہائے نبویہ اور احکامات سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفت نصوص قطعیہ ہے ابتداع فی الدین کی کھلی ہوئی تحریر ہے

۳ ۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم یا صحیح غیر حقیقی المراد روایات کی بناء پر غیر قابل وثوق اور ہدف ملامت بناتی ہے ۔ حالانکہ انہی کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے ۔ اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذہ اسلام غیر قابل اعتماد ہو گئے تو تمام عمارات دین بالکل ڈھہ جائیں گی ۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے بیشمار احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں اور زور دار الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں ۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول روز روشن ملیامیٹ

ہو جاتے ہیں ۔

۴ ۔ وہ صحابہ کرام کی متعدد روایتوں کو خواہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں ان کی خوش اعتمادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقعیت سے دور کرتی ہے ۔ حالانکہ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق و اعمال نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سے بڑا کاری ہتھیار ہاتھ آ جاتا ہے ۔

۵ ۔ وہ احادیث صحیحہ کے راویوں اور ائمہ حدیث کو مجروح کرنے اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوال ضعیفہ یا غیر ظاہر المراد اقوال صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہل ہوا ، دشمنوں کے اقوال پیش کرتی ہے ، مشاہیر عالم ائمہ ثقات کو غیر قابل اعتبار قرار دیتی ہے حالانکہ اس سے تمام ذخائر احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں اور لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا کا سماں پیش آ جاتا ہے ۔

۶ ۔ وہ تقلید شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے ۔ حالانکہ یہ امر آیات قرآنیہ فاسئلوا اھل الذکر ۔ واتبع سبیل من اناب الی ؛ ومن یتبع غیر سبیل المومنین الآیۃ کی بناء پر فی زماننا واجب کہ اہل علم وجامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں ، جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال و وقائع بتلاتے ہیں ، تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے ۔ اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ دین اور مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے ۔

۷ ۔ وہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ ، امام مالک ، امام شافعی ، امام احمد رحمہم اللہ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتاتی ہے حالانکہ یہ ائمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہائے ہدایت وتقویٰ اور علوم دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں ۔ ان کی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امت مسلمہ

کا اجماع ہے۔

۸۔ وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا بھی خلاف کیوں نہ ہو۔

حالانکہ منکرین تقلید بھی اس کے مخالف ہیں ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدم تقلید کے زور دار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے۔ اپنے رسالہ اشاعت السنۃ جلد دوم ص ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ میں لکھتے ہیں "پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے "تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و فجور تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال خدا کے مال (حقوق) دبا بیٹھتے ہیں، کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے"۔ الخ مختصراً

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہل علم میں بھی موجود ہے۔ بالخصوص پروفیسروں اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں تو یہ حضرات علوم اسلامیہ اور فنون عربیہ اور ادب عربی سے

اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح عوام مسلمین اور اگر کسی میں قدرے شُد بُد موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم کے ہے۔ عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں، ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہوں یا یورپین عربی کے ایم اے اور فاضل بھی ہیں، وہ عربی درسگاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفل مکتب ہیں۔ نہ صحیح عبارت عربی قواعد کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں، نہ بے تکلف بول سکتے ہیں اور اگر بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادب عربی کا مدار ہے، چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترک تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانے کے مجتہدین مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔

۹۔ وہ طریق تصوف اور سلوک اور اس کے اعمال کو جاہلیت اور الحاد زندقہ قرار دیتی ہے، اس کو بدھ ازم اور یوگ بتلاتی ہے۔ حالانکہ یہی طریق اور اعمال ہیں کہ فی زمانا اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے ماموربہ کی تحصیل اور عبودیت کاملہ کا استحصال بغیر ان کے اسی طرح ناممکن ہے، جیسے کہ فی زمانا قرآن کا صحیح پڑھنا بغیر زیر، زبر، پیش، جزم و تشدید اور بغیر تجوید غیر ممکن ہے اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زمانا سمجھنا اور عربیت کو حاصل کرنا بغیر صرف نحو، معانی و بیان بدیع و کتب لغت غیر ممکن ہے۔ قرون اولی کو تلاوت صحیح اور فہم معانی میں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جن کی مادری اور روزمرہ کی بول چال عربی ہے) ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں۔

کم و بیش کا فرق دوسری بات ہے ، اختلاط بالعجم نے ان کو عجمی بنا دیا ہے ، زمانہ کے قدیمہ اور قرون اولیٰ میں احسان اور عبدیت کاملہ قرب زمانہ نبویہ کی بنا پر ان طریق و اعمال کی محتاج نہ تھی ، مگر آج بغیر ان کے ان مامور بہا کمالات کا حاصل کرنا عادتاً غیر ممکن ہو گیا ہے ۔ ان کو ترک کر دینا سراسر ظلم اور نا انصافی ہے ۔

۱۰۔ وہ سلف صالحین اور اولیاء اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی کرتی سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل و خوار کرتی ہے ، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "من اذی ولیاً لی اذنتہ بالحرب" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "اذکروا موتاکم بخیر" اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا "لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا" جس سے تحذیر مقصود ہے ۔

۱۱۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز ، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز ، اور ان کے اتباع و احفاد اور دیگر ائمہ صوفی حضرت خواجہ معین الدین چشتی ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرارہم ، ائمہ طریقت کو مسلمانوں میں افیون اور ضلال و گمراہی کے انجکشن دینے والے اشخاص بتلاتی ہے ۔ حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلاف کرام ہیں ، جنہوں نے تمام دنیائے اسلام میں دین اور سنت کو زندہ کیا ، اور ان کے فیض اور برکات سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقویٰ کی نعمت حاصل ہوئی ان کے مآثر اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں ۔

۱۲۔ وہ مذکورہ بالا مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو شرک اور بدعات اور ضلالت کے پھیلانے والے بتاتی ہوئی ان کی تذلیل کرتی ہے ، حالانکہ اعمال طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں ، یا چشتیہ ، قادریہ ، سہروردیہ وغیرہ کے شرک اور بدعات سے کوسوں دور ہیں طریقت کی تعلیم سراسر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

اعمال و اقوال سے بھری ہوئی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید کی ہے جس پہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شاہد عادل ہیں ۔ دیکھو تصانیف امام ربانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عوارف المعارف فتوح الغیب وغیرہ ۔

۱۳۔ وہ علماء ظاہر اور محافظین علوم شرعیہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتی ہوئی عوام کو ان سے متنفر کرتی ہے اور ان کی تذلیل و توہین عمل میں لاتی ہے اور ان کو غیر قابل اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کی طرف لے جاتی ہے ۔

حالانکہ اس پر آشوب اور پُر فتن زمانہ میں جب کہ فسق و فجور اور الحاد و کفر ، ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی کا چاروں طرف دور دورہ ہے ۔ خدا اور رسول سے لوگ دور ہوتے جاتے ہیں اور شریعت کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں ضروری تھا کہ محافظین شرع اور مبلغین دین و ہدایت کا وقار عوام میں قائم کیا جاتا اور احیائے دین ، اور اتباع شریعت کی صورتیں پیدا کی جائیں ، عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جانا دین کے مٹانے کے مترادف ہے ۔ یہی طریقہ تمام مبتدعین نے ہمیشہ سے جاری کر رکھا ہے ، یہی طریقہ نیچریوں "قادیانیوں" اور خاکساروں وغیرہ نے کیا ، بلکہ مشرقی کا رسالہ "ہمارا مولوی کا ایمان" تو اس باب میں خوب کھل کھیلا اور ہر مبتدع اور ضال اور معیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت و گمراہی کے پھیلانے کے لئے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا ۔

۱۴۔ وہ احادیث صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور اپنے مذاق سے مجروح قرار دیکر عام مسلمانوں کو ان سے منحرف کرتی ہے حالانکہ سلف صالحین ، صحابہ کرام ، تابعین عظام قرون مشہود لہا بالخیر نے ان کو قبول فرمایا ہے ، اور جو شبہات اس پر وارد کیے جا سکتے

بہ ان کے دنیہ کی صورتیں بتائی ہیں۔ اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلیٰ درجہ عطا کریں مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں۔ جن پر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں احمق سے احمق شخص بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال کرتا ہے۔

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد ۔ بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

۱۵۔ وہ مثلِ خوارج "ان الحکم الا للّٰہ" اور "من لم یحکم بما انزل اللّٰہ" کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے، حالانکہ یہ اس کی غلط تاویلات اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور "کلمۃ حق ارید بہا الباطل" کا نتیجہ ہے، نیز سلف صالحین کی آراء اور اعمال سے بغاوت اور انحراف ہے۔

۱۶۔ وہ چکڑالوی کی طرح ذخیرۂ احادیث دین متین کو (معاذ اللّٰہ) ناقابلِ اعتبار قرار دیتی ہے اگرچہ وہ اخبار احادی کیوں نہ ہوں، حالانکہ ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک ان کو اصول دین قرار دیا گیا ہے، اور بہ نسبت روایات تاریخیہ ان کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھا گیا ہے۔

۱۷۔ وہ مثلِ فرقہ قادیانیہ اپنے قائد اعظم اور امیر کو ایسا اختیار بتاتی ہے کہ اپنے مذاق سے جس حدیث کو قابل اعتماد قرار دے اور جس کو چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے، حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم یہاں تک کسی میں پہلے ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں مانی گئی اور نہ اس زمانہ فتنہ و فساد میں مانی جا سکتی ہے جب کہ رائے صائب، امانت کاملہ اور علم کامل عنقا ہوتے ہیں بلکہ حسب ارشاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یؤمن علیہ الفتنۃ" ایسا امر موجودہ دور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

۱۸۔ وہ ذخائر فقہ کو غلط اور ذخیرہ ضلالت بتاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے اور مسلمانوں کے آج تک تیرہ سو برس کے عمل درآمد کو جاہلیت اور

گمراہی بتلاتی ہے اور سب گذشتہ مسلمانوں کو غیر ناجی کہتی ہے، حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

۱۹۔ وہ مثلِ معتزلہ اور روافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر "حقیقی توحید کا دفتر، جماعت موحدینِ حقیقی کا ملجاِ اسلام" یا اس کے مترادف الفاظ میں لکھتی ہے جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل اور اصحاب التوحید کہتے اور لکھتے تھے، شیعہ اپنے آپ کو محبینِ اہلِ بیت لکھتے ہیں جس کے معنی یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے اصحاب اور فرقے اصحاب عدل نہیں اور نہ اصحاب توحید ہیں اور نہ اصحاب اہلِ بیت سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمین میں زمانہ ہائے گذشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے صاف ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج روافض وغیرہ اور اہل سنت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنہ اخیرہ میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں، ازادیوں، نیچریوں، قادیانیوں، خاکساروں وغیرہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں۔ غیر مقلد اپنے آپ کو اہلِ حدیث والتوحید کے خوشنما سائن بورڈ سے مزین کرکے آوازہ بلند کرتا ہے کہ احناف حدیثِ نبوی سے محروم اور توحید سے خالی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے سائن بورڈ سے بھی یہی حملہ لگتا ہے کہ جو لوگ اسلامی جماعت کے ممبر نہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں۔ وہ اسلامیت کاملہ نہیں رکھتے۔ اس سے عوام کو جس قدر انتشار اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوگا کہ اسلامی جماعت میں داخل نہ ہونے والے مشرک اور کافر غیر ناجی ہیں۔ ہر ایک من مانی باتوں پر بحث کریگا، اور گالی گلوچ مناظرہ، مجادلہ، مارپیٹ وغیرہ کا بازار گرم ہوگا اور عوام کو سنبھالنا قبضہ سے باہر

جو کر امتِ مسلمہ کو انتہائی مشکلات میں مبتلا کر دے گا۔

محترما! دورِ حاضر کے ہم مسلمانانِ انڈین یونین کی مشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ مہاسبھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت۔ آر ایس ایس کی اسلام دشمنی، آریوں کی جارحانہ مذہبی پالیسی اور مرتد بنانے کی جارحانہ کوششیں مسلمانوں کی ہر قسم کی مادی اور روحانی کمزوری اور ان کی منتشرہ حالت ان میں احساس کمتری کا روز افزوں مرض ملحدانِ مغرب کی طرف سے الحاد زندقہ کی سموم آندھیاں مادہ پرستی کی زور دار اسکولوں، کالجوں کی نظام، نفوس انسانیہ کا دنیاوی اور مادی ترقی کا رجحان وغیرہ وغیرہ امور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاتا، اور حکیمانہ عاقلانہ تنظیم عمل میں لا کر ان کے خوف وہراس، بدحواسی اور بزدلی، بے دینی اور بدعملی کو دور کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریک اس کے برخلاف دینی اور دنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضا میں پیدا کر رہی ہے اور آئندہ تمام ملک کو اس سے مسموم کر دینے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے اس لیے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کو نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بار بار اعلان کر چکے ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریک خاکساران میں رکاوٹ دیکھ کر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ پھر کیا ایسا ہوا اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی خود مودودی صاحب کی زبان ہی سے سن لیجئے۔ دیکھئے الفرقان نمبر ۳، ص ۹، ۱۰ بابت ماہ صفر، ربیع الاول بعنوان

خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی۔

محترما! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قابل توجہ ہوگا اور اس شخص کے عقائد و اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑے گا خصوصاً جب کہ مودودی صاحب کے لٹریچر برابر زور دار طریقہ پر شائع کیے جاتے ہیں اور ممبروں اور غیر ممبروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں وہ زہریلے مواد جو نہایت چالاکی سے زوردار تحریروں میں رکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔ میرے محترم! امور مذکورہ بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ جناب سے شرفِ ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں ایک پرانا مسلمان اور مقلد حنفی خادم مشائخ طریقت ہوں۔ آپ حضرات نئے اسلام کے روشن چراغ ہیں میں مسلمانوں کو سلف صالحین کے راستہ پر چلانا چاہتا ہوں اور اس میں ان کی نجات سمجھتا ہوں۔ آپ حضرات مودودی صاحب کے نئے اسلام پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ ان کی تجدید اور احیاء کو جو کہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید وغیرہ رحمہم اللہ کو بھی نصیب نہیں ہوسکی۔ ذریعہ نجاتِ مسلمانوں کے لیے قرار دیتے ہیں۔ آپ سلف صالحین کی تیرہ سو سالہ جاہلیت سے جو کہ مسلمانوں میں اس وقت سے لے کر آج تک جاری رہی اور ہر وقت رہی اور اسلام بجز شرذمہ قلیلہ اس میں مبتلا رہا اس سے نجات دلانا چاہتے ہیں، پھر اس اصول لون بعید پر کیا امید ہے کہ آپ مجھ پر اثر ڈالیں گے اور میں آپ پر کوئی اثر ڈال سکوں۔ آپ اس تحریک کو عرصۂ دراز سے چلا رہے ہیں۔ کئی برس ہوئے کبھی آپ نے دیوبند تشریف آوری کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔ نہ آپ نے جمعیۃ علماء کے دفتر میں آ کر اس کے کارکنوں سے تبادلۂ خیال کر کے مسلمانوں کی بہتری کی راہ پر غور و فکر فرمایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج کس وجہ سے آپ کو اس طرف توجہ ہوئی ہے۔ بہرحال میں آپ کی توجہ کا شکرگذار

ہوں مگر اس بون بعید کے ہوتے ہوئے مجھ کو کوئی امید فائدہ معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ آپ کا رامپور کا جلسۂ عام بڑے درجہ پر آپ کو پہنچا چکا ہے تو بجز اس کے کہ، "لکم دینکم ولی دین" کہ کر آپ کو تکلیف فرمانے کی زحمت سے سبکدوش کروں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں حیدرآباد کے اجلاس اور دیگر مصروفیتوں کی بنا پر اس عریضہ کو پورا نہ کر سکا تھا آپ کا دوسرا والا نامہ جوابی رجسٹری والا باعثِ سرفرازی ہوا، اس کا بھی شکر گزار ہوں جیسے کہ پہلے والا نامہ کا شکر گزار ہوں۔

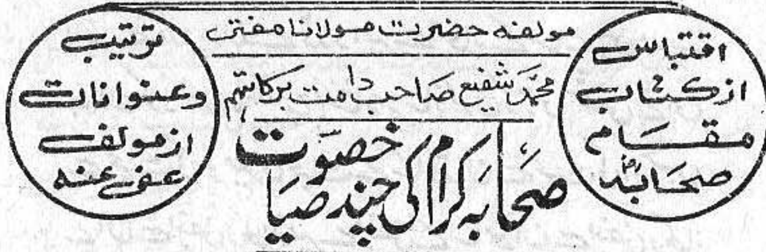
میرے محترم! مذکورہ بالا مضامین جو کہ بہت زیادہ اقتباسات سے لئے گئے ہیں بجائے خود مایوس کن ہیں۔ دارالافتاء کے مضامین کا جناب کو شکوہ ہے اور اس کو روکنے کا تا اجتماع حکم دیتے ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ہے۔ اس کے سرپرست جناب مولانا المفتی سید مہدی حسن صاحب ایک معمر تجربہ کار فاضل و محقق ہیں۔ روزانہ ان کے پاس تیس چالیس بلکہ اس سے زائد استفتے آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو چکانے ضروری ہوتے ہیں۔ تحریک اسلامی مذکور کے متعلق بھی جب وہ مجبور ہوئے اور استفتوں کی بھرمار ہوگئی تو قلم اٹھانا اور مودودی صاحب کی تصانیف کو مطالعہ کرنا پڑا۔ ان کے پاس ان تصانیف کا معتدبہ ذخیرہ بھی ہے۔ ان کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ (آمین)

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
دیوبند

"تتمہ"

امتِ مسلمہ کیلئے صحابہ کرامؓ کے بارے میں

چند اہم ہدایات



صحابہ کرامؓ جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ امت کے عام افراد ورجال کی طرح نہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام و امتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص و تصریحات کا عطا کیا ہوا ہے۔ اور اسی لئے اس پر امت کا اجماع ہے۔ اسکو تاریخ کی صحیح و سقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور اجماع امت کے مقابلے میں متروک ہوگی۔ تاریخی روایات کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر صحابہ کرامؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

عذاب الیم ہے ان لوگوں کے لئے جو ان حضرات سے یا اُن میں سے بعض سے بغض رکھے یا اُن کو بُرا کہے ایسے لوگوں کا ایمان بالقرآن سے کیا واسطہ جو اُن لوگوں کو بُرا کہتے ہیں جن سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔

"حضرات صحابہ کرامؓ پر اعتراض و الزام دراصل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت ہے" ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملے میں میرے بعد ان کو (طعن و تشنیع) نشانہ نہ بنا لینا کہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ جس نے صحابہ کرامؓ سے محبت رکھی وہ میری محبت کے ساتھ محبت رکھی اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ صحابہؓ سے محبت رکھنا میری محبت کی علامت ہے۔ ان سے وہی شخص محبت رکھیگا جس کو میری محبت حاصل ہو۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی صحابی سے محبت رکھتا ہے تو میں اس سے محبت رکھتا ہوں اس طرح اس کی محبت صحابی کے ساتھ علامت اس کی ہے کہ مجھے اس شخص سے محبت ہے۔ یہی دو معنے اگلے جملے بعض صحابہؓ کے ہو سکتے ہیں کہ جو

شخص کسی صحابی سے بغض رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض رکھتا ہے یا یہ کہ جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے تو میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔

دونوں معنے میں سے جو بھی ہوں، یہ حدیث ان حضرات کی تنبیہ کے لئے کافی ہے جو صحابہ کرامؓ کو آزادانہ تنقید کا نشانہ بناتے اور ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو دیکھنے والا ان سے بدگمان ہو جائے یا کم از کم ان کا اعتماد اس کے دل میں نہ رہے غور کیا جائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کے حکم میں ہے۔

قرآن، سنت میں مقام صحابہؓ کا خلاصہ

آیات قرآنی اور روایات حدیث میں یہی نہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور ان کو رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے بلکہ امت کو اُن کے ادب و احترام اور ان کی اقتدا کا حکم بھی دیا گیا ہے ان میں سے کسی کو بُرا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے۔ ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اجماع امت کا فیصلہ

مشاجرات صحابہؓ کے معاملہ میں صحابہؓ و تابعین اور آئمہ مجتہدین کا عقیدہ اور فیصلہ ہے کہ خواہ اس وجہ سے کہ ہم ان پورے حالات سے واقف نہیں جن میں یہ حضرات صحابہؓ گزرے ہیں یا اس وجہ سے کہ قرآن و سنت میں ان کی مدح و ثنا اور رضوانِ خداوندی کی بشارت اس کو مقتضی ہے کہ ہم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھیں، اور ان سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہے تو اس کو معاف قرار دیکر کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالیں جس سے ان میں سے کسی کی

تنقیص یا کسرِ شان ہوتی ہو، یا جو ان کے لئے سبب ایذا ہو سکتی ہو۔ کیونکہ ان کی ایذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہے، بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس معاملہ میں محقق مفکر بہادری کا مظاہرہ کرے اور ان میں سے کسی کے ذمے الزام ڈالے۔

(مرتب) کاش حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے اس بدنصیب محقق مفکر بہادر کی نشاندہی فرما دیتے تاہم گمان غالب ہے کہ امت اس بدنصیب کو سمجھ جائے گی کیونکہ اس کتاب کا موضوع خود دلالت خود دلالت النص سے اس ابہام کو رفع کر رہا ہے۔

مستشرقین اور ملحدین کے اعتراضات

کا جواب دیتے دیتے خود معترض ہو گئے

اس زمانے میں جن اہل قلم نے مصر اور ہند و پاکستان میں مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا، اور اس پر کتابیں لکھی ہیں ان کے پیش نظر دراصل آج کل کے مستشرقین اور ملحدین کا دفاع اور جواب رہی ہے جس کو انہوں نے اسلام کی خدمت سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ لیکن اس کام کا جو طریقہ اختیار کیا وہ اصولاً غلط تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود ان کے دام میں آ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقدس اور پاکیزگی کو مجروح اور اس مقدس گروہ کو بدنام کرنے کا جو کام مستشرقین اور ملحدین نہیں کر سکے تھے کہ حقیقت شناس مسلمان بہرحال ان کو دشمن اسلام جان کر ان پر اعتماد نہ کرتے تھے، وہ کام ان مصنفین کی کتابوں نے پورا کر دیا۔

اسلام میں الزام و اعتراض کے عادلانہ اصول

کسی بھی شخصیت کو مجروح کرنے اور اس پر کوئی الزام ثابت کرنے کے لئے اسلام نے جرح و تعدیل کے خاص اصول مقرر فرمائے ہیں جو عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی۔ جب تک الزامات کو جرح و تعدیل کے اس کانٹے میں نہ تولا جائے اس وقت تک کسی بھی شخصیت پر کوئی الزام عائد کرنا اسلام میں جرم اور ظلم ہے۔ یہاں تک کہ جو شخصیتیں ظلم و جور میں معروف ہیں ان پر بھی کوئی خاص الزام بغیر ثبوت و تحقیق کے لگا دینے کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ بعض اکابر امت کے سامنے کسی نے حجاج بن یوسف ثقفی پر جس کا ظلم و جور دنیا میں معروف و متواتر ہے کوئی تہمت لگائی تو اس بزرگ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کا ثبوت شرعی موجود ہے کہ حجاج بن یوسف نے یہ کام کیا ہے۔ ثبوت کوئی تھا نہیں، نقل کرنے والے نے حجاج کو بدنام اور معروف بالفسق ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی کہ اسکا ثبوت مہیا کرے۔

اس مقدس بزرگ نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو کہ حجاج اگر ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ہزاروں کشتگان ظلم کا انتقام لے گا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ حجاج پر اگر کوئی غلط تہمت لگائے گا تو اس کا بھی انتقام اس سے لیا جائے گا۔ رب العالمین کا قانون عدل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص گنہگار فاسق بلکہ کافر بھی ہے تو اس پر جو چاہو الزام اور تہمت لگا دو اور جب اسلام کا یہ معاملہ عام افراد انسان یہاں تک کہ کفار و فجار کے ساتھ بھی ہے تو اندازہ لگائیے کہ جس گروہ یا جس فرد نے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ ان کی مرضی کے لئے قربان کیا ہو اور اپنے ایک ایک

قدم اور ایک ایک سانس میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے احکام کی تعمیل کو وظیفۂ زندگی بنایا ہو جن کے مقام اخلاق اور عدل و انصاف کی شہادتیں دشمنوں نے بھی دی ہوں ان کے متعلق اسلام کا عادلانہ قانون اس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ ان کی مقدس ہستیوں کو بدنام کرنے اور ان پر الزامات لگانے کی لوگوں کو کھلی چھٹی دیدے کہ کیسی ہی غلط سلط روایت و حکایت سے بلا تنقید و تحقیق ان کو مجروح قرار دے دیا جائے۔

"بعض مسلم اہل قلم پر افسوس"

مستشرقین اور ملحدین تو دشمن اسلام ہیں یہ اگر جان بوجھ کر بھی اسلام کے اس عادلانہ اور حکیمانہ اصول عدل و انصاف کو نظر انداز کریں تو ان سے کچھ مستبعد نہیں مگر افسوس ان حضرات پر ہے جو ان کی مدافعت کے لئے اس خرخشے میدان میں آئے تھے۔ انہوں نے بھی اس اسلامی اصول کو نظر انداز کر کے حضرات صحابہؓ کے بارے میں وہی طریقہ کار اختیار کر لیا جس کو مستشرقین نے اپنی سوچی سمجھی تدبیر سے اسلام اور اسلاف اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا کہ صرف تاریخ کی بے سند اور خلط ملط روایات کو موضوع تحقیق اور مدار کار بنا کر انہیں روایات اور حکایات کی بنیاد پر حضرات صحابہؓ کی شخصیتوں پر الزامات عائد کر دیئے۔

مستشرقین کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار و اختلاف پیدا کریں۔ صحابہ کرامؓ سے سب گروہ نہیں تو بعض ہی کو مجروح غیر معتمد بنا دیں۔ انہوں نے اگر قرآن و سنت کی نصوص و روایات سے آنکھیں بند کر کے صرف تاریخی روایات کی بنا پر حضرات صحابہؓ کے بارے میں کچھ فیصلے کئے تو کوئی بعید نہیں تھا۔ افسوس ان مسلم اہل قلم پر ہے جنھوں نے

اس میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ اسلام کے عادلانہ اصول تنقید اور حکیمانہ جرح و تعدیل کے اصول کو نظر انداز کر کے انھیں تاریخی روایات کو مدار کار بنایا قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ قطعیہ نے جن بزرگوں کی تعدیل نہایت وزن دار الفاظ میں فرمائی اور دین کے معاملہ میں ان کے معتمد و معتبر ہونے کی گواہی دی جن کے بارے میں قرآن و سنت ہی کی نصوص نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان سے کوئی گناہ یا لغزش ہوئی بھی ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفور و مرحوم اور مقبول ہیں اس کے بعد تاریخی روایات سے ان کو جرح و الزام کا نشانہ بنانا اسلام کے تو خلاف ہے ہی عقل و انصاف کے بھی خلاف ہے۔

صحیح اور عادلانہ طرز عمل

امت مسلمہ کیلئے بے خطر راہِ عمل۔

امت کے اسلاف و اخلاف صحابہؓ و تابعین اور بعد کے علماء امت کا جو اجماع اور پر تعامل کیا گیا ہے کہ مشاجرات صحابہ اور باہم ایک دوسرے کے خلاف پیش آنے والے واقعات میں سکوت اور کف لسان ہی شیوۂ اسلاف ہے۔ اس معاملہ میں جو روایات و حکایات منقول چلی آتی ہیں ان کا تذکرہ بھی مناسب نہیں۔ یہ کوئی اندھی عقیدتمندی یا تحقیق سے راہ فرار نہیں بلکہ صحیح تحقیق کا عادلانہ اور محتاط فیصلہ ہے۔

بعض مسلم اہل قلم کی مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں عظیم لغزش

جتنے حضرات صحابہؓ باہمی قتال میں وجوہ شرعیہ کی بنا پر پیش پیش تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر مقابلہ سے لڑنے پر مجبور تھا۔ انہوں نے عین قتال

کے وقت بھی حدود شرعیہ سے تجاوز نہیں کیا اور فتنہ فرو ہونے کے بعد ایک دوسرے کے متعلق ان کی روش بدل گئی اور جو کچھ نقصان دوسرے فریق کے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے پہونچا باوجودیکہ وہ شرعی وجوہ کی بنا پر تھا، پھر بھی اس پر ندامت و افسوس کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ کو ان واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی اس مقدس گروہ کے قلوب اور ان کے اخلاص للہ کا اور اپنی کوتاہیوں پہ نادم و تائب ہونے کا حال معلوم تھا اس لئے پہلے ہی یہ سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے ان سب سے راضی ہونے کا اور ان کے ابدی جنت کا اعلان قرآن میں نازل فرما دیا تھا۔ جو درحقیقت اس کا اعلان ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی واقعی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے، تائب ہو گئے اور ان کے نامۂ اعمال سے اس کو محو کر دیا گیا کس قدر حیرت ہے کہ اسلام کی خدمت کا نام لینے والے بعض حضرات ان سب چیزوں سے آنکھیں بند کر کے مستشرقین و ملحدین کے طریقہ پر چل پڑے، ان حضرات کی شخصیات اور ذات پہ تاریخ کی غلط سلط اور خلط ملط روایات سے الزامات تراشنے لگے جن کو خدا تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ انہوں نے ان کو معاف نہیں کیا جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا، یہ ان سے راضی نہیں ہوئے۔

قرآن پاک احادیث مبارکہ کے مقابلہ میں تاریخ کا مقام؟

علماء اسلام نے فن تاریخ کی جو خدمتیں کی ہیں وہ اس کی اسلامی اہمیت کی شاہد ہیں (اور مسلمان ہی درحقیقت اس فن کو باقاعدہ فن بنانے والے ہیں) مگر ہر فن کا ایک مقام اور درجہ ہوتا ہے۔ فن تاریخ کا یہ درجہ نہیں کہ صحابہ کرامؓ ذوات و شخصیات کو قرآن و سنت کی نصوص سے صرف نظر کر کے صرف تاریخی

روایات کے آئینہ میں دیکھا جائے اور اس پر عقیدہ کی بنیاد رکھی جائے جس طرح فن طب کی کتابوں سے اشیاء کے حلال حرام یا پاک ناپاک ہونے کے مسائل و احکام ثابت کئے نہیں جا سکتے اگرچہ طب کی یہ کتابیں اکابر علماء ہی کی تصنیف ہوں۔

تاریخی حیثیت کا کمزور پہلو

فتنوں اور ہنگاموں کے حالات اور ان میں مشہور ہونے والی روایات کا جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ شہر میں کسی جگہ کوئی ہنگامہ پیش آ جائے تو اسی زمانے اور اسی شہر کے رہنے والے بڑے بڑے ثقہ لوگوں کی روایتوں کا بھروسہ نہیں رہتا، کیونکہ جس شخص سے انہوں نے سُنا تھا اس کو ثقہ و معتمد سمجھ کر اس کی روایت بیان کر دی مگر ہوتا یہ ہے کہ اس معتمد نے بھی خود واقعہ دیکھا نہیں کسی دوسرے سے سنا اور یوں روایت در روایت ہو کر ایک بالکل بے سر و پا افواہ ایک معتمد علیہ روایت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

مشاجرات صحابہؓ کا معاملہ اس سے الگ کیسے ہو جاتا جبکہ ابن سبا کی سبائی تحریک کے نمائندوں اور روافض و خوارج کی سازشوں کا بڑا دخل تھا۔ اس لئے اسلامی تاریخ جن کو اکابر علماء محدثین اور دوسرے ثقہ و معتبر حضرات نے جمع فرمایا اور اصول تاریخ کے مطابق ہر طرح کی روایات جو کسی واقعہ سے متعلق ان کو پہنچی۔ تاریخی دیانت کے اصول پر سب کو لے کم و کاست درج کر دیا۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ روایات کا مجموعہ کس درجہ قابل اعتبار ہو سکتا ہے

عام دنیا کے واقعات و حالات میں جو تاریخی روایات جمع کی جاتی ہیں ان میں اس طرح کے خطرات عموماً نہیں ہوتے اس لئے کتب تاریخ کا وہ حصہ جو مشاجرات صحابہؓ سے متعلق ہے خواہ اس کے لکھنے والے کتنے بڑے ثقہ اور معتمد علماء ہوں ان کے اعتبار کا وہ درجہ بھی ہرگز باقی نہیں رہتا جو عام تاریخی واقعات کا ہوتا ہے۔

"حضرت حسن بصری تابعیؒ کا ارشاد گرامیؒ"

حضرت حسن بصریؒ نے ان معاملات میں جو کچھ فرمایا اگر غور کرو تو اس کے سوا کوئی دوسری بات کہنے اور سننے کے قابل نہیں ————

حضرت حسن بصریؒ سے قتالِ صحابہؓ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا

اس قتال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ حاضر تھے اور ہم غائب۔ وہ لوگ حالات و واقعات اور اس وقت کی مقتضیات شرعیہ سے واقف تھے ہم ناواقف —— اس لئے جس چیز پر ان کا اتفاق ہوا اس میں ہم نے انکی پیروی کی اور جس چیز پر اُن کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف اور سکوت اختیار کیا۔

حضرت محاسبی اس قول کو نقل کر کے حضرت حسن کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اور آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ ان حضرات نے اجتہاد کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے طالب تھے کیونکہ دین کے معاملہ میں یہ لوگ متہم نہیں تھے۔

مفتی اعظم پاکستان کی دردمندانہ گذارش

میں اس وقت اپنی عمر کے آخری ایام مختلف قسم کے امراض اور روزافزوں ضعف کی حالت میں گذار رہا ہوں۔ زندگی سے دور موت سے قریب ہوں۔ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق فاجر بھی توبہ کی طرف لوٹتا ہے جھوٹا آدمی سچ بولنے لگتا ہے۔ ضدی آدمی اپنی ضد چھوڑ دیتا ہے ؎

گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا ان تک اب نالۂ سحر جائے
دلِ مجروح کی صدا ہے یہ کاش دل میں ترے اتر جائے

اس وقت کسی تصنیف و تالیف کے شوق نے مجھ سے یہ صفحات نہیں لکھوائے بلکہ اُمت مسلمہ کا وہ سویا ہوا فتنہ جس نے اپنے وقت میں ہزاروں لاکھوں کو گمراہ کر دیا تھا۔

اس وقت ملحدین اور مستشرقین کی گہری چال سے اس کو پھر بیدار کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے والے بہت سے فتنوں میں سے ایک اور نئے فتنے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ ملحدین اور مستشرقین کی شرارتوں اور اسلام دشمنی سے ہمارے عوام اور نو تعلیمیافتہ حضرات نہ سہی، مگر اہل علم و بصیرت رکھنے والے مسلمان تو کم از کم واقف ہیں۔ ان کی باتوں سے اتنے متاثر نہیں ہوتے مگر ہمارے ہی مسلمان اہل قلم حضرات کی ان کتابوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکتے تھے کہ خود لکھے پڑھے اہل علم اور پختہ ایمان مسلمانوں کے ذہنوں کو صحابہ کرامؓ کے بارے میں متزلزل کر دیا اور حدود مذہب و دین سے آزاد علوم قرآن و سنت سے

بے خبر نو تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تو ان حضرات پر اس طرح طعن و تشنیع اور جرح و تنقید ہونے لگی جیسے موجودہ زمانے کے اقتدار پرست لیڈروں پر ہوتی ہے۔ اور یہ گمراہی کا وہ درجہ ہے کہ اس کے بعد قرآن و سنت، توحید و رسالت اور اصول دین سبھی مجروح و ناقابل اعتبار ہو جاتے ہیں۔

اس لیے عام مسلمانوں کی اور اپنے نوخیز تعلیمیافتہ طبقے کی اور خود ان حضرات مصنفین کی خیر خواہی اور نصیحت کے جذبے سے یہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان میں اثر دے اور یہ حضرات میری گذارشات کو خالی الذہن ہوکر پڑھ لیں جواب دہی کی فکر نہ کریں اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کریں کہ نجات آخرت کا راستہ جمہور اُمت کی راہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔

جس معاملہ میں ان حضرات نے سکوت اور کف لسان کو اختیار کیا وہ کسی بزدلی یا خوف مخالفت سے نہیں بلکہ عقل سلیم اور اصول دین کے مطابق سمجھ کر اختیار کیا۔ ان کے طریق سے الگ ہو کر محققانہ بہادری دکھانا کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ اگر اپنی کوئی غلطی واضح ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کا اہتمام کریں اور جتنا ہو سکے سابقہ غلطی کا تدارک کریں۔ یہ بحثیں اور سوال و جواب کی طمطراقی بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور اس کا ثواب یا عذاب باقی رہنے والا ہے۔ ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق

بندہ ضعیف و ناکارہ

(حضرت مفتی اعظم پاکستان) محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دارالعلوم کراچی

یوم الجمعہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مودودی صاحب کی نظر میں

از مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مودودی کی تمام ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے مجھے موصوف سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ جزئیات تو بے شمار ہیں مگر چند کلیات حسب ذیل ہیں۔
اول: مولانا مودودی کے قلم کی کاٹ اور شوخی ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے مگر اس ناکارہ کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خامی یہی ہے۔ ان کا قلم مومن اور کافر دونوں کے خلاف یکساں کاٹ کرتا ہے اور وہ کسی فرق و امتیاز کا روادار نہیں جیسطرح وہ ایک لادین سوشلسٹ کے خلاف چلتا ہے ٹھیک اسیطرح ایک مومن مخلص اور خادم دین کے خلاف بھی۔ وہ جس جرأت کے ساتھ اپنے کسی معاصر پر تنقید کرتے ہیں (جس کا انہیں کسی درجہ میں حق ہے) اسی "جسارت" کے ساتھ وہ سلف صالحین کے کارناموں پر بھی تنقید کرتے ہیں۔ وہ جب تہذیب جدید اور الحاد و زندقہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے اور دوسرے ہی لمحے جب وہ اہل حق کے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویز یا غلام احمد قادیانی کا قلم چھین لیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ نبوت و رسالت کا مقام کتنا نازک ہے؟

یہ مضمون رسالہ بینات شمارہ رجب ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوا ہے

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کسی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کوئی ایسی تعبیر روا نہیں جو ان کے مقام رفیع کے شایانِ شان نہ ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے، پورا ذخیرۂ حدیث دیکھ جائیے ایک بھی لفظ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی نبی کی شان میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کمی کا شائبہ پایا جاتا ہو۔ لیکن مولانا مودودی کا قلم حریم نبوت پہنچ کر بھی ادب نا آشنا رہتا ہے اور وہ بڑی بے تکلفی سے فرماتے ہیں :۔

الف : "موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے، جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔" (رسالہ ترجمان القرآن ج ۹ ۲ عدد ۴ ص ۵)

ب : "حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲۔ طبع دوم)

ج :۔ "حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔" (تفہیم القرآن ج ۴ سورہ ص ص ۳۲۷)

د :۔ **نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔**

"بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے

مغلوب ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ اپنے دل سے بے پروا ہو کر اس طرزِ فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے۔" لہ

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۴ طبع سوم ۱۹۶۴ء)

ہ :۔ **سیدنا یوسف علیہ السلام کے ارشاد** اجعلنی علیٰ خزائن الارض (مجھے زمین مصر کے خزائن کا نگراں مقرر کر دیجئے) کے بارے میں فرماتے ہیں)

"یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔" (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۲۲)

و : **حضرت یونس علیہ السلام سے** فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔" (تفہیم القرآن ج ۲ سورہ یونس ص ۳۱۲۔۳۱۳)

ممکن ہے مولانا مودودی اور ان کے مداحوں کے نزدیک "جلد باز فاتح" — "خواہش نفس کی بناء پر" — "حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال" — "بشری کمزوریوں سے مغلوب" — "جذبۂ جاہلیت کا شکار" —

"فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں" —— اور "ڈکٹیٹرشپ" جیسے الفاظ میں سوءِ ادب کا کوئی پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے وہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال صحیح سمجھتے ہوں —— لیکن اس کا فیصلہ دو طرح ہو سکتا ہے —— ایک یہ کہ اسی قسم کے الفاظ اگر خود مولانا موصوف کے حق میں استعمال کئے جائیں تو ان کو یا ان کے کسی مداح کو ان سے ناگواری تو نہیں ہوگی؟ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ مولانا ڈکٹیٹر ہیں۔ اپنے دور کے ہٹلر اور مسولینی ہیں۔ وہ خواہش نفس سے کام کرتے ہیں۔ جذبہ جاہلیت سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال کر جاتے ہیں" اور انہوں نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہیں وغیرہ وغیرہ تو میرا خیال ہے کہ مولانا کا کوئی عقیدت مند" ان الزامات" کو برداشت نہیں کرے گا۔ اگر یہ الفاظ مولانا مودودی کی ذات سیادت مآب کے شایانِ شان نہیں۔ بلکہ یہ مولانا کی تنقیص اور سوئے ادب ہے۔ تو انصاف فرمایئے کہ کیا ایسے الفاظ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت شائستہ ہیں؟

اسی نوعیت کا ایک فقرہ اور سُن لیجئے:

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں

"یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہیئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی ...... بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر اُبھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا، اور ضبط نفس کی

گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے"

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۳۳)

اس عبارت سے سیدنا آدم علیہ السلام کا اسم گرامی حذف کر کے اس کی جگہ اگر مولانا مودودی کا نام لکھ دیا جائے تو میرا اندازہ ہے کہ ان کے حلقہ میں کہرام مچ جائے گا اور پاکستان میں طوفان برپا ہو جائے گا، اس سے ثابت ہے کہ یہ فقرہ شائستہ نہیں۔ بلکہ گستاخی اور سوءِ ادب ہے،

اسی کی ایک مثال اُمہات المؤمنین کے حق میں موصوف کا ایک فقرہ ہے:

"وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہو گئیں تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی کرنے لگی تھیں"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور۔ مورخہ ۱۹ نومبر ۷۶ء)

مولانا موصوف نے یہ فقرہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وعلیہن وسلم کے بارے میں فرمایا ہے مگر میں اس کو مضاف سے زیادہ مضاف الیہ کے حق میں سوءِ ادب سمجھتا ہوں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ مولانا محترم کی اہلیہ محترمہ امہات المؤمنین سے بڑھ کر مہذب اور شائستہ نہیں۔ نہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقدس ہیں۔ اب اگر ان کا کوئی عقیدت مند یہ کہہ ڈالے کہ مولانا

کی اہلیہ مولانا کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں تو مولانا اس فقرے میں اپنی خفت اور ہتک عزت محسوس فرمائیں گے، پس جو فقرہ خود مولانا کے حق میں گستاخی تصور کیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المؤمنین کے حق میں سوءِ ادب کیوں نہیں؟

الغرض مولانا موصوف کے قلم سے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں جو ادبی شہ پارے نکلے ہیں وہ سوءِ ادب میں —— داخل ہیں یا نہیں؟ اس کا ایک معیار تو یہی ہے کہ اگر ایسے فقرے خود مولانا کے حق میں سوءِ ادب میں شمار ہو کر ان کے عقیدت مندوں کی دل آزاری کا موجب ہو سکتے ہیں تو ان کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں بھی سوءِ ادب ہیں، اور جو لوگ نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں ان کی دل آزاری کا سبب ہیں۔

دوسرا معیار یہ ہو سکتا ہے کہ آیا اردو میں جب یہ فقرے استعمال کئے جائیں تو اہل زبان ان کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں؟ اگر ان دونوں معیاروں پر جانچنے کے بعد یہ طے ہو جائے کہ واقعی ان کلمات میں سوءِ ادب ہے تو مولانا کو ان پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ان سے توبہ کرنی چاہئے، کیونکہ انبیاء کرام کے حق میں ادنیٰ سوءِ ادب بھی سلب ایمان کی علامت ہے

(۳) انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کا سب سے مقدس گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ خصوصاً حضرات خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم کا منصب تو انبیاء کرام علیہم السلام اور امت کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے —— اس لئے "تجدید و احیائے دین" "خلافت و ملوکیت" اور تفہیم القرآن وغیرہ میں خلیفہ مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورینؓ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت معاویہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عقبہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مولانا مودودی کے قلم سے جو کچھ نکلا ہے اور جس کی صحت پر ان کو اصرار ہے میں اسے خالص رفض و تشیع سمجھتا ہوں اور مولانا کی ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ جس طرح بارگاہِ نبوت کے ادب ناشناس ہیں اسی طرح مقامِ صحابیت کی رفعتوں سے بھی ناآشنا ہیں۔ کاش انہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا ایک ہی فقرہ یاد رکھا ہوتا۔

ہیچ ولی بمرتبہ صحابی نرسد، اویس قرنی باآں رفعتِ شان کہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ ادنیٰ صحابی نرسد۔ شخصے از عبد اللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ پرسید ایّھما افضل معاویۃ ام عمر بن عبد العزیز؟ در جواب فرمود: الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز کذا مرۃ (مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۲۰۷)

ترجمہ: کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا، اویس قرنیؒ اپنی تمام تر بلندیٔ شان کے باوجود چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے اس لئے کسی ادنیٰ صحابی

کے مرتبہ کو بھی نہ پہونچ سکے۔ کسی شخص نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے
دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ؟
فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے
گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے کئی
گنا بہتر ہے" ——

یہاں یہ نکتہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ورفاقت کا جو شرف حاصل ہوا ہے پوری امت کے اعمال حسنہ مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرا تصور کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی دو رکعتیں، جن میں صحابہ کرامؓ کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی کیا پوری امت کی نمازیں ملکر بھی ان دو رکعتوں کے ہم وزن ہو سکتی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جو کسی صحابی نے ایک سیر جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے انھیں شرف قبول عطا ہوا بعد کی امت اگر پہاڑ برابر سونا بھی خیرات کر دے تو کیا یہ شرف اسے حاصل ہو سکتا ہے؟ باقی تمام حسنات کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔

اس شرف مصاحبت سے بڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ مدرسہ نبوت کے ایسے طالب علم تھے جن کے معلم رہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن کا نصاب تعلیم ملأ اعلیٰ میں مرتب ہوا تھا۔ جن کی تعلیم وتربیت کی نگرانی براہ راست وحی آسمانی کر رہی تھی۔ اور جن کا امتحان علام الغیوب نے لیا۔ اور جب ان کی تعلیم وتربیت کا ہر پہلو سے امتحان ہو چکا تو حق تعالیٰ شانہ نے انہیں "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کی ڈگری عطا فرما کر آنے والی پوری انسانیت کی تعلیم وتربیت اور تلقین وارشاد کا منصب انکو تفویض

کیا، "اور کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی مسندان کے لئے آراستہ فرمائی اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صرف صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ایسی ہے جن کی تعلیم وتربیت بھی وحی الٰہی کی نگرانی میں ہوئی اور ان کو سند فضیلت بھی خود خداوند قدوس نے عطا فرمائی۔

مودودی صاحب اور تاریخ کی آڑ

مولانا مودودی کے عقیدت کیش یہ کہکر دل بہلا لیتے ہیں کہ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے تاریخ کے حوالوں سے لکھا ہے۔ اور یہ ان کے قلم کا شاہکار ہے کہ انہوں نے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک مربوط تاریخ مرتب کر ڈالی —— میں ان کی خدمت میں باادب گذارش کروں گا کہ ان کا یہ بہلاوا بچند وجوہ غلط ہے۔

اوّل مولانا کا یہ قیمتی شاہکار نہ تاریخی صداقت ہے، نہ صحابہ کرامؓ کی زندگی کی صحیح تصویر ہے۔ بلکہ یہ ایک "افسانہ" ہے جس میں مولانا کے ذہنی تصورات ونظریات نے رنگ آمیزی کی ہے۔ آج کل "افسانہ نگاری" کا ذوق عام ہے۔ عام طبائع تاریخی صداقتوں میں اتنی دلچسپی نہیں لیتیں جتنی کہ رنگین افسانوں میں۔ اس لئے مولانا کی جولانیٔ طبع نے صحابہ کرامؓ پر بھی "خلافت وملوکیت" کے نام سے ایک افسانہ لکھ دیا۔ جس کا حقائق کی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ آج اگر کوئی صحابی دنیا میں موجود ہوتا تو شیخ سعدیؒ کی زبان میں مولانا کے قلم سے یہ شکایت ضرور کرتا:

بخندید وگفت آں نہ شکل من است
ولیکن قلم در کف دشمن است

اگر مولانا کو صحابہ کرامؓ کا پاس ادب ملحوظ ہوتا تو قرآن کریم کے صریح اعلان —— رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ —— کے بعد وہ

صحابہ کرام رضؓ کی بلند و بالا شخصیتوں کو افسانہ نگاری کا موضوع نہ بناتے ـــــــ

دوم: یورپ میں اسلام کی نابغہ شخصیتوں کو مسخ کرنے اور ان کی سیرت و کردار کا حلیہ بگاڑنے کا کام بڑی خوبصورتی اور پرکاری سے ہو رہا ہے، اور یہودی مستشرقین کی کھیپ اس کام پر لگی ہوئی ہے۔ وہ بھی ٹھیک اسی طرح بزعم خود تاریخ کے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک فرضی تصویر تیار کرتے ہیں۔ اور دنیا کو باور کراتے ہیں کہ وہ پوری غیر جانبداری کے ساتھ اور کسی قسم کے تعصب کی آمیزش کے بغیر تاریخی حقائق دنیا کے سامنے لا رہے ہیں مگر اپنے اس لفظی ادعاء کے برعکس وہ جس طرح مسلّمہ تاریخی حقائق کو چھپاتے ہیں۔ جس طرح بالکل سیدھی بات کی اُلٹ تعبیر کرتے ہیں، جس طرح بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر اسے پیش کرتے ہیں اور جس طرح اپنی بدفہمی یا خوش فہمی سے وہ اس میں رنگ آمیزی اور حاشیہ آرائی کرتے ہیں اس سے ان کا تعصب اور اسلام سے ان کی عداوت چھپائے نہیں چھپتی۔

ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی ایسا شخص جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو ٹھیک ٹھیک مستشرقین کے نقش پا کا تتبع کرے گا ـــــــ لیکن بدقسمتی سے مولانا مودودی کی کتاب ـــ خلافت و ملوکیت ـــــ کا بالکل یہی رنگ ڈھنگ ہے، پڑھنے والا مسکین یہ سمجھتا ہے کہ مولانا تاریخی حقائق جمع کر رہے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ وہ تاریخ سے کیا لے رہے ہیں، کیا چھوڑ رہے ہیں۔ اور کیا اپنی طرف سے اضافہ فرما رہے ہیں۔ الغرض جس طرح ہزار دل فریبیوں کے باوجود مستشرقین عداوت اسلام کے روگ کو چھپانے سے قاصر رہتے ہیں، اسی طرح مولانا مودودی بھی اپنے اس استشراقی شاہکار میں ہزار رکھ رکھاؤ کے باوصف، عداوتِ صحابہ رضؓ کو چھپا نہیں سکتے۔ اب اگر مولانا محترم یا ان کے عقیدتمندوں کی تاویلات صحیح ہیں

تو مستشرقین کا کارنامہ اُن سے زیادہ صحیح کہلانے کا مستحق ہے، اور اگر یہودی مستشرقین کا طرزِ عمل غلط ہے تو اسی دلیل سے مولانا مودودی کا روّیہ بھی غلط ہے۔

سوم: کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ انسان ہی تھے، فرشتے نہیں تھے، وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے، ان سے لغزشیں اور غلطیاں کیا، بڑے بڑے گناہ ہوئے ہیں، یہ کہاں کا دین و ایمان ہے کہ ان کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔

میں پہلے تو یہ عرض کروں گا کہ مولانا مودودی کو تو صحابہ کرامؓ کی غلطیاں چھانٹنے کے لئے واقدی اور کلبی وغیرہ کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت پڑی ہے لیکن خدائے علّام الغیوب صحابہ کرامؓ کے ہر ظاہر و باطن سے باخبر تھے۔ ان کے قلب کی ایک ایک کیفیت اور ذہن کے ایک ایک خیال سے واقف تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ انسان ہیں، معصوم نہیں، انھیں یہ بھی علم تھا کہ آئندہ ان سے کیا کیا لغزشیں صادر ہوں گی۔ ان تمام امور کا علم محیط رکھنے کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے ان کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا اعزاز عطا فرمایا تو ان کی غلطیاں بھی۔

ع این خطا از صد صواب اولیٰ تراست

کا مصداق ہیں۔ اس کے بعد مولانا مودودی کو ان اکابر کی خردہ گیری و عیب چینی کا کیا حق پہنچتا ہے؟ کیا یہ خدا تعالیٰ سے صریح مقابلہ نہیں کہ وہ تو ان تمام لغزشوں کے باوجود صحابہ کرامؓ سے اپنی رضائے دائمی کا اعلان فرما رہے ہیں۔ مگر مولانا مودودی ان اکابر سے راضی نامہ کرنے پر تیار نہیں؟

دوسری گذارش میں یہ کروں گا کہ چلئے! فرض کر لیجئے کہ صحابہ کرامؓ سے غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر سوال یہ ہے کہ آپ چودہ سو سال بعد ان اکابر کے جرائم کی دستاویز مرتب کر کے اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی میں اضافے کے سوا اور کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ اکابر دنیا میں موجود ہوتے تب تو آپ انھیں ان کی

غلطیوں کا نوٹس دے ڈالتے، مگر جو قوم تیرہ چودہ سو سال پہلے گذر چکی ہے اس کے عیوب و نقائص کو غلط سلط حوالوں سے چن چن کر جمع کرنا اور اس ساری غلاظت کا ڈھیر قوم کے سامنے لگا دینا اس کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں صحابہ کرامؓ سے جو حسن عقیدت ہے اسے مٹا دیا جائے۔ اور اسکی جگہ نبوب پر صحابہؓ سے بغض و نفرت کے نقوش ابھارے جائیں؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ کس عقل و دانش اور دین و ایمان کا تقاضہ ہے؟

چہارم: خلافت و ملوکیت میں مولانا مودودی نے جس نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے اسے ہماری عقائد و کلام کی کتابوں میں "مشاجرات صحابہؓ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ باب ایمان کا ایسا پُل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، اس لئے سلف صالحین نے ہمیشہ یہاں پاس ادب ملحوظ رکھنے اور زبان و قلم کو لگام دینے کی وصیت کی ہے کیونکہ بعد کی نسلیں ہی نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے زمانے کے سطح بین لوگ بھی اسی وادی پُرخار میں دامن ایمان تار تار کر چکے ہیں، اکابر امت ہمیشہ ان بد دینوں کے پھیلائے ہوئے کانٹوں کو صاف کرتے آئے ہیں۔ لیکن مولانا مودودی سلف صالحین کو "وکیل صفائی" کہہ کر دھتکار دیتے ہیں، ان کے ارشادات کو "خواہ مخواہ کی سخن سازیاں" اور "غیر معقول تاویلات" قرار دیکر رد کرتے ہیں۔ اور ان تمام کانٹوں کو، جن میں الجھ کر روافض اور خوارج نے اپنا دین و ایمان غارت کیا تھا، سمیٹ کر نئی نسل کے سامنے لا ڈالتے ہیں، انصاف فرمائیے کہ اسے اسلام کی خدمت کہا جائے یا اسے رافضیت و خارجیت میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کا نام دیا جائے؟ اور مولانا مودودی اور انکے معتقدین اس کارنامے کے بعد کیا یہ توقع رکھتے کہ ان کا حشر اہل سنت ہی میں ہوگا، رافضیوں اور خارجیوں میں نہیں ہوگا؟ میں ہزار

سوچتا ہوں مگر اس معمہ کو حل نہیں کر پاتا کہ مولانا موصوف نے یہ کتاب نئی نسل کی راہنمائی کے لئے لکھی ہے، یا انھیں صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لئے؟

پنجم: سب سے بڑھ کر تکلیف دہ چیز یہ ہے کہ تیرہ چودہ سو سال کے واقعہ کی "تحقیقات" کے لئے مولانا عدالت شرعیہ قائم کرتے ہیں جس کے صدر نشین وہ خود بنتے ہیں۔ اکابر صحابہ کو اس عدالت میں ملزم کی حیثیت سے لایا جاتا ہے، واقدی و کلبی وغیرہ سے شہادتیں لی جاتی ہیں۔ صدر عدالت خود ہی جج بھی ہے اور خود ہی وکیل استغاثہ بھی، اگر سلف صالحین اکابر صحابہؓ کی صفائی میں کچھ عرض معروض کرتے ہیں تو اسے وکیل صفائی کی خواہ مخواہ سخن سازی اور غیر معقول تاویلات کہکر رد کر دیا جاتا ہے ——— اسی طرح یک طرفہ کارروائی کے بعد مولانا اپنی تحقیقاتی رپورٹ مرتب کرتے ہیں، اور اسے "خلافت و ملوکیت" کے نام سے قوم کی بارگاہ میں پیش کر دیتے ہیں ———

اس امر سے قطع نظر کہ ان "تحقیقات" میں دیانت و امانت کے تقاضوں کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ شہادتوں کی جرح و تنقید میں کہاں تک احتیاط برتی گئی ہے اور اس سے قطع نظر کہ فاضل جج نے خود اپنے ذہنی تصورات کو واقعات کا رنگ دینے میں کس حد تک سلامتی فکر کا مظاہرہ کیا ہے، مجھے با ادب یہ عرض کرنا ہے کہ آیا مولانا کی اس خود ساختہ عدالت کو اس کیس کی سماعت کا حق حاصل ہے؟ کیا یہ مقدمہ جس کی تیرہ چودہ سو سال بعد مولانا تحقیقاتی رپورٹ مرتب کرنے بیٹھے ہیں ان کے دائرہ اختیار میں آتا ہے؟ کیا ان کی یہ حیثیت ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کا مقدمہ نمٹانے بیٹھ جائیں؟ مجھے معلوم نہیں کہ مولانا کے مداحوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کے مقدمہ کی سماعت ان سے اوپر کی عدالت

ہی کرسکتی ہے۔ اور وہ یا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یا خود احکم الحاکمین۔ ان کے سوا ایک مولانا مودودی نہیں، امت کا کوئی فرد بھی اس کا مجاز نہیں کہ وہ قدسیوں کے اس گروہ کے معاملہ میں مداخلت کرے صحابہ کرامؓ کے باہمی معاملات میں آج کے کسی بڑے سے بڑے شخص کا لب کشائی کرنا اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی بھنگی بازار میں عدالت جما کر بیٹھ جائے اور وہ ارکانِ مملکت کے بارے میں اپنے بے لاگ فیصلے لوگوں کو سنانے لگے۔ ایسے موقعوں پر ہی کہا گیا ہے: ایاز! قدرِ خویش بشناس!

ششم: یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اُمت کے مُرشد و مربی اور محبوب و متبوع کا منصب عطا فرمایا ہے قرآن و حدیث میں ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے اور ان سے عقیدت و محبت رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور ان کی بُرائی و عیب جوئی کو ناجائز و حرام بلکہ موجب لعنت فرمایا گیا ہے۔ خود مولانا مودودی کو اعتراف ہے کہ:

"صحابہؓ کرام کو بُرا بھلا کہنے والا میرے نزدیک صرف فاسق ہی نہیں بلکہ اس کا ایمان مشتبہ ہے من ابغضھم فببغضی ابغضھم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی بنا پر ان سے بغض رکھا)" (ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۱ء)

جن لوگوں نے مولانا کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پڑھی ہے وہ شہادت دیں گے کہ اس میں صحابہ کرام رضؓ کو صاف صاف بُرا بھلا کہا گیا ہے، اور صحابہ کرامؓ سے مصنّف کا بغض و نفرت بالکل عیاں ہے مثلاً "قانون کی بالاتری کا خاتمہ" کے زیرعنوان مولانا مودودی لکھتے ہیں:

الف: "ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع

ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبرِ رسول پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں، اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے ــــ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا۔ اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔"

(خلافت و ملوکیت ص۱۷۴)

ب: "مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی ــــ کتاب و سنت کی رُو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو لیکن حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے سے تقسیم کیا جائے۔" (حوالۂ بالا)

ج: "زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی۔۔۔۔ یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔" (ص۱۷۵)

د: حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا (ایضاً)

مولانا مودودی کی ان عبارتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے جو کچھ لکھا ہے وہ قطعاً خلافِ واقعہ ہے۔ اور علمائے کرام اسکی حقیقت واضح کر چکے ہیں۔ مجھے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جو لوگ مولانا مودودی کی بات پر ایمان لاکر مولانا کی اس افسانہ طرازی کو حقیقت سمجھیں گے وہ حضرت معاویہؓ اور اس دور کے تمام اکابر صحابہ و تابعین سے محبت رکھیں گے یا بغض؟ ان کی اقتدا پر فخر کریں گے یا ان پر لعنت بھیجیں گے؟ اور خود مولانا موصوف کے ان عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کو برا بھلا نہیں کہا تو کیا ان کی قصیدہ خوانی فرمائی ہے؟ اگر میں یہ گذارش کروں کہ خود انہی کی نقل کی ہوئی حدیث کے مطابق " وہ فاسق ہی نہیں بلکہ انکا ایمان بھی مشتبہ ہے" تو کیا یہ گستاخی بے جا ہوگی؟ مولانا مودودی سے مجھے توقع نہیں کہ وہ اپنی اس غلطی پر کبھی نادم ہوں گے، مگر میں یہ گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کا انجام نہایت خطرناک ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ شیعوں کے ایک عالم محقق طوسی نے اپنی کتاب "تجرید العقائد" کے آخر میں صحابہ کرامؓ پر تبرا کیا تھا۔ مرنے لگا تو غلام احمد قادیانی کی طرح منہ کے راستے سے نجاست نکل رہی تھی[1] اس طرف اشارہ کرکے کہنے لگا۔ ایں چیست؟ (یہ کیا ہے) کوئی خوش عقیدہ عالم وہاں موجود تھے، بولے:

ایں ہماں رید است	یہ وہی گندگی ہے جو تونے
کہ در آخر تجرید خوردی	تجرید کے آخر میں کھائی تھی

حق تعالیٰ شانہ ہمیں ان اکابر کے سوء ادب سے محفوظ رکھے۔ آمین

جب اسلام کا سب سے مقدس ترین گروہ یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی مولانا مودودی کی نگہ بلند میں نہ جچتا ہو تو بعد کے سلف صالحین، اکابر امت، فقہاء و محدثین اور علماء و صوفیاء کی ان کی بارگاہ میں کیا قیمت ہو سکتی ہے؟

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی کی موت وبائی ہیضہ سے ہوئی۔ دست اور قے کی شکل میں دونوں راستوں سے نجاست خارج ہو رہی تھی۔

مقدمہ فتنۂ مودودیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور، ان شہرہ آفاق دینی درسگاہوں میں سے دو عظیم الشان اسلامی و مذہبی درسگاہیں مانی جاتی ہیں جنہوں نے نابغہ روزگار شخصیتوں کو پیدا کیا اور ایسی عہد آفرین اور تاریخ ساز جماعت میدان میں لا کھڑی کر دی جنہوں نے درس و تدریس تحریر و تقریر، تزکیہ و تربیت، دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد سے اسلام کی خدمت کی اور اس کی پاسبانی کے فرائض انجام دیئے، اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کی سرکوبی کو انہوں نے اپنا اہم اور مقدس فریضہ جانا اور جب تک اپنے فریضہ سے سبکدوش نہ ہو گئے بے چین اور مضطرب رہے۔

منکرین حدیث ہوں یا منکرین ختم نبوت، نظریہ دو قرآن پر ایمان رکھنے والے ہوں یا تجدد زدہ اور عقل پرست، فتنہ قادیانیت ہو یا نیچریت، رضاخانیت ہو یا چکڑالویت، فتنہ خاکساریت ہو یا مودودیت، ان میں سے کسی بھی "فتنہ عمیاء" کو لے لیجئے، اکابر دیوبند اس کے قلع قمع کرنے میں اور اس کی شہ رگ پر نشتر زنی کرنے میں پیش پیش ملیں گے۔ شکر اللہ تعالیٰ اساعیہم۔

اگر دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، مولانا اعزاز علی صاحب امروہی، حکیم الامت حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زاد مجدہ وغیرہ وغیرہ جیسے ممتاز اور یگانہ روزگار حضرات ان باطل تحریکوں اور ان کے زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے ملیں گے تو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب جیسے باکمال اور نابغہ اہل علم و فضل حضرات ان تحریکات کے خلاف صف بستہ ملیں گے۔

تحریری میدان میں یہ حضرات کتنا عمدہ اور بہترین سرمایہ اپنے اخلاف کو دے گئے، اس کا ہلکا سا اندازہ کتابوں کی اس نا تمام فہرست سے ہو سکتا ہے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، اکفار الملحدین، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام نظریہ دو قرآن پر ایک نظر، سائنس اور اسلام، التشبہ فی الاسلام، اصول دعوت اسلام مقالات طیبات، عالمی مذہب، علم غیب، اسلامی آزادی، مسئلہ تقدیر، اسلام اور مغربی تہذیب، حدیث رسول کا قرآنی معیار، اجتہاد اور تقلید، فطری حکومت، ہدایات الرشید الی افحام العنید، مطرقۃ الکرامہ علی مرآۃ الامامہ، تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان، المہند علی المفند براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ، عقائد علمائے دیوبند، مشرقی کا اسلام، دفع الالحاد عن حکم الارتداد، تنویر الابصار فی تزویج الفتیات، تکمیل العرفان فی شرح حفظ الایمان، فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم۔

اور تحریک جماعت اسلامی (مودودیت) کی تردید میں، اعتقاد الجیہ، مسلمان اگرچہ بے عمل ہو مگر اسلام سے خارج نہیں، مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت، ایمان و عمل، مکتوب ہدایت استفسار کے ضروری، کلام طیب، دار العلوم کے ایک فتوے کی حقیقت، کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، تنقید اور جماعت اسلامی، مودودی جماعت کے عقیدہ و تنقید پر تبصرہ مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی، فتویٰ منجانب مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ کتابیں لکھی گئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب ہیں جو اس موضوع پر علمائے دیوبند نے لکھیں زیر نظر کتاب بھی اسی مذکورہ بالا سلسلہ کی ایک کڑی ہے یہ کتاب دراصل حضرت شیخ زاد مجدہ کا ایک نجی مکتوب ہے جو ۱۳۷۵ھ میں لکھا گیا تھا۔

وہ کیا عوامل اور محرکات تھے جن کی بنا پر یہ مکتوب لکھا گیا، اس کی ایک تاریخ ہے وہ یہ کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک قدیم استاذ جماعت اسلامی سے متاثر ہو کر اس کے پر جوش داعی اور مبلغ بنے، وہ اگرچہ بعض مسائل میں اس سے اختلاف نہیں رکھتے تھے مگر علی الاعلان اس کی تغلیط اور تردید بھی نہیں کرتے تھے اسلیے اس عدم اتفاق کی بنا ارباب مدرسہ کی نگاہ میں کوئی اہمیت تھی اور نہ ہی شہری عوام میں کوئی وقعت ـــــ ان کی جانب سے مختلف مجالس میں اس تحریک کی تائید تصویب اور

شرکت کی دعوت بھی چلتی تھی، نقد کے لیے اسباق میں علی الاعلان مودودی صاحب کے اجتہادات سنائے جاتے، ان کی حمایت کی جاتی اور ائمہ کرام کے اقوال پر ان کو ترجیح ملتی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتاب نقد پڑھاتے وقت مجتہد ہونے کی شرائط اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کے خلاف زوردار تقریریں کی اور اپنے زمانہ میں اس کی شدید ضرورت کا احساس دلایا۔

ابتداءً مظاہر کے طلبہ کو یہ اونکھے مسائل حلق سے اتارنے مشکل ہو گئے اور پھر وہی ہوا جو عام طور سے اس قسم کے مواقع میں ہوا کرتا ہے کہ طلبہ کی دو جماعتیں بن گئیں ایک نے ان کی تصویب کی دوسری نے تردید باہمی مناظرے مجادلے ہونے لگے بحث نزاع اور سخت کلامی تک نوبت آئی گمنام خطوط لکھ کر ارباب اہتمام کو متوحش کیا گیا۔

وہ چونکہ مظاہر کے قدیمی استاذ تھے اور اونچی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے اپنے مواعظ و تقاریر کی وجہ سے اچھے خاصے مشہور ہو گئے تھے اسلیے جماعت اسلامی اجتماعات میں شریک ہونے پر جسکا وہ بڑا اہتمام کیا کرتے تھے) عام دیکھنے والے ان کو مدرسہ مظاہر علوم کا نمائندہ سمجھتے اور یہ تاثر لیتے کہ علمائے مظاہر اور اس تحریک کا ایک ہی مسلک رکھتے ہیں اور ایک ہی انداز فکر، جماعت اسلامی سہارنپور خود بھی شد و مد سے اس کا پروپیگنڈہ کرتی تھی۔ کہ علمائے مظاہر بالکلیہ ہمارے ساتھ ہیں کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

حد یہ ہے کہ جب مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب کا تالیف کردہ رسالہ کشف حقیقت طبع ہوا تو ان حضرات نے لوگوں کی نگاہ سے اس کی اہمیت یہ کہہ کر گرائی چاہی تھی کہ یہ تنہا قاری سعید احمد صاحب کی اپنی رائے اور اپنا خیال ہے، مظاہر والے ان کے اس فتوے سے متفق نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے ہی ساتھ ہیں۔

جماعت کے ہونے والے ان اجتماعات کی تفاصیل جب اخبارات میں شائع ہوتیں تو اس میں مولانا موصوف کی شرکت کی اطلاع اکثر و بیشتر اس عنوان سے دیجاتی "مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے مولانا کی شرکت" بعض مرتبہ یہ خبر ان الفاظ سے شائع ہو جاتی کہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے شیخ التفسیر مولانا . . . . صاحب نے شرکت" اشتراک اسمی کی وجہ سے بسا اوقات مغالطہ ہو جاتا اور اسکو حضرت شیخ زاد مجدہ کی شرکت تصور کیا جاتا۔

تنہا یہی ایک چیز مظاہر کے لیے ناقابل برداشت بنی ہوئی تھی کہ اس پر مزید اضافہ یہ ہوا کہ مختلف مقامات اور اضلاع سے اور شہر کے مختلف حلقوں سے موصوف کے مدرسہ سے سبکدوش کیے جانے پر اصرار شروع ہوا اور ہر محلہ سے بیسیوں دستخطوں پر مشتمل درخواستیں آنے لگیں اس پر بھی زور دیا جانے لگا کہ مدرسہ مودودیت کے سلسلہ میں اپنا مسلک صاف اور واضح کرے۔

اس نئی صورت حال کے پیدا ہو جانے پر ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ یکشنبہ کی صبح کو مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس کے ارکان یہ تھے۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ، حضرت شیخ زاد مجدہٗ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب، مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب۔

ان حضرات نے اجتماعی طور پر یہ قرارداد پاس کیں۔

(۱) مدرسہ مظاہر علوم "تحریک جماعت اسلامی" سے بالکل الگ ہے طلبہ کو جماعت کی کتابیں دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) طلبہ کا ایک اجتماع ہو جس میں یہی قرارداد سنائی جائے چنانچہ اسی تاریخ میں شام کو دار الحدیث میں جلسہ ہوا مولانا الحاج عبداللطیف صاحب، مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب نے تقریریں کیں اور طلبہ کو اس سے یکسو رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"جو طلبہ اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں ان کو مدرسہ کے چندہ سے انتفاع جائز نہیں"۔

(۳) مولانا سے گفتگو کی جائے ممکن ہے افہام و تفہیم سے کوئی مقبول حل نکل آئے اور وہ اپنی رائے پر نظر ثانی کر لیں۔

چنانچہ ذمہ داران مدرسہ نے صدق و اخلاص سے بھرپور کوشش شروع کی اور درخواست کی کہ مولانا موصوف اپنی اس حمایت سے بلا بحث مدرسہ دست بردار ہو جائیں۔ مگر مولانا آخر تک اس پر رضامند نہ ہوتے اور صاف کہہ دیا کہ جماعت تو اب چھوٹ نہیں سکتی، مسائل میں ہمیشہ اختلاف ہوتا چلا آیا ہے کیا وجہ ہے کہ مدرسہ میں باطل جیسے ولیل (مسلم لیگ، کانگریس) کے خلاف کبھی ایسا تمرد نہیں ہوا۔

ایک موقعہ پر موصوف نے یہ فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں صرف تین آدمیوں سے بات چیت کر سکتا ہوں کسی چوتھے سے نہیں کر سکتا۔ ان میں پہلے نمبر پر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، دوسرے نمبر پر حضرت شیخ زاد مجدہٗ اور تیسرے نمبر پر مولانا منظور احمد صاحب استاذ مظاہر تھے۔ مدرسہ کے منتظمین افراد نے جو ہر وقت مطالحت اور مفاہمت کی تلاش میں تھے، اس موقعہ کو غنیمت جانا اور مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ کا انتخاب کر دیا ـــــ چنانچہ حضرت ناظم صاحب نے ایک نجی مجلس میں بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کی، مختلف پہلوؤں سے معاملہ کی نوعیت سمجھائی، آخر میں مجبور ہو کر یہ فرمایا کہ مولانا کسی کے نظریات کو زبردستی نہیں بدلا جا سکتا اور نہ ہی میں آپ کو اس پر مجبور کرتا ہوں مگر اتنی درخواست

ضرور کروں گا کہ اس کا پرچار طلبہ میں مت کریں، آپ اپنی تائید کو اپنی ذات تک محدود رکھیں کیونکہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں، ہم ان کے ذہنوں کا بگڑنا برداشت نہیں کر سکتے۔

اس طویل ملاقات کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مولانا نے یہ کہہ دیا کہ مجھ پر غلط دباؤ ڈالا گیا۔

تقریری صورت سے مایوس ہو کر تحریری طریقہ اپنایا گیا اور اس کے لیے حضرت شیخ منتخب ہوئے انہوں نے مکتوب کی شکل میں دس بیس نہیں طویل مضمون تحریر فرماتے ہوئے مودودی صاحب کی چند معمولی مولی اور بنیادی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی، وہ جو اندازہ اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے اس کے عواقب و نتائج سے باخبر کیا، مگر کوئی نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہو سکا ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ۔

اب جبکہ تمام راستے مسدود ہو چکے تھے اور مفاہمت کا ہر طریقہ اپنایا جا چکا تھا اور وہ بے اثر ثابت ہو چکا تھا اس لیے مدرسہ کے ذمہ داران نے موصوف کو مظاہر کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کا فیصلہ کیا اس میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے عتاب کو بھی خاص دخل تھا جو اہل مدرسہ پر ہوا۔

بہرحال مظاہر کو داخلی و خارجی فتنوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر مورخہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ مطابق بارہ جون ۱۹۵۵ء بروز سہ شنبہ اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا اور موصوف کو ان کے علیحدہ کر دیئے جانے کی اطلاع کر دی گئی۔ نیز ۱۳ رمضان کو موصوف نے اس کو قبول کر لینے کی اطلاع مظاہر میں بھیج دی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مظاہر کے تمام ذمہ دار حضرات مدرسہ سے اتنے قدیمی تعلق رکھنے والے کو ہرگز جدا نہیں کرنا چاہتے تھے اور سب ہی اپنے اس فیصلہ پر نہایت غمگین اداس اور رنجیدہ تھے چنانچہ اس اطلاع نامہ پر ناظم صاحب کی طرف سے جہاں بہت سے حسرت اور رنج آمیز جملے لکھے ہوئے تھے وہیں یہ بھی لکھا ہوا تھا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ یا ...... مگر جن حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا، ان کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا!

مولانا کی آخری علالت کا سلسلہ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ سے شروع ہو گیا تھا۔ عرق النساء کی شکایت کے ساتھ ساتھ بخار اور ہائی بلڈ پریشر کی تکلیف بھی روز افزوں ہو رہی تھی، بالآخر ستر ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ مطابق اکیس ۲۱ اگست ۱۹۵۵ء سہ شنبہ کی شب میں گیارہ ۱۱ بجے انتقال ہوا۔ غسل دینے والوں میں حضرت شیخ زاد مجدہٗ بھی شامل تھے، حضرت شیخ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور دوپہر کے وقت قبرستان حاجی شاہ میں "تدفین

عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

علالت کے دوران مظاہر علوم کے تمام اساتذہ، ذمہ دار حضرات بالخصوص حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ زاد مجدہٗ بغرض عیادت جاتے رہے، علاج اور مشوروں میں شریک رہے اس سب کے باوجود انتقال کے بعد جب مظاہری ایک معروف اور باحیثیت شخصیت نے تجہیز و تکفین کا وقت دریافت کیا تو مولانا . . . . نے جو اس وقت جماعت کے ایک ذمہ دار آدمی مانے جاتے تھے) نے یہ کہہ کر وقت بتانے سے انکار کر دیا کہ مولانا! کہاں ہو؟ یہ جنازہ ایسا نہیں جسے ہر کس و ناکس ہاتھ لگائے۔ مخصوص حضرات ہی بس اسے ہاتھ لگا سکیں گے۔

وفات سے تیسرے روز مولوی ابوالکیث صاحب، مولانا صدرالدین اصلاحی وغیرہ پانچ رفقاء تعزیت کی غرض سے آئے۔ ان حضرات کا قیام کسی اور جگہ پر رہا۔ روانگی کے دن صبح کی چائے کی دعوت حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہٗ کے یہاں ہوئی۔

یہ ہے اس مکتوب کا تاریخی پس منظر اور وجہ تالیف!

حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے دوسرے مسودات کی طرح یہ مسودہ بھی غیر مطبوعہ شکل میں محفوظ تھا۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ پر اس زمانہ میں بھی اس کی طباعت پر زور دیا گیا مگر حضرت شیخ اس کی طباعت پر راضی نہ ہوئے۔ یہ کہہ کر انکار فرماتے رہے کہ یہ تو ایک نجی مکتوب تھا جو مرحوم کے غور کرنے کے لیے لکھا گیا تھا۔ مگر نوشتۂ تقدیر میں جو وقت اس کی طباعت اور عام اشاعت کا مقرر تھا وہ آ گیا اور احباب و متعلقین کا مجھ پر اصرار ہوا کہ اس کو شائع کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ بنام خدا اس کو طبع کیا جا رہا ہے۔

یہ مسودہ مکمل تھا، مضمون کے اعتبار سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ البتہ نظر ثانی کے موقعہ پر چند چیزوں کی رعایت ضرور کی گئی ہے

(۱) کتاب میں ذکر کردہ آیات قرآنیہ اور بہت سی احادیث نبویہ کے نہ ترجمے تھے اور نہ ہی کوئی توضیح و تشریح۔ اور ان دونوں حضرات کے لیے اس کی کچھ ضرورت بھی نہیں

تھی کیونکہ ایک طرف اس خط کے کاتب اگر شیخ الحدیث تھے تو دوسری طرف مکتوب الیہ شیخ التفسیر تھے۔ مگر چونکہ طباعت کے بعد یہ کتاب ہر شخص کے ہاتھوں میں جائے گی، اس لیے آیات و احادیث کا ترجمہ مستقل حواشی میں[1] لکھ دیا گیا ہے اور اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور احادیث کا ترجمہ تھوڑے سے تغیر لفظی کے ساتھ مظاہر حق سے لیا گیا ہے۔

قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے تراجم آئے دن ہو رہے ہیں۔ اور ان کی افادیت و ضرورت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کاتب سطور کو اپنے اکابر و مشائخ رحمہم اللہ تعالےٰ کے تراجم میں جو لطف و سرور محسوس ہوتا ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا۔ اثر تحریر بقدر اخلاص کے تو آپ بھی قائل ہوں گے۔

(۲) مودودی صاحب کی جن تالیفات کے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں ان کی اصل سے مراجعت کر لی گئی۔

(۳) یہ مضمون مسلسل تھا کوئی عنوان کسی قسم کا اس میں نہیں تھا اس لیے نظر ثانی کے موقعہ پر عنوانات قائم کر دیئے گئے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ یہ مضمون تقریباً پچیس سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔ ادھر وہ کتابیں جن کے اقتباسات اس کتاب میں لیے گئے ہیں، چھوٹے بڑے مختلف سائزوں میں طبع ہوئی ہوں گی اس لیے تالیف کے وقت مصنف کے سامنے جس کتاب کا جو بھی نسخہ رہا ہے اس کی طباعت اور مقام اشاعت کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ تاکہ جو حضرات اپنے طور پر اصل سے مراجعت کرنا چاہیں وہ تغیر صفحات کی وجہ سے غلط تاثر نہ قائم کر لیں۔

(۱) تنقیحات۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی غریب خانہ گوشہ محل حیدرآباد۔ سنہ طباعت ماہ جون ۱۹۴۱ء۔

[1] یہ تمام حواشی جو پہلی اشاعت میں کتاب کے آخر میں ضمیمہ کی شکل سے شائع ہوتے تھے اس جدید اشاعت میں یہ تمام حواشی اصل جگہ یعنی اسی صفحہ پر شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ قارئین کو ملاحظہ میں سہولت ہو۔

(۲) تفہیمات۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی ۵، اے ذیلدار پارک لاہور۔

(۳) خطبات۔ مکتبہ جماعت اسلامی دار الاسلام جمالپور پٹھانکوٹ پنجاب۔

(۴) تجدید و احیائے دین۔ مکتبہ جماعت اسلامی پٹھان کوٹ۔

(۵) اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر۔ شائع کردہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ؎۔

(۶) متحدہ قومیت۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند اسوئی والان دہلی، شائع شدہ ؎ ۱۹۶۲ء۔

مقدمہ نگار نے اپنے قارئین کا بہت سا وقت لے لیا ہے۔ اب وہ درمیان سے ہٹتا ہے اور کتاب کے مطالعہ کے لیے موقع فراہم کرتا ہے۔

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ
سہارنپوری
یکم جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

؎ ہمیں تحقیقی طور سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تالیف کے وقت حضرت مصنف زاد مجدہٗ کے سامنے یہ دو کتابیں (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر، متحدہ قومیت) کس مکتبہ کی شائع کردہ تھیں اور کس سن میں وہ طبع ہوئی تھیں اسلیے بدرجہ مجبوری بعد کے طبع شدہ ایڈیشن سے عبارت کا مقابلہ کرکے انہی کا حوالہ دیا گیا۔ (شاہد غفرلہٗ)

تقریظ

از حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زاد مجدہٗ صدر مفتی دار العلوم دیوبند و حضرت الحاج مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی زاد مجدہٗ صدر جمعیۃ علمائے ہند

(۱) الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد! رسالہ مبارکہ جماعت اسلامی — ایک لمحہ فکریہ! حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خطہ ہونے کے باوجود اہل علم و اہل دین حضرات کے لیے مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خدوخال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا روپہلا اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب و نظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

جن حضرات پر اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کے لیے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصولِ اسلام پر جا نچنے کی استعداد نہیں رکھتے یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالہ کے ذریعہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بسہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بید اللہ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم

احقر محمود غفرلہٗ
دار العلوم دیوبند، ضلع سہارنپور

(۲)

احقر حضرت مفتی صاحب کی حرف بحرف تائید کرتا ہے مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی، یہ قیمتی تالیف اس فتنہ کو سمجھنے کے لیے اور اس کی خرابیوں سے مطلع ہونے کے لیے بہت کافی رہے گی۔

حق تعالےٰ شانہ عام مسلمانوں کے لیے اس کو نافع بنائے مفید فرمائے۔

محمد اسعد اللہ غفرلہٗ

۲ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ
مطابق ۱۲ جون ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغازِ کتاب

مکرم و محترم مولانا الحاج محمد [۱] صاحب بدانا ظلکم وابالکم

بعد سلام مسنون!

جب سے موجودہ کشمکش شروع ہوئی بلکہ اس سے پہلے بھی بارہا دل چاہا کہ مودودی مسئلہ پر جناب سے گفتگو کروں مگر اپنی کم مائیگی عدم فرصت سدِ راہ ہوتی رہی اس شورش کے زمانہ میں اور بھی زیادہ طبیعت پر تقاضا ہوا۔ مگر جب بھی آپ کے علاوہ آپ کی جماعت کے بعض افراد کی طرف سے موثق روایات کے ساتھ یہ سنتا رہا کہ اس شورش کا مقصد [۲] یہی ناکارہ ہے تو ہمت پست ہو گئی۔ اس لیے کہ جب کسی شخص کے متعلق یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ یہی حقیقی مخالف ہے تو اس کی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی تکدر پیدا ہو جایا کرتا ہے، مگر اس وقت ایک روایت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی موقعہ پر آپ نے یہ

---

[۱] یہاں پر مکتوب الیہ کا نام اخفا کے خیال سے حذف کر دیا گیا ہے۔ ہمارے حضرت شیخ زادمجدہم کے یہاں اس چیز کا بہت اہتمام ہے کہ نام کی تصریح کے بغیر جہاں تک کام چل سکتا ہو چلایا جائے اسی اہتمام نے مجبور کیا کہ یہاں اور دیگر مقامات پر نام حذف کر دیا جائے اور جن حضرات کے متعلق اطمینان تھا کہ وہ اپنے نام کے اظہار سے کبیدہ خاطر نہ ہوں گے یا ان کا اظہار خلاف مصلحت نہیں سمجھا گیا اسے باقی رکھا گیا۔ [۲] بعض صالحین نے اس زمانے میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت شیخ زادمجدہ کی اس تحریک (یعنی مودودیت) پر برہمی اور ناراضی صرف اس وجہ سے ہے کہ ان سے وابستہ افراد پر اس کا بڑا اثر پڑ رہا ہے اور وہ حضرت شیخ اور تصوف و تقلید سے بیزار ہو کر ان کے حلقۂ ارادت سے نکلتے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں "پیادے فتوے اور مضامین ایسے پر سنے شروع ہوتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی بڑھتی ہوئی تحریک سے اپنے حلقہ پر اثر کے آدمیوں کے ٹوٹ کا اندیشہ ان بزرگوں کو لاحق ہو گیا ہے اور ساری فکر انہیں اب ان ٹوٹنے والوں کو روکنے کی بھی ہے"۔ اس شورش کا مصدر یہی ناکارہ ہے سے اسی تخیل فاسد کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا کہ اس سلسلہ میں آپ صرف تین آدمیوں سے گفتگو کر سکتے ہیں، حضرت ناظم صاحب[1]، مولانا منظور احمد صاحب[2] اور یہ ناکارہ تو بندہ نے ناظم صاحب سے درخواست کی کہ وہ جناب سے تنہائی میں گفتگو فرمائیں۔ چنانچہ سات رجب ۱۳۷۵ھ کی صبح کو حضرت موصوف نے جناب سے کوئی گفتگو بھی فرمائی جس کی تفصیل تو معلوم نہیں مگر اجمالاً جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو دباؤ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ حالانکہ حضرت ناظم صاحب کے اور آپ کے جو انواع متعددہ کے تعلقات تھے ان کے لحاظ سے اوّلاً تو وہ دباؤ تھا ہی نہیں اور اگر بالفرض تھا بھی تو قابلِ قبول تھا نہ کہ قابلِ رد، اس لیے کہ ہم لوگوں کی نگاہ میں ان کی علمیت تقدس

[1] ناظم صاحب سے مراد حضرت مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب ہیں۔ موصوف حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی تحریک و ترغیب پر ۱۳۱۵ھ میں اپنے وطن پور قاضی سے آئے تھے اور مظاہر میں عربی کی ابتدائی کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ ۱۳۲۲ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب استاذِ حدیث تھے۔ فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں مظاہر علوم میں تقرر ہوا۔ ۱۳۳۵ھ میں پہلی مرتبہ ناظم مدرسہ بنے۔ ۱۳۳۱ھ میں استاذِ حدیث بن کر پہلی مرتبہ بخاری شریف اور ترمذی کا درس دیا۔ ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت سہارنپوری حجاز مقدس تشریف لے جارہے تھے تو دوبارہ مستقل مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ انتیس[29] سال جانفشانی و تندہی کے ساتھ مدرسہ کی خدمات انجام دے کر ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۵۴ء دوشنبہ کو وفات پائی اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

[2] حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب مظاہر علوم کے کبار مدرسین میں سے تھے۔ اوّل سے آخر تک مظاہر علوم میں تعلیم پائی۔ ۱۳۲۲ھ میں فارغ ہوئے۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت سہارنپوری، مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا ثابت علی صاحب جیسے اعیان شامل ہیں۔ ۱۳۲۳ھ میں مظاہر علوم میں بلا تنخواہ معین مدرس بنے۔ درس و تدریس کے مختلف مراحل و منازل سے گذر کر ۱۳۴۵ھ میں استاذِ حدیث مقرر ہوئے اور ۱۳۶۲ھ میں دورۂ حدیث کے اسباق آپ کے حوالے کیے گئے۔ کامل اٹھاون سال مدرسہ کی خدمات انجام دے کر ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ مطابق انیس[19] اگست ۱۹۶۸ء دوشنبہ کو انتقال ہوا۔ قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

تقویٰ، مشیخت، استاذیت وغیرہ بہت سے اسباب اس کے موجب تھے کہ جناب اس کو قبول فرمالیتے۔ اگر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنی تحقیق کے خلاف حضرت عثمانؓ کے اتباع میں سفر میں بجائے دو کے چار رکعت پڑھ سکتے ہیں، اور حضرت امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کے احترام میں اپنی تحقیق کے خلاف کسی وقت رفع یدین چھوڑ سکتے ہیں تو جناب کو اپنی ذاتی منفرد رائے کے خلاف حضرت ناظم صاحب کی رائے کو (جبکہ وہ تمام اکابر کی رائے کے ساتھ متفق ہو رہی ہے) چھوڑنے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور خود آپ کا اصول تو اس بارے میں ہم لوگوں سے بھی زیادہ شدید ہے کہ:

"معصیت میں بھی ایک حد تک اطاعتِ امیر کی جائے۔" (تفہیمات ص ۲۸۳)

اس کے بعد مجھے یہ خیال ہوا کہ زبانی گفتگو میں غور کا موقع کم ملتا ہے اور بسا اوقات جو بات ذہن میں مرکوز ہو جاتی ہے، اس کے خلاف گفتگو سے انقباض بھی ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں طبیعت اس کے رد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ میں اپنے خیالات کو مختصر طور پر تحریر کے ذریعہ خدمت میں پیش کردوں۔ اگرچہ تحریر میں وہ تمام پہلو نہیں آسکتے جو زبانی گفتگو میں سوال و جواب کی توضیحات میں آسکتے ہیں کہ تحریر کا دامن بہرحال تنگ ہوتا ہے لیکن یکسوئی اور ٹھنڈے دل سے غور کا موقع اس صورت میں یقیناً زیادہ مل جاتا ہے امید ہے کہ آپ یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ اس بے ربط تحریر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور جیسا کہ آپ کی جماعت کے ہونہاروں کی طرف سے باربار یہ خوش کن فقرے دہرائے جاتے ہیں کہ ہم شخصیت پرستی سے بہت بالا ہیں۔ ہم مودودی صاحب کو معصوم نہیں سمجھتے۔ ہم مودودی صاحب کے خلاف ہر اعتراض کو سننے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اندھی تقلید نہیں کرتے جو بات ان کی ہماری سمجھ میں نہ آئے گی ہم اس سے بخوشی رجوع کرلیں گے وغیرہ وغیرہ۔

امید ہے کہ انہیں ضوابط کے تحت میں اس معروضہ پر غور کیا جائے گا۔

جناب کو معلوم ہے کہ اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اب سے پہلے مجھے مودودی صاحب کی کتب کو کچھ زیادہ تفصیل سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ سرسری طور سے کبھی کبھی کسی رسالہ میں کوئی مضمون دیکھ لیا۔ اس سرسری معلومات کے علاوہ میرے محترم مولانا ابوالحسن

علی میاں اور مولانا منظور صاحب نعمانی سے تبادلۂ خیالات کی بنا پر جو خیال[1] اس ناکارہ کا ہمیشہ سے مودودی صاحب کی کتب کے متعلق رہا وہ یہ تھا کہ عام دینداروں کو اور عربی طلبہ کو ان کتب کا مطالعہ مناسب نہیں، البتہ انگریزی تعلیم یافتہ اور کالج کے طلبہ کے لیے ان کا مطالعہ بہت مفید ہے، جن لوگوں نے مجھ سے کبھی تقریراً یا تحریراً سوال کیا، یہی مجمل جواب میں ان سے کہتا رہا اور دونوں نوع میں سے تخصیصی طور پر جب کسی نے مشورہ اپنی ذات کے لیے کیا تو جس نوع سے اس کا تعلق ہوتا تھا اس کے موافق اس کو دیکھنے یا نہ دیکھنے کا مشورہ دیتا رہا۔

اس تفریق کا مبنیٰ بندہ کے ذہن میں یہ تھا۔ ان کی تحریرات کا محور دو چیزیں ہیں۔ ایک وہ کافرانہ ملحدانہ نظریات جو آجکل کی سیاست اور تمدن میں روزافزوں ہیں۔ پہلے میرے خیال میں یہ تھا کہ ان کے خلاف مودودی صاحب کا قلم بہت شدت سے چلتا ہوگا اس لیے کہ وہ صاحب قلم ہیں اور ان نظریات کے پھیلانے والے بھی اصحاب قلم ہیں ان کے رد کے لیے ان سے زیادہ زوردار قلم کی ضرورت ہے اور مودودی صاحب نے اسی شدت سے ان پر کام کیا ہوگا جس کے یہ مضامین مستحق ہیں، مگر تحریرات کے پڑھنے کے بعد مجھے اپنے اس تخیل میں کچھ پیچھے ہٹنا پڑا کہ جس شدت سے رد کے یہ مضامین مستحق تھے مودودی صاحب کا قلم ان کے خلاف چلتا تو ضرور ہے اور یقیناً انہوں نے اس کے خلاف بہت کچھ لکھا مگر قلم کا زور بہت ہلکا رہا۔

دوسرے وہ مضامین جو مذہبیات بالخصوص اجتہاد و تصوف اور اسلاف کی علمی تحقیقات کے متعلق ہیں ان کے متعلق یہ تو مجھے معلوم تھا کہ مودودی صاحب ان کے خلاف ہیں مگر میرے ذہن میں یہ نہیں تھا کہ ان کے خلاف جب مودودی صاحب کا قلم چلتا ہے تو وہ اس قدر بے قابو ہو جاتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بھی نہیں رہتا کہ میں کس کے خلاف قلم چلا رہا ہوں۔ معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات فرمایا یا نہیں۔ اس کی طرف تو میں آگے چل کر آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا۔

اس وقت تو مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ بندہ کے مشورہ میں دو نوع کے آدمیوں کے لیے کیوں

---

[1] جماعت اسلامی کے سلسلہ میں حضرت شیخ زاد مجدہٗ نے اپنے خیالات کا اظہار بہت سے خطوط میں بھی کیا ہے یہ تمام خطوط مکتوبات شیخ جلد سوم میں طبع ہو چکے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی قارئین کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

فرق رہا اور رہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی قسم کے مضامین سے عام دیندار اور عمومی عربی طلبہ ناواقف ہیں اور ان کو ان سے نہ مناسبت نہ دلچسپی۔ اس لیے اس نوع کے مضامین تو ان کے لیے قدرِ زائد اور ناقابل غور بن جاتے ہیں۔ دوسری قسم کے مضامین سے ان کو دلچسپی بھی ہوتی ہے ان سے وہ متاثر بھی ہوتے ہیں اس لیے ان مضامین کے مضرات سے ان کو نفع کے بجائے کئی نوع کے نقصانات پہنچ جاتے ہیں جن میں کا ادنیٰ درجہ اسلاف و اکابر کی شان میں گستاخی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہوں گے۔ مثلاً

حضرت عثمانؓ میں خلافت کی اہلیت نہ تھی، مجھے معلوم نہیں ابوحنیفہؒ کوئی نیک آدمی تھا یا فاسق فاجر، اس کے متعلق جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہی کونسی قطعی ہیں۔

یہ بخاری[1] شریف کا بُت کب تک بغل میں دبائے پھروگے وغیرہ وغیرہ۔

کثیر الفاظ جن کو نقل کرنے سے بھی دل زخمی ہوتا ہے۔ یہ الفاظ اب ایسے نہیں رہے جن کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا کہ روایات غلط پہنچی ہیں۔ رسالہ "زندگی" اکتوبر ۱۹۵۲ء کا وہ مضمون جس کا قاری صاحب[2] نے اپنے فتویٰ کے صفحہ اٹھائیس پر حوالہ دیا ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہی ہوگا۔

---

[1] یہ اشارہ ہے اس گفتگو کی طرف جو خود مظاہر علوم کی چہار دیواری میں ہوئی کہ ایک مدراسی عالم اور جماعت اسلامی کے مشہور امیر حلقہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری مظاہر میں آئے دورۂ حدیث شریف کے طلباء کو بخاری شریف پڑھتے دیکھا تو فرمایا کب تک یہ بخاری کے بُت لیے رہوگے میدان میں آؤ۔

یہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بعد میں جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے اور مستقل توبہ نامہ اخبارات میں شائع کرایا تھا۔

[2] قاری صاحب کا مصداق مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم ہیں مفتی صاحب موصوف ۱۳۲۳ھ میں مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور کافیہ، تہذیب سے اپنی تعلیم شروع کی ۱۳۳۱ھ میں فارغ ہوئے۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت سہارنپوری، مولانا ثابت علی صاحب، مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا منظور احمد صاحب جیسے حضرات شامل ہیں۔ ۱۳۳۳ھ میں مظاہر میں استاذ تجوید ۱۳۴۴ھ میں نائب مفتی اور ۱۳۵۴ھ میں مفتی اعظم اور ناظم تعلیمات بنائے گئے۔ دو صفر المظفر ۱۳۷۷ھ میں انتیس اگست ۱۹۵۷ء پنجشنبہ کو طویل علالت (باقی اگلے صفحہ پر)

اور یہ بھی آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ امیر جماعت ہند[1] نے جو جواب اس کا مرحمت فرمایا اس میں سائل کے جذبات استنکاف کی کچھ تائید ہی کر دی۔ ایسی ہی چیزوں کا یہ اثر ہے کہ جماعت کے افراد میں بالعموم مقتدایان امت کا استخفاف روز افزوں ہے اور اس پر وہ بجائے متاثر و متاسف ہونے کے فخر کرتے ہیں کہ ہم شخصیت پرستی کے جذبے سے بالاتر ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے بعد انتقال فرمایا۔

جید الاستعداد اور انتہائی ذکی و فطین علماء میں سے تھے۔ بہت سی کتب کے مصنف ہیں شہرہ آفاق کتاب معلم الحجاج مولانا ہی کی تالیف ہے جو چالیس سال سے مسلسل طبع ہو رہی ہے۔

اس شورش اور ہنگامہ کے زمانہ میں چونکہ قاری صاحب موصوف مظاہر کے باا ختیار مفتی تھے اور مودودی صاحب کے متعلق مظاہر کا فتویٰ بھی موصوف کے دستخطوں کے ساتھ طبع ہو گیا تھا اس لیے مودودی صاحب بطور خاص ان سے بھی ناراض تھے۔ چنانچہ کسی سائل کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

"مفتی سعید احمد صاحب کے فتووں میں تو صریح بد دیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔

اسی مکتوب میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا محمد طیب صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"اب یہ حضرات اس مقام سے گذر چکے جہاں ان کو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو۔ سب سے زیادہ افسوس مجھے مفتی کفایت اللہ صاحب پر ہے، ۔۔۔۔ باقی رہے دوسرے حضرات تو ان کے فتوے پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ عین وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے خدا کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہ تھا۔"

سے اس فتوے سے مفتی صاحب کی اپنی تالیف "کشف حقیقت" یعنی "تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں" مراد ہے وہاں یہ مضمون دیکھ لیا جاوے مضمون کا عنوان یہ ہے "مودودی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ کا اثر"۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] امیر جماعت ہند کا مصداق مولوی ابو اللیث صاحب ندوی ہیں۔

میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کیا یہ امور حضور کے پاک ارشاد اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ[1] کے خلاف نہیں کیا اس قسم کی حرکات لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا[2] میں داخل نہیں؟ ان ہی وجوہ سے میں عربی طلباء کے لیے ان کتب کے مطالعہ کو مضر سمجھتا رہا۔ مگر میرے اس مشورہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ اسے لٹریچر کو غور سے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ حالانکہ لٹریچر کی یہ ایسی معروف چیز تھی جس میں کسی معمولی نظر والے کو تردد نہ ہونا چاہیے تھا اور اس خیال میں یہ ناکارہ تنہا نہ تھا بلکہ آپ کے سہارنپوری جماعت کے سب افراد کو یہ معلوم تھا کہ ہم سب لوگ اسی خیال کے ہیں۔ پھر میں اب تک نہیں سمجھا کہ آپ کی جماعت کے نو عمروں کو کیا غلط فہمی ہم لوگوں کے متعلق تھی جس کی وجہ سے وہ بار بار حضرت ناظم صاحب سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر ارباب مدرسہ ان کتب کو طلباء کے لیے مضر سمجھتے ہیں تو وہ آخر اعلان کیوں نہیں کرتے۔ تمام سال میں جب بھی شوریٰ میں اس سلسلہ کا کوئی تذکرہ آیا حضرت ناظم صاحب نے اس پر زور دیا کہ وہ لوگ خود بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر مدرسہ خلاف ہے تو کیوں اعلان نہیں کرتا۔ اور میں ہر مرتبہ شدت سے اس پر زور دیتا رہا کہ جب سب کو ہم لوگوں کا خیال معلوم ہے تو پھر کونسی ضرورت اعلان کی باقی رہی۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ۲۹ جمادی الاول کی شوریٰ میں جناب نے اپنی سادگی سے خود بھی تجویز پیش کر دی کہ طلبہ کو جمع کر کے ان کتب کے دیکھنے کو روک دیا جائے میں خود اس جلسہ میں موجود رہوں گا۔ جناب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مسائل میں اختلاف تو ہوا ہی کرتا ہے، مسائل میں ہم ان کے موافق نہیں ہیں، صرف تنظیم میں موافق ہیں۔ میں خود اپنے مجامع میں ان مسائل کے خلاف کہتا رہتا ہوں جن میں ان کو ہماری جماعت سے خلاف ہے۔

[1] اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں کو اپنے اپنے درجہ پر اتارو یعنی جس آدمی کی جو حیثیت ہو اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیے (رواہ مسلم و ابو داؤد عن عائشہؓ) [2] لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ اس مضمون کی بہت سی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ ملتی ہیں یہاں پوری حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے" (رواہ الترمذی عن ابن عمرو)

جناب کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے مولانا اسعد اللہ[1] صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ
خود ہی اس مضمون کی تقریر فرما دیں جس پر آپ نے اپنے گمنام اشتہاروں پر اپنے تأسف
کا اظہار فرماتے ہوئے خود تقریر کرنے سے عذر کیا اور جلسہ میں موجود رہنے کو کافی بتایا۔ اس
قرارداد پر شام کو دارالحدیث[2] میں وہ اعلان ہوا۔ پھر معلوم نہیں کیا اسباب ایسے پیش آئے
جن کی وجہ سے چار ہی دن بعد جناب کو نواب نورالرحمٰن کے مکان میں بڑے شدومد کے ساتھ
اس اعلان والی تقاریر کی تردید فرمانی پڑی جو کم از کم میری توقع کے بالکل خلاف تھی میں یہ
سمجھ رہا تھا کہ جیسا کہ آپ نے ۲۵ جمادی الاولیٰ والی شوریٰ میں فرمایا ہے۔ اس اجتماع میں
جو آپ کی ہی جماعت کا ہے مودودی صاحب کے ان مسائل پر جو ہمارے مسلک کے خلاف
ہیں شدت سے انکار فرمائیں گے۔ مگر ہوا یہ کہ آپ نے ان تقاریر کی بڑی شدت سے تردید
فرمائی جو خود آپ ہی کے مشورہ سے میری رائے کے خلاف قرار پائی تھیں، اور میری حیرت
کی انتہا نہ رہی جب میں نے آپ جیسے ذی علم کی طرف سے یہ سنا کہ مودودی صاحب کے
اجتہاد کے سلسلہ میں آپ نے ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا تذکرہ بھی فرمایا اس کے متعلق

---

[1] حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہ خلیفہ و مجاز حضرت اقدس تھانوی مظاہر علوم کے ان
باکمال صاحب زہد و ورع اور مجسمہ صلاح و فلاح فرزندوں میں سے تھے جن سے نہ صرف مظاہر علوم کی نیک
نامی اور شہرت میں اضافہ ہوا بلکہ آسمان علم پر ایک مزید درخشندہ ستارے کا ظہور ہوا۔
حضرت موصوف کی فراغت مظاہر سے ۱۳۳۳ھ میں ہوئی حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ، حضرت
مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت مولانا عبداللطیف
صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب آپ کے اساتذہ میں سرفہرست ہیں۔ موصوف ۱۳۳۴ھ میں مظاہر کے استاذ
بنائے گئے اور درس نظامی کی تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب پڑھائی ۱۳۶۵ھ میں مظاہر کے نائب ناظم اور ۱۳۷۴ھ
میں ناظم اعلیٰ بنائے گئے (اطال اللہ بقاءہ)
[2] یعنی مدرسہ مظاہر علوم کی دارالحدیث میں اس اعلان کا اجمالی تذکرہ مقدمہ میں دیکھ لیا جائے۔

میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مودودی صاحب کی اس تحریر[*] کی طرف جناب کو متوجہ کردوں جو انہوں
نے ترجمان القرآن بابت ماہ شوال ۱۳۶۱ھ کے صفحہ نمبر ۳۸۹ پر اس شخص کی رد میں لکھی ہیں جس
نے سر سید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے تذکرہ میں مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کا
ذکر کر دیا تھا۔ مودودی صاحب کے ساتھ چاہے آپ کو کتنا ہی تعلق ہو مگر آپ جب ایک عالم
کی حیثیت سے سامنے آ رہے تھے تو آپ کو بے لاگ تبصرہ کرنا چاہیے تھا، ایسا نہ ہو کہ آپ
بھی قرآن پاک پر ظلم کرنے والے بن جائیں۔

آپ کے اس اجتماع میں ہر شخص نے اس پر زور دیا کہ ان لوگوں کو لٹریچر پڑھنے کی تو نوبت
نہیں آئی سنی سنائی باتوں پر حکم لگاتے ہیں، اس نے مجھے بھی مجبور کیا۔ اس لیے بہت سا وقت
خرچ کر کے بہت غور سے لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور جتنا آگے بڑھتا جاتا تھا آپ پر
اور صرف آپ پر میری حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے ان دوستوں پر کچھ حیرت نہیں ہوتی
جو اوّل ہی سے اجتہاد کے باب میں وسیع الخیال تھے یا تصوف سے کسی زمانہ میں نامانوس رہ چکے
تھے۔ نہ ان نوعمروں پر تعجب ہوا جن کو دینیات میں زیادہ رسوخ پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن آپ پر

---

[*] مودودی صاحب کی وہ تحریر یہ ہے! ڈاکٹر صاحب نے سر سید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے متعلق جو نوٹ
لکھے ہیں وہ نظر ثانی کے محتاج ہیں اوّل تو ان دونوں حضرات کا ذکر مجدد صاحبؒ، شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور
سید احمد بریلویؒ کے سلسلہ میں لانا یہ غلط فہمی پیدا کرتا ہے کہ گویا یہ بھی اسی سلسلہ کے آدمی ہیں دوسرے ان صاحبین طلوع
کا پھر سر سید کے کام کو اصلاح اور تنقید عقلی کے الفاظ سے تعبیر کرنا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں میں ان کے بعد جتنی
اہم مذہبی، سیاسی، اجتماعی، ادبی و تعلیمی تحریکیں اٹھی ہیں ان سب کا سر رشتہ کسی نہ کسی طرح ان سے ملتا ہے دراصل مبالغہ
کی حد سے بھی متجاوز ہے۔ علی گڈھ کے تعلق کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو خواہ سر سید سے کتنی ہی ارادت ہو مگر جب وہ ایک
مسلمان محقق کی حیثیت سے سامنے آ رہے ہیں تو انہیں بے لاگ حق کا اظہار کرنا چاہیے۔ سچ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے
بعد سے اب تک جس قدر گمراہیاں مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہیں ان سب کا شجرۂ نسب بالواسطہ یا بلاواسطہ سر سید کی ذات تک
پہنچتا ہے وہ اس سر زمین میں تجدد کے امام اوّل تھے اور پوری قوم کا مزاج بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے رہے مولوی عبداللہ
چکڑالوی تو ان کو قرآن کا بڑا عالم کہنا قرآن پر ظلم ہے۔ ایک بہکا ہوا آدمی جس کے ذہن کا توازن بگڑا ہوا تھا جو علم قرآن کی دولت سے کچھ
بہرہ نہیں پا سکتا تھا۔ منہ

اس لیے زیادہ تعجب ہوا کہ میرے علم اور تجربے میں اب تک آپ دینیات میں راسخ تھے۔ میری عقل حیران ہے کہ لٹریچر کے تجددات کو آپ کس طرح برداشت کر رہے ہیں۔ ان سب پر تفصیلی رائے کے لیے تو بڑا وقت چاہیے۔ لیکن چند امور کی طرف میں آپ کی توجہ کو خصوصی طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

مودودی صاحب کی تفسیر بالرائے

میری نگاہ میں لٹریچر میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک چیز مودودی صاحب کی قرآن پاک کی تفسیر بالرائے ہے جس کے متعلق وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں منقولات کی طرف التفات کی بھی ضرورت نہیں سمجھی وہ اپنی تفسیر کی ابتدا میں لکھتے ہیں۔

"اس میں جس چیز کی کوشش میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے قلب پر پڑتا ہے حتی الامکان جوں کا توں اپنی زبان میں منتقل کر دوں" (ترجمان محرم سنہ ۶۱ھ ص ۲)

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مودودی صاحب اس کو صرف اپنی ذات تک نہیں بلکہ اپنی ساری جماعت کو اسی نہج پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ تعلیم کی اصلاح[1] کے سلسلہ میں لکھتے ہیں ا۔

"اس طرز تعلیم کو بدلنا چاہیے۔ قرآن و سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و حدیث کے مغز کو پا چکے ہیں۔"

ان الفاظ کو بہت غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ دین کہاں جا رہا ہے اور وہ جماعت کہاں جائے گی جو تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جائی جائے گی۔

۱ اس مضمون کا عنوان ہے "ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص" ہے۔

وہ اصلاح تعلیم ہی کے سلسلہ میں ایک دوسرے[1] مضمون میں لکھتے ہیں۔

"قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو وہ اپنے لکچروں سے انٹرمیڈیٹ میں طلبہ کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا۔" (تنقیحات ص ۲۱۳)

کیا اس قسم کے مضامین کو پڑھتے وقت ان احادیث کی طرف کبھی آپ کا ذہن منتقل نہیں ہوتا جن میں تفسیر بالرائے کی مذمت اور وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار[2] اور من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ[3] (مشکوٰۃ)

وہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بے نیاز کر کے براہ راست تدبر فی القرآن کی ہر جگہ دعوت دیتے ہیں اور خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ ا۔

"یوں تو قرآن مجید کی آیات میں معنوی تحریف کرنے کی ہر زمانہ میں کوششیں کی گئیں ہیں اور ہر دور میں کج نظر لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ کتاب الٰہی کے واضح ارشادات کو توڑ مروڑ کر اپنے نفس کی خواہشات یا اپنے دوستوں کے رجحانات و

۱ اس دوسرے مضمون کا عنوان ہے "مسلمانوں کے لیے جدید تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل"۔

۲ من قال فی القرآن برأیہ (الحدیث) یعنی جس نے قرآن شریف میں اپنی عقل سے کچھ کہا پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ "اپنی عقل سے کچھ کہا" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر اپنی عقل سے کر لے۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے۔

۳ من قال فی القرآن برأیہ فقد اخطأ (الحدیث) یعنی جس شخص نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ صحیح بھی تھا پھر بھی اس نے غلطی کی، مطلب یہ ہے کہ اگرچہ واقعہ میں اس کا کہا ہوا حق اور صواب تھا لیکن اپنی رائے سے تفسیر کیے جانے کی بنا پر وہ غلطی کا حکم رکھتا ہے۔ یہ روایت ترمذی اور ابو داؤد کی ہے اور مشکوٰۃ میں کتاب العلم میں مذکور ہے۔

مطالبات کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں۔" (تفہیمات ص۱۸۳)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ان تحریفات سے اگر حفاظت کی کوئی صورت تھی تو وہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں ہی میں تھی، لیکن ان کو اب آپ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ خود سوچیے کہ عنداللہ و عندالناس آپ پر اور ان سب اہل حق پر جن کی بلا وارثہ تائید سے مودودی صاحب کی تالیفات اور ان کی خودساختہ تفسیر قرآن لوگوں کے یہاں قابل اعتماد بن رہی ہے، کیا یہ ذمہ داری عاید نہیں ہوتی کہ وہ یا علیٰ رؤس الاشہاد یہ اعلان کریں کہ ہمارے طرز عمل سے مودودی صاحب کی تفسیر کو غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد جہاں جہاں جمہور اہل حق سے انہوں نے خلاف کیا ہے ان پر تنبیہ کریں اور بتائیں کہ ان مواقع میں جمہور اہل حق سے ان کو خلاف ہے جس طرح حضرت تھانوی قدس سرہ نے دو رسالے اصلاح ترجمہ نذیریہ[1] اور اصلاح ترجمہ مرزا حیرت[2] تحریر فرمائے ہیں۔ ورنہ آپ خود سوچ لیجیے کہ آپ کی اجمالی تائید سے ان کے سب مضامین کی آپ کی طرف سے توثیق ہوتی ہے اور ان میں قرآن پاک کی آیات کی وہ تفاسیر بھی شامل ہیں جن کی تفسیر موصوف نے جمہور کے خلاف اپنی آزادانہ رائے سے کی ہے۔

آپ حضرات کا اپنی تنہائیوں میں یہ کہہ دینا کہ ہم نے ان مضامین یا ان تفاسیر کی تائید نہیں کی ہرگز کافی نہیں۔۔۔۔ جبکہ مجامع میں تقریر و تحریر سے آپ ان کی اور ان کے لٹریچر کی تائید اور تحسین فرماتے ہوں جو حقیقت میں توثیق و تصدیق ہے اور میری ناقص نگاہ میں اس کی زیادہ ذمہ داری آپ پر اور مولانا ابوالحسن ندوی زاد مجدہ پر خصوصیت سے عائد ہوتی ہے کہ آج کل علماء تفسیر میں آپ کا عام طور پر شمار ہے تو آپ حضرات کی اجمالی تائید آپ کی طرف سے موصوف کی

---

[1] اصلاح ترجمہ نذیریہ۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے قرآن پاک کے ترجمہ میں اکثر مقامات پر ایسی غلطیاں کی ہیں جن سے مسائل شرعیہ اور عقاید اسلامیہ میں دھوکہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہ نے ایسی تمام اغلاط کی تصحیح اور اصلاح فرمائی تھی جس کو اصلاح ترجمہ نذیریہ کے نام سے شائع کیا گیا۔

[2] اصلاح ترجمہ مرزا حیرت۔ یہ حضرت تھانوی کا اسی موضوع پر دوسرا رسالہ ہے اس میں مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ میں پیدا شدہ اغلاط کی تصحیح فرمائی ہے اور ان کی فروگذاشتوں پر متنبہ فرمایا ہے۔

کی تفسیر کی دلالت توثیق و تصدیق ہے اور اس سے آپ دونوں انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی تفسیر قرآن میں بہت سی جگہ جمہور کا خلاف کیا گیا ہے۔ ع

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا مفہوم

دوسرا بنیادی، اساسی اور کلی اختلاف عبادت کے مفہوم میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب جو عبادت کا مفہوم بتلاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیائے اسلام کے خلاف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک عبادت کا مفہوم کسی کے نزدیک بھی یہ نہیں رہا جو مودودی صاحب تجویز کرتے ہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ چیز ان کی تمام تالیفات میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے، معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات بھی فرمایا یا نہیں۔ انہوں نے اپنے خطبات میں اپنے اختراعی معنی پر بہت زور دیا ہے اور اپنے زور قلم سے عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ ایسا خلط کر دیا کہ جماعت کے ذہنوں سے عبادات کا مفہوم بالکل نکل جائے گا۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ!

"انسان کے مذہبی تصورات میں عبادت کا تصور سب سے پہلا اور اہم تصور ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک نوع انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے ان میں سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہیں۔" (تفہیمات ص۴۴)

آپ خود خیال فرمائیں کہ عبادات کے مفہوم کی اہمیت کو ماننے کے باوجود جب وہ عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط ملط کر دیں گے تو عبادت کا مفہوم اور اس کی اہمیت جماعت میں کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ میری نگاہ میں یہ بہت اہم چیز ہے جب لوگوں کی نگاہ سے عبادات کا تمیز اور تشخص جاتا رہے گا تو عبادات کی اہمیت ــــ قطعاً جاتی رہے گی۔

اب اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ عبادات کی نئی تفسیر کیا کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں!

مطالبات کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں۔" (تفہیمات ص۱۸۲)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ان تحریفات سے اگر حفاظت کی کوئی صورت تھی تو وہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں ہی میں تھی، لیکن ان کو اب آپ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ خود سوچیے کہ عنداللہ و عندالناس آپ پر اور ان سب اہلِ حق پر دین کی ہنداوارنہ تائید سے مودودی صاحب کی تالیفات اور ان کی خود ساختہ تفسیرِ قرآن لوگوں کے یہاں قابلِ اعتماد بن رہی ہے) کیا یہ ذمہ داری عاید نہیں ہوتی کہ وہ یا علیٰ رؤس الاشہاد یہ اعلان کریں کہ ہمارے طرزِ عمل سے مودودی صاحب کی تفسیر کو غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد جہاں جہاں جمہور اہلِ حق سے انہوں نے خلاف کیا ہے ان پر تنبیہ کریں اور بتلائیں کہ ان مواقع میں جمہور اہلِ حق سے ان کو خلاف ہے جس طرح حضرت تھانوی قدس سرہ نے دو رسالے اصلاح ترجمہ نذیریہ[1] اور اصلاح ترجمہ مرزا حیرت[2] تحریر فرمائے ہیں۔ ورنہ آپ خود سوچ لیجئے کہ آپ کی اجمالی تائید سے ان کے سب مضامین کی آپ کی طرف سے توثیق ہوتی ہے اور ان میں قرآن پاک کی آیات کی وہ تفاسیر بھی شامل ہیں جن کی تفسیر موصوف نے جمہور کے خلاف اپنی آزادانہ رائے سے کی ہے۔

آپ حضرات کا اپنی تنہائیوں میں یہ کہہ دینا کہ ہم نے ان مضامین یا ان تفاسیر کی تائید نہیں کی ہرگز کافی نہیں۔ ... جبکہ مجامع میں تقریر و تحریر سے آپ ان کی اور ان کے لٹریچر کی تائید اور تحسین فرماتے ہوں جو حقیقت میں توثیق و تصدیق ہے اور میری ناقص نگاہ میں اس کی زیادہ ذمہ داری آپ پر اور مولانا ابوالحسن ندوی زاد مجدہ پر خصوصیت سے عائد ہوتی ہے کہ آج کل علماء تفسیر میں آپ کا عام طور پر شمار ہے۔ آپ حضرات کی اجمالی تائید آپ کی طرف سے موصوف کی

---

[1] اصلاح ترجمہ نذیریہ۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے قرآن پاک کے ترجمہ میں اکثر مقامات پر ایسی غلطیاں کی ہیں جن سے مسائل شرعیہ اور عقائد اسلامیہ میں دھوکہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایسی تمام اغلاط کی تصحیح اور اصلاح فرمائی تھی جس کو اصلاح ترجمہ نذیریہ کے نام سے شائع کیا گیا۔

[2] اصلاح ترجمہ مرزا حیرت۔ یہ حضرت تھانوی کا اسی موضوع پر دوسرا رسالہ ہے اس میں مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ میں پیدا شدہ اغلاط کی تصحیح فرمائی ہے اور ان کی فروگذاشتوں پر تنبیہ فرمایا ہے۔

تفسیر کی ولالت توثیق و تصدیق ہے اور اس سے آپ دونوں انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی تفسیرِ قرآن میں بہت سی جگہ جمہور کا خلاف کیا گیا ہے۔ ع

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا مفہوم

دوسرا بنیادی، اساسی اور کلی اختلاف عبادت کے مفہوم میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب جو عبادت کا مفہوم بتلاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیائے اسلام کے خلاف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک عبادت کا مفہوم کسی کے نزدیک بھی یہ نہیں رہا جو مودودی صاحب تجویز کرتے ہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ چیز ان کی تمام تالیفات میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے، معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات بھی فرمایا یا نہیں۔ انہوں نے اپنے خطبات میں اپنے اختراعی معنی پر بہت زور دیا ہے اور اپنے زورِ قلم سے عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ ایسا خلط کر دیا کہ جماعت کے ذہنوں سے عبادات کا مفہوم بالکل نکل جائے گا۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ!

"انسان کے مذہبی تصورات میں عبادت کا تصور سب سے پہلا اور اہم تصور ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک نوعِ انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے ان میں سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہیں۔" (تفہیمات ص۳۷)

آپ خود خیال فرمائیں کہ عبادات کے مفہوم کی اہمیت کو ماننے کے باوجود جب وہ عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط ملط کر دیں گے تو عبادت کا مفہوم اور اس کی اہمیت جماعت میں کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ میری نگاہ میں یہ بہت اہم چیز ہے جب لوگوں کی نگاہ سے عبادات کا تمیز اور تشخص جاتا رہے گا تو عبادات کی اہمیت ــــ قطعاً جاتی رہے گی۔

اب اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ عبادات کی نئی تفسیر کیا کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں!

غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ عبادت صرف تسبیح ومصلّی اور مسجد وخانقاہ تک محدود ہے۔ مومن صالح صرف اسی وقت اللہ کا عبادت گذار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں ایک بار حج کرتا ہے۔ بلکہ درحقیقت اس کی ساری زندگی عبادت ہی عبادت ہے۔ جب وہ کاروبار میں حرام کے فائدوں کو چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا جب وہ معاملات میں ظلم وجھوٹ اور فریب اور دغا سے پرہیز کرکے انصاف اور راستبازی سے کام لیتا ہے تو کیا یہ عبادت نہیں ہے پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی شریعت کے اتباع میں انسان دین اور دنیا کا جو کام بھی کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے حتیٰ کہ بازاروں میں اس کی خرید وفروخت اور اپنے اہل وعیال میں اس کی معاشرت اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت ہے۔ (تفہیمات ص۶۵)

ظاہری نظر میں یہ مضمون بہترین اور دین کی اہمیت پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن آپ نے غور فرمایا کہ اس طرح عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ خلط کر دیا گیا۔ حدیث کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ فرق ضرور سمجھتا ہوگا کہ عبادات ومعاملات دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں کتب حدیث وفقہ اول سے لے کر آخر تک ساری کی ساری اس فرق سے لبریز ہیں کہ عبادات ومعاملات دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ معاملات میں اگر حدود اللہ کی رعایت ہو اور اللہ کی رضا اس میں ملحوظ ہو تو اس کی وجہ سے ان پر عبادات کی طرح سے ثواب مل جانا امر آخر ہے۔ اور ضرور ملتا ہے اور اس اجر وثواب کی وجہ سے نصوص میں ان پر کہیں کہیں عبادت کا مجازاً اطلاق بھی کر دیا گیا لیکن کیا اس وجہ سے کہ ان پر بھی اجر مل جاتا ہے وہ عبادات کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من جهز غازيا في سبيل الله فقد غزا ومن خلف غازيا في اهله فقد غزا[1] (مشکوٰۃ)

[1] من جهز غازيا في سبيل الله۔ الحدیث یعنی جس شخص نے جہاد کرنے والے کا سامان درست (باقی اگلے صفحہ پر)

کیا کوئی حدیث پر ادنیٰ نظر رکھنے والا بھی اس حدیث سے یہ سمجھے گا کہ کسی مجاہد کی مدد کرنا یا اس کے اہل وعیال کی خبر لینا حقیقی جہاد ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ[2] (الآیۃ)

اس آیت شریفہ میں ظاہر ہے کہ بیع وشراء سے اس کی حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہے بلکہ معنی مجازی مراد ہیں۔ جیسا کہ امام سرخسیؒ نے مبسوط صفحہ ۲۴۸ جلد نمبر ۲ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح مجازاً ہر فعل ثواب پر عبادت کا اطلاق اس کی حقیقت شرعیہ کو نہیں بدل سکتا ہے۔ علامہ شامیؒ کے قول کو مودودی صاحب جتنا بھی ناقابل التفات سمجھتے ہوں، سمجھتے رہیں لیکن غالباً آپ تو ابھی تک ایسا نہیں سمجھتے ہوں گے۔ وہ لکھتے ہیں العبادة عبارة عن الخضوع والتذلل وحدها فعل لا يراد به الا تعظيم الله بامره[3] الخ (شامی ص۳۵ جلد ۲) حقیقت عبادت یہی چیز ہے۔

اسی مضمون کو حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں مفصل ذکر فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں اعلم ان مبنى الشرائع على تعظيم شعائر الله والتقرب بها اليه تعالى اس کے بعد فرماتے ہیں ومعظم شعائر الله اربعة القرآن والكعبة والنبي والصلوة[4]۔ (حجۃ اللہ ص۶۹ جلد ۱) باب تعظیم شعائر اللہ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا پس وہ بھی جہاد کرنے والے کا حکم رکھتا ہے اور جو شخص مجاہد کے اہل وعیال کی خیر خبر رکھے اور ان کی خدمت گذار رہا ہے پس اس نے بھی حقیقی جہاد کیا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ ایک مجاہد کو ملتا ہے یہ حدیث بخاری اور مسلم کی ہے

(حاشیہ صفحہ ہذا) [2] ان الله اشترى من المؤمنين الآية ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی مطلب یہ ہے کہ اپنا جان ومال اللہ کی راہ میں لگا دیا اور اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔ (پارہ یعتذرون رکوع ۳)

[3] العبادة عبارة عن الخضوع والتذلل یعنی عبادت خضوع وتذلل سے عبارت ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا فعل ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم ہی مقصود ہو مطلب یہ ہے کہ عبادت خضوع وتذلل کا نام ہے جس کا مقصد واحد اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعظیم کرنا ہے۔

[4] اعلم ان مبنى الشرائع یعنی شریعت کی بنیاد اللہ کے شعائر کی تعظیم پر اور ان شعائر کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے پر ہے اور شعائر اللہ میں اہم ترین چیزیں چار ہیں قرآن کریم، کعبہ مکرمہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں العبادۃ اقصی غایۃ الخضوع وتعارف فی الشرع فیما جعل علامۃ لنہایۃ الخضوع من صلوۃ وصوم وجہاد وقرأۃ[1] آھ

(شرح ص...)

امام غزالی کی احیاء کے متعلق تو خود مودودی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ اس میں ایک ایک بُرائی کی جڑ اور اس کی نفسیاتی اور تمدنی اسباب کا کھوج لگایا ہے اور اسلام کا صحیح اخلاقی معیار پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے (تجدید و احیاء دین، ترجمان ص۳۰۵)

مگر اس بنیادی چیز کو امام غزالی بھی نہ سمجھے کہ انھوں نے اسی احیاء میں ربع العبادات کو اخلاقیات وغیرہ سے علیحدہ کر دیا، بلکہ نعوذ باللہ شاید خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلام کی اس بنیادی حقیقت کو نہ سمجھے جس کو مودودی صاحب کی ذکاوت نے سمجھ لیا۔ ہزاروں احادیث اس پر شاہد ہیں کہ عبادات کا حقیقی مفہوم وہی ہے جو اب تک ساری دنیا سمجھتی آئی ہے۔

عبادت کے متعلق چند احادیث نبویہ

چند احادیث کی طرف مثال کے طور پر آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

عن عطاء قلت لعائشۃ رض اخبرینی باعجب ما رأیت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت لم یکن عجبًا اتانی اللیلۃ فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرینی اتعبد لربی فقام فتوضأ ثم قام یصلی[2] (الحدیث)

---

[1] العبادۃ اقصی غایۃ الخضوع الخ یعنی عبادت انتہائی درجہ کے خضوع کا نام ہے اور شریعت میں عبادت اس چیز کے لیے متعارف ہے جس کو انتہائی خضوع کی علامت قرار دیا گیا ہو۔ چاہے وہ نماز ہو یا روزہ جہاد یا قرأت ہو۔

[2] عن عطاء قلت لعائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرینی الخ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنا دیجیے انھوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی بات ایسی نہیں جو عجیب نہ ہو۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ مجھے تو اپنے رب کی عبادت کروں گا، یہ کہہ کر تشریف لے گئے وضو فرمایا اور نماز کی نیت (باقی اگلے صفحہ پر)

کیا یہ حدیث اس باب میں نص نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے پاس لیٹے ہوئے یہ کہہ کر اُٹھ جاتے ہیں کہ مجھے چھوڑ دو میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا اور یہ کہہ کر نماز شروع فرما دیتے ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ اسی غلط فہمی میں مبتلا تھے جس میں ساری دنیا مبتلا ہے کہ عبادت چند مناسک ہی کا نام ہے متعدد روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین[1] (مشکوۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے مال جمع کرنے اور تجارت کا حکم نہیں دیا گیا مجھے تسبیح، سجدہ اور عبادت کا حکم دیا گیا ہے کسی صحابی نے بھی یہ نہ پوچھ لیا کہ حضور تجارت تو خود عبادت ہے وہ تو واعبد میں آ گئی، آپ اس کی نفی کیوں فرما رہے ہیں، اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املأ صدرک غنی واسد فقرک[2] (الحدیث مشکوۃ)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) باندھ لی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہنے لگے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے یہاں تک کہ ساری رات گذار دی حتی کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلال بلانے آ گئے حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر اس قدر کیوں روتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ پھر فرمایا کیوں نہ روؤں جب کہ آج مجھ پر یہ آیات نازل ہوئی ہیں: الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ پھر فرمایا ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ما اوحی الی ان اجمع المال الخ یعنی میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تجارت کرنے والوں میں سے بن جاؤں لیکن اس کی وحی ضرور کی گئی ہے کہ میں اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کروں اور سجدہ کرنے والوں میں سے بن جاؤں یہاں تک کہ مجھ کو موت آ جائے۔ یہ حدیث مشکوۃ شریف کتاب الرقاق میں موجود ہے۔

[2] یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املأ صدرک الخ یعنی اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو بے فکری سے بھر دوں گا اور تیرے فقر و فاقہ کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے یعنی میری عبادت کے لیے فارغ نہ ہوا تو تجھے مشغول اور دنیا کے مشاغل میں تجھ کو پھنسا دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ بند نہیں کروں گا (کذا فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والترمذی وابن ماجہ)

جب کہ عبادت ذخیرہ خود عبادت ہی ہے پھر کس چیز کے لیے حق تعالیٰ شانہ فراغت حاصل کرنے پر اس کا احسان فرما رہے ہیں کہ میں تیرا فقر دور کردوں گا، دوسری حدیث میں ہے۔

ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعبادۃ واجتہاد و ذکر اخر برعۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل بالرعۃ[۱] (مشکوٰۃ)

یہاں نہ تو کسی صحابی کو اس کا پتہ چلا نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تقویٰ اور عبادت تو ایک ہی چیز ہے یہ تقویٰ کا اور عبادت کا مقابلہ کیسا۔ واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا۔[۲]

یہ صحابہ کرام کس چیز کو عبادت سمجھ رہے تھے اور ازواج مطہرات کو بھی عبادت کے مفہوم کا پتہ نہ چلا انھوں نے بھی اس سوال کے جواب میں وہی پوجا پاٹ کی باتیں بتا دیں،

[۱] ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کی عبادت کا تذکرہ آیا جو گناہوں سے زیادہ نہیں بچتا تھا، اور ایک دوسرے شخص کی عبادت کا تذکرہ اس کی پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ آیا تو آپ نے فرمایا کہ دونوں کی عبادت کو برابر نہ کرو اور نہ ایک درجہ پر رکھو (رواہ الترمذی)

[۲] واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلثۃ رھط الخ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی تحقیق کے سلسلہ میں تین شخص آپ کے گھر والوں کے پاس آئے۔ جب ان کو آپ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ عبادات میں کہاں کر سکتے ہیں بالخصوص جب کہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے تمام رات نماز میں مشغول رہنے کا عہد کر لیا دوسرے نے روزے رکھنے کا اور تیسرے نے نکاح نہ کرنے کا عہد کر لیا اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم نے ایسی ایسی بات کہی ہے ؟ خدا کی قسم میں تمہارے مقابلہ میں خدا سے بہت ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس شخص نے میرے طریقہ سے اعراض اور انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے فائدہ :- یہ تین صحابی حضرت علی، حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عبداللہ بن رواحہ تھے یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں مذکور ہے -)

آپ ساری کتب حدیث کو تلاش کر لیجئے، محدثین جہاں کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا عنوان قائم کریں گے اس میں روزہ نماز وغیرہ کا ذکر کریں گے، دوسری طاعات بھی ذکر نہ کریں گے، چہ جائیکہ معاملات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فضل العالم علی العابد کے بارے جتنی روایات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں اگر ان میں عبادت کا یہی مفہوم نہیں جس کو غلط بتایا جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے ارشادات بے معنی ہو جائیں گے۔ عن ابی سعید[۱] قال رجل ای الناس افضل یا رسول اللہ قال مومن مجاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ قال ثم من قال ثم رجل معتزل فی شعب من الشعوب یعبد ربہ ربہ (کذا فی الترغیب مشکوٰۃ)

یہ عبادت رب کیا چیز تھی جو جہاد کے مقابلہ میں ذکر کی گئی ان روایات اور ان جیسی روایات کو کتب احادیث سے ملاحظہ کیجئے اور پھر سارے لٹریچر سے عبادات کے مفہوم میں جس زور قلم سے مودودی صاحب نے تحریف کی ہے اس کو غور سے ملاحظہ کیجئے۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

افسوس کہ عبادت کے اس صحیح اور حقیقی مفہوم کو مسلمان بھول گئے۔ انھوں نے چند مخصوص اعمال کا نام عبادت رکھ لیا اور سمجھے کہ بس انہیں اعمال کو انجام دینا عبادت ہے اور ان ہی کو انجام دے کر عبادت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس عظیم الشان غلط فہمی نے عوام اور خواص دونوں کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ عوام نے اپنے اوقات میں سے چند لمحے خدا کی عبادت کے لیے مختص کر کے باقی تمام اوقات کو اس سے آزاد کرا لیا ہے، قانونِ الٰہی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ کی خلاف ورزی کی، جھوٹ بولے غیبت کی، بدکاریاں کیں مگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لی۔

[۱] عن ابی سعید قال رجل ای الناس افضل الخ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا آدمی افضل ہے ؟ ارشاد فرمایا وہ مومن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے خدا کے راستہ میں جہاد کرے عرض کیا گیا اس کے بعد کون افضل ہے ؟ فرمایا وہ آدمی جو سب سے الگ ہو کر کسی گھاٹی میں چلا جائے اور وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔

زبان اور حلق کی حد تک قرآن کی تلاوت کر لی، سال میں مہینہ بھر کے روزے رکھ لیے اپنے مال میں سے کچھ خیرات کر دی ایک مرتبہ حج بھی کر آئے اور سمجھے کہ ہم خدا کے عبادت گذار بندے ہیں کیا اسی کا نام خدا کی عبادت ہے (تفہیمات ص۵۸)

کون کہتا ہے کہ حرام کام حرام نہیں ہیں، ناجائز امور معصیت نہیں ہیں ان کے کرنے پر عتاب نہ ہوگا، ان پر سزا نہ ہوگی لیکن کیا یہ بھی صحیح ہے کہ جائز امور کے ساتھ اگر وہ عبادتیں کی جائیں، جو حقیقتاً عبادات ہیں تو وہ عبادت بھی عبادت نہ رہے گی۔ کیا اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے کہ معاصی اور گناہوں سے عبادتیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں، اگر عبادات کے عبادت ہونے کا یہی مطلب ہے جو مودودی صاحب نے اختراع کیا ہے کہ معاصی کرنے سے عبادات عبادت نہیں رہتیں تو ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشآء [1] کا پھر کیا مطلب ہے وَاٰخَرُوْنَ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا [2] کا کیا مقصد رہا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ [3]۔

کیا یہ تینوں قسمیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی نہیں ہیں، عبادت گذاروں کی نہیں ہیں اس آیت شریفہ کی تفسیر میں جو روایات حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ مودودی صاحب کی نظر سے تو اس بے

---

[1] ان الله لا یغفر ان یشرک به الآیۃ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے اور گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا (والمحصنات ع ۳) [2] خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا الآیۃ پوری آیۃ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے۔ اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرماویں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (پارہ یعتذرون ع ۱) [3] ثم اورثنا الکتب الآیۃ یعنی پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے تمام دنیا کے بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں بعض متوسط درجہ کے ہیں اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے (ومن یقنت رکوع ۱۵)

نہیں گذریں کہ ان کو قرآن پاک کے فہم کے لیے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اپنی جماعت کو قرآن و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا آپ کی نظر سے بھی وہ احادیث نہیں گذریں جو حضور سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کی گئی ہیں، کیا آپ کی نظر سے یہ حدیث نہیں گذری۔ انه صلی الله علیه وسلم قال فی هٰذه الآیة هٰؤلاء کلهم بمنزلة واحدة وکلهم فی الجنة [1]۔

اور اس سے واضح الفاظ میں کتنی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں لیکن مودودی صاحب گناہوں کی وجہ سے عبادات کو عبادت ہونے سے نکال رہے ہیں۔

تجدید و احیائے دین میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفار چار دانگ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لیے چھوڑ کر نمازیں پڑھنے روزے رکھنے اور ذکر و شغل کرنے میں منہمک ہو جاؤ۔ اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو اور اللہ کی عبادت کا حق اس طرح ادا ہوتا ہے تو پھر کیا ہے کہ عبادت تم کرو اور زمین کی حکومت و فرمانروائی دوسروں کو ملے کیا معاذ اللہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہے جو اس نے قرآن کریم میں تم سے کیا تھا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (الآیۃ)

اگر خدا اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تمہاری اس عبادت کے باوجود نہ تم کو زمین کی خلافت حاصل ہے نہ تمہارے دین کو تمکین نصیب ہے تو تم کو سمجھنا چاہیے کہ تم اور تمہاری ساری قوم عبادت گذار نہیں بلکہ تارک عبادت ہے۔

(تفہیمات ص۵۹)

---

[1] انه صلی الله علیه وسلم قال فی هٰذه الآیة آیت اورثنا الکتاب کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں اور سب کے سب جنتی ہیں۔

آپ نے غالباً کسی زمانہ میں مشرقی[1] کا تذکرہ بھی پڑھا ہوگا، اس ناکارہ کو تو اس کے مطالعہ میں بھی بڑا وقت ضائع کرنا پڑا تھا تعجب ہے کہ ایک طرف تو مودودی صاحب مشرقی کی تردید کرتے ہیں دوسری طرف بعینہ اس کے نظریہ کو قریب قریب ان ہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جو سعی کی جاتی ہے وہ بہترین عمل ہے۔ افضل ترین عبادت ہے بڑے بڑے فضائل احادیث میں اس پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

لیکن اس سب کے باوجود میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے یا بلا عذر اس کو نہ کرے تو کیا پھر اس کی کوئی عبادت عبادت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں من آمن باللہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ جاھد فی سبیل اللہ او جلس فی ارضہ التی ولد فیھا[2] (البخاری)

---

[1] اس نام کا مصداق عنایت اللہ مشرقی ہیں جو خاکسار جماعت کے بانی اور امیر تھے اکفریہ عقاید ملحدانہ اقوال اور مغربی تخیلات سے ان کی زندگی بہت بڑی حد تک ملوث تھی سنہ ۱۹۳۱ء میں جب خاکسار تحریک کا آغاز کیا تو اس کے لیے اپنا لٹریچر بھی تیار کیا، تذکرہ اشارات، قول فیصل، خطاب، مقالات، مولوی کا غلط مذہب۔ یہ سب مشرقی کی تالیفات ہیں اور سب میں اپنے باطل نظریات اور خیالات کی تبلیغ کی گئی ہے بیلچہ اس جماعت کا اپنا مخصوص نشان تھا جس کے متعلق مشرقی کا کہنا تھا کہ ہم ہزار گنا قوت اور قرآنی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ آج بیلچے کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں وغیرہ وغیرہ۔

سنہ ۱۹۳۹ء میں یہ تحریک ختم ہونی شروع ہوئی اور ۱۹۵۰ء تک تقریباً ہر جگہ سے نیست و نابود ہوگئی اس کے بعد مشرقی پاکستان چلے گئے اور ایک عرصہ تک گمنام زندگی گذار کر راہی ملک بقا ہوگئے۔

[2] من آمن باللہ ورسولہ الحدیث جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور نماز کو قائم کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر از روئے فضل و کرم کے لازم ہے کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس کو جنت میں داخل کریں جہاد کرے اللہ کے راستہ میں یا اپنے وطن میں بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا تھا یعنی چاہے نہ جہاد کرے نہ ہجرت کرے مگر اللہ پر اس کے رسول پر ایمان رکھے، نماز اور رمضان کے روزوں کا اہتمام کرے تو یہ چیز بھی اس کے حق میں کافی ہے

اور آپ اس کی ساری عبادات سے انکار کر دیں۔ یہ واقعی بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔

اور اس سے زیادہ عجیب بات آیۃ استخلاف سے استدلال ہے اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ پہلے تو خود مودودی صاحب کی ایک عبارت ملاحظہ کیجیے وہ لکھتے ہیں۔

"یہ دنیوی زندگی چونکہ آزمائش کی مہلت ہے اس لیے نہ یہاں حساب ہے نہ جزا نہ سزا، یہاں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ کسی نیک عمل کا انعام نہیں بلکہ امتحان کا سامان ہے اور جو تکالیف مصائب شدائد وغیرہ پیش آتے ہیں وہ کسی عمل بد کی سزا نہیں ــــ لہٰذا دنیا میں جو کچھ نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی طریقہ یا کسی عمل کے صحیح یا غلط نیک یا بد اور قابل اخذ یا قابل ترک ہونے کا معیار نہیں بن سکتے۔" (ترجمان جلد ۱۲ عدد ۲ ص ۲۶)

اس کے بعد میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ جن انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو سلطنت نہیں ملی یا ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی کیا ان میں سے کوئی بھی عبادت گذار نہ تھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکی زندگی میں بالکل بھی عبادت نہیں کی۔ کم از کم اتنا تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ جب تک یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو کوئی شخص بھی یہاں عبادت گذار نہیں نسلی مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا۔ یہاں اصلی مسلمان اور صالحین کی جماعت بھی عبادت گذار نہیں رہتی۔ ہم لوگوں کو تو زیادہ اشکال نہیں کہ ہمارے نزدیک جس شخص کو سلطنت نہ ملے وہ شخص اس وجہ سے تارک عبادت نہیں بنتا لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے مجتہد صاحب کے فتوے کے موافق آپ کی ساری جماعت تارک عبادت ہے؟

حکومتِ الٰہیہ کی حقیقت مودودی صاحب کے الفاظ میں

اس کے ساتھ ہی اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت پر مودودی صاحب کے الفاظ میں غور فرمالیجیے جس کے لیے یہ تمام قرآن و حدیث میں تحریفات کی جا رہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اسلام اس سے تو دلچسپی نہیں رکھتا کہ زمین پر ایک سلطنت کا قبضہ رہے یا دوسری سلطنت کا، اس کو دلچسپی جس چیز سے ہے وہ محض انسانیت کی فلاح ہے اس

فلاح کے لیے وہ اپنا ایک خاص نظریہ اور ایک عملی مسلک رکھتا ہے اس نظریہ اور مسلک کے خلاف جہاں جس چیز کی حکومت بھی ہے اسلام اس کو مٹانا چاہتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی قوم ہو اور کوئی ملک ہو۔ اس کا مدعا اپنے نظریہ اور مسلک کی حکومت قائم کرنا ہے۔ بلا لحاظ اس کے کہ کون اس کا جھنڈا لے کر اٹھتا ہے۔ (تفہیمات ص ۶۳)

اس بلا لحاظ کے لفظ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرما کر آگے سنیں۔

اسلام کا جہاد نرا جہاد نہیں ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور فی سبیل اللہ کی قید اس کے ساتھ لازمی قید ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے "راہ خدا" میں اس ترجمہ سے لوگ غلط فہمی میں پڑ گئے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ زبردستی لوگوں کو اسلام کے مذہبی عقائد کا پیرو بنانا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ لوگوں کے تنگ دماغوں میں راہِ خدا کا کوئی مفہوم اس کے سوا نہیں سما سکتا مگر اسلام کی زبان میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے کیا جائے اور جس کے کرنے والے کا مقصد اس سے خود کوئی دنیوی فائدہ اٹھانا نہ ہو بلکہ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ اسلام ایسے کام کو فی سبیل اللہ قرار دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ خیرات دیتے ہیں اس نیت سے کہ اسی دنیا میں مادی یا اخلاقی طور پر اس خیرات کا کوئی فائدہ آپ کی طرف پلٹ آئے تو یہ فی سبیل اللہ نہیں اور اگر خیرات سے آپ کی نیت یہ ہے کہ ایک غریب انسان کی مدد کر کے آپ خدا کی خوشنودی حاصل کریں تو یہ فی سبیل اللہ ہے۔ (تفہیمات ص ۱۶۴)

جہاد کے لیے بھی فی سبیل اللہ کی قید اسی غرض کے لیے لگائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ جب نظام حکومت میں انقلاب برپا کرنے اور اسلامی نظریہ کے مطابق نیا نظام مرتب کرنے کے لیے جد و جہد کرنے اٹھے تو اس قیام اور سربازی میں اس کی اپنی کوئی نفسانی غرض نہ ہونی چاہیے اس کا مقصد یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ قیصر کو ہٹا کر خود قیصر بن جائے ــــ اس کی تمام

قربانیوں اور ساری محنتوں کا مدعا صرف یہ ہونا چاہیے کہ بندگان خدا کے درمیان ایک عادلانہ نظام زندگی قائم کیا جائے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی خوشنودی کے سوا اور کچھ اس کو مطلوب نہ ہو۔" (تفہیمات ص ۶۴)

جہاد کے اس مفہوم اور فی سبیل اللہ کی اصلی معنویت کو مختصراً بیان کر دینے کے بعد اس دعوت انقلاب کی تھوڑی سی تشریح کرنا چاہتا ہوں جو اسلام لے کر آیا ہے۔

یہاں پوری تفصیل کا موقع نہیں مختصراً میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی دعوتِ توحید و خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدہ کی دعوت نہ تھی جس میں اور دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔ (تفہیمات ص ۱۶۸)

خالص علمی حیثیت سے جب ہم ان اسباب کا تجزیہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو سمجھنا غیر مسلموں بلکہ خود مسلمانوں کے لیے دشوار ہو گیا، تو ہمیں دو بڑی اور بنیادی غلط فہمیوں کا سراغ ملتا ہے۔ پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ اسلام کو ان معنی میں محض ایک مذہب سمجھ لیا جن میں لفظ مذہب عموماً بولا جاتا ہے۔ دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان معنوں میں محض ایک قوم سمجھ لیا گیا جن میں یہ لفظ عموماً مستعمل ہوتا ہے۔ ان دو غلط فہمیوں نے نہ صرف ایک جہاد ہی کے مسئلہ کو نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے پورے اسلام کو بدل ڈالا ہے اور مسلمانوں کی پوزیشن کو بالکل غلط کر کے رکھ دیا ہے۔

مذہب کے معنی عام اصطلاح کے اعتبار سے بجز اس کے اور کیا ہیں کہ وہ چند عقائد اور عبادات اور مراسم کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اسی طرح قوم کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ وہ ایک متجانس گروہ اشخاص کا نام ہے جو چند بنیادی امور میں مشترک ہونے کی وجہ سے باہم مجتمع اور دوسرے گروہوں سے ممتاز ہو گیا ہو۔

پس اگر اسلام ایک مذہب اور مسلمان ایک قوم ہے تو جہاد کی ساری معنویت
جس کی بنا پر اسے افضل العبادت کہا گیا ہے سرے سے ختم ہو جاتی ہے۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا اور مسلمان کسی قوم کا نام نہیں بلکہ دراصل
اسلام ایک انقلابی نظریہ ومسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم کو بدل کر اپنے
نظریہ ومسلک کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ (تفہیمات ص۶۳)

یہ ہے اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت جس کی خاطر آپ مذہب کا مفہوم بدل رہے ہیں عبادت کے مفہوم میں تحریف کر رہے ہیں کہ وہ ایک تحریک ہے جیسا کہ دنیا کی اور تحریکات ہوتی ہیں اسلام کو اس سے بھی غرض نہیں کہ اس کا جھنڈا کون اٹھا کر چلے۔ جو بھی رفاہ عام کے لیے اس کا جھنڈا اٹھالے وہی حکومت الٰہیہ ہے وہی اسلام ہے اس لیے اسلام کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔

اس کے ساتھ مودودی صاحب کے ان الفاظ کو بھی پڑھ لیجیے۔

جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام حکومت میں
کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا فرمانروا جس کی پشت
پر تابعین وتبع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا
ہے۔ کیونکہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لیے تیار نہ تھی۔ محمد تغلق اور عالمگیر
جیسے طاقتور بادشاہ اپنی شخصی دینداری کے باوجود نظام حکومت میں کوئی تغیر نہ
کر سکے، مامون الرشید جیسا باجبروت حکمران نظام حکومت میں نہیں صرف
اس کی اوپری شکل میں خفیف سی تبدیلی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس میں بھی ناکام ہوا۔
یہ اس وقت کا حال ہے جب کہ ایک شخص کی طاقت بہت کچھ کر سکتی تھی۔

(ترجمان محرم ۱۳۵۶ھ ص۱۱)

میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ جس ترانہ کو آپ حضرات ہر وقت گاتے ہیں موجودہ زمانہ میں وہ خیالی پلاؤ کے سوا اور کیا چیز رہ گئی۔ جب کہ خیر القرون میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی باوجودیکہ ان کی پشت پر تابعین وتبع تابعین کی جماعت تھی اس میں قطعی ناکام ہو چکے ہیں۔ پھر اس سائن بورڈ کو سامنے رکھ کر کیوں مذہب اسلام کو مسخ کیا جا رہا ہے کہ اب نہ مذہب کا وہ تصور صحیح رہا جو ہمیشہ سے ہوتا

چلا آیا نہ عبادات کی وہ حقیقت رہی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھی یا صحابہ کرامؓ اور اس زمانہ سے لے کر اب تک ساری امت محمدیہ نے سمجھی۔ اسی وجہ سے مودودی صاحب کو کہنا پڑا کہ

تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں
ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے۔ مگر وہ
کامیاب نہ ہو سکے۔ (ترجمان شوال ۱۳۵۹ھ ص۲۹)

واقعی ایسا مجدد اب تک کہاں پیدا ہوا ہوگا جس نے دین کی ساری اصطلاحات کو نیا بنا دیا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے کہ میری امت میں ہر صدی کے شروع میں مجدد ہوگا۔ اور اس ارشاد کو مودودی صاحب بھی بڑے زور سے قبول کرتے ہیں اس لیے کہ اس وقت ان کو ایک مجدد کی بڑی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن یہ ارشاد تیرہ صدی تک بے معنیٰ ہی رہا کہ کوئی کامل مجدد پیدا نہ ہو۔

میں نے عبادات کے متعلق صرف دو چار عبارتوں پر مثال کے طور سے تنبیہ کی ہے۔ آپ کی نظر میں تو ماشاء اللہ سارا لٹریچر ہے جس میں جگہ جگہ عبادات کے مفہوم کو مسخ کیا ہے اور اس مسخ شدہ ذہنیت کو اسلام کی روح بتایا جاتا ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لیکر مغرب
تک عام مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء
یا خرقہ پوش مشائخ، یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب
کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی
حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں۔

(تفہیمات ص۳۶)

ان سب عبارات میں جن کی طرف بندہ نے جناب کی توجہ مبذول کرائی ہے غور فرمائیں۔ کیا یہ عبادت کے مفہوم میں صریح تحریف نہیں ہے۔ یہ توجیہ کہ ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ محض ادا کو عبادت نہ سمجھا جائے قطع نظر اس کے کہ یہ بھی غلط ہے خود مودودی صاحب اس سے بھی

آگے بڑھ کر ان کو عبادات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :-

جو شخص دنیا اور اس کے معاملات سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھتا ہے اور اپنا سارا وقت نمازیں پڑھنے میں صرف کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے آپ اپنے باغ کی رکھوالی کے لیے مقرر کر دیں، مگر وہ باغ کو اور اس کے کام کاج کو چھوڑ کر آپ کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑا رہے صبح سے شام اور شام سے صبح تک آقا آقا پکارتا رہے اور باغبانی کے متعلق جو ہدایات آپ نے اسے دی ہیں ان کو نہایت خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ بس پڑھتا رہے۔ ان کے مطابق باغ کی اصلاح و ترقی کے لیے کام ذرا نہ کرے۔ ایسے ملازموں کے متعلق جو کچھ رائے آپ قائم کریں گے وہی رائے اسلام کی بھی ایسے عبادت گذاروں کے متعلق ہے اور جو برتاؤ اس قسم کے ملازموں کے ساتھ آپ کریں گے وہی برتاؤ ان غلط تصورات کے تحت عبادت کرنے والوں کے ساتھ خدا بھی کرے گا۔" (اسلامی عبادت پر ایک تحقیقی نظر ص۲)

آپ ہی غور فرما لیجیے کہ یہ مثال اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہنا صبح سے شام تک آقا آقا پکارنا اس نوکر کی ڈیوٹی نہ ہو۔ اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر مودودی صاحب کی مثال بالکل غلط ہے۔ آپ اسلام کے ارکان خمسہ کو ڈیوٹی کا جزو بنا کر مودودی صاحب کی اس مثال کو کسی طرح بھی سچا ثابت نہیں کر سکتے۔ رہی یہ بات کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ اس کے متعلق مختصر تو یہ ہے کہ وہی امام غزالی جن کے قول سے مودودی صاحب اجتہاد میں استدلال کرتے ہیں اسی احیاء میں جس سے مودودی صاحب نے بھی اخذ کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ آخرت کا ارادہ کرنے والوں کی چھ قسمیں ہیں :-

عابد، عالم، متعلم، والی، محترف، موحد، مستغرق بالواحد۔

ان میں سے پہلی قسم وہی عابد ہے جس کو مودودی صاحب گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ عابد وہ ہے جو عبادت کے لیے فارغ ہو گیا ہو اس کو اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو ان کی عبادات کے وظائف مختلف ہوتے ہیں بعض کے اکثر

اوقات نماز میں خرچ ہوتے ہیں۔ بعض کے تلاوت میں، بعض کے تسبیحات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں وہ لوگ بھی تھے جن کا معمول بارہ ہزار تسبیح روزانہ کا تھا اور وہ بھی تھے جن کا معمول تیس ہزار روزانہ کا تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں وہ حضرات بھی تھے جن کا معمول روزانہ تین سو رکعات نوافل پڑھنے کا تھا، اور وہ بھی تھے جن کا چھ سو رکعات اور ایک ہزار رکعات روزانہ کا تھا ان حضرات کے معمولات میں کم سے کم جو مقدار نقل کی گئی وہ سو رکعات روزانہ کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے بارے میں بھی ان حضرات سے ایک کلام مجید روزانہ بھی نقل کیا گیا ہے اور دو قرآن مجید روزانہ بھی۔ (احیاء ص۳۱۶ جلد نمبر۱)

حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا جو مودودی صاحب کی دی ہوئی مثال میں نالائق نوکروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں اس کے متعلق کیا کہوں۔ آپ ہی بتائیں؟

گوشہ نشینی اور خلوت

گوشہ خلوت میں بیٹھنے کے متعلق مودودی صاحب اپنے سارے لٹریچر میں جتنی بھی چاہے پھبتیاں اڑائیں لیکن قرآن پاک میں فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ[1] ہی کو مرتب فرمایا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت جنگلوں میں دس برس تک بکریاں چرانے کے بعد ہی ملی ہے۔ اور اس کو تو شاید تاریخ کا بچہ بچہ بھی جانتا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت گوشہ تنہائی میں ہی ملی تھی اور یہی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد تک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشہ تنہائی میں جا کر بیٹھنے کو ترک نہیں فرمایا حضرت عائشہؓ کی حدیث، کَانَ النَّبِیُّ[2]

[1] فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ الآیۃ پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر سوائے اللہ کے تو تم غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لیے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا (پارہ سبحٰن الذی رکوع نمبر۱۳ از ترجمہ از حضرت اقدس تھانوی)

[2] کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبدوا الی ھٰذہ التلاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد بھی تخلیہ کی غرض سے ان ٹیلوں اور پہاڑیوں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ والی ھذہ التدع ۔ ہجرت کے بعد ہی کا معمول ہے اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک ذات ہی سے نقل کر دیا ۔

یعجب ربک من راعی غنم فی راس شظیۃ للجبل یوذن بالصلوٰۃ و یصلی فیقول اللہ انظروا الی عبدی ھٰذا یوذن و یقیم الصلوٰۃ و یصلی و یخاف منی قد غفرت لعبدی و ادخلتہ الجنۃ[1] (رواہ ابوداؤد والنسائی کذا فی جمع الفوائد ص۵۲)

مودودی صاحب اس نوکر کو جتنا بھی نالائق اور اس سے بھی آگے سمجھیں مگر اس نوکر کا مالک اس سے راضی ہے وہ اس پر ناراض نہیں کہ تو نے باغ کی کیا رکھوالی کی حضور پاک کا ارشاد ہے

یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بھا شعف الجبال و مواقع القطر یفر بدینہ من الفتن[2] (کذا فی المشکوٰۃ عن البخاری)

یہ کونسا دین ہے جس کے محفوظ رکھنے کے لیے آدمی لوگوں سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہے ۔ جدید اصطلاح[3] میں دین کے معنی تو امیر کی اطاعت کے بن گئے ۔ نظم یا سٹیٹ کی حفاظت کے ۔ کیا یہ پہاڑ کی چوٹی پر سٹیٹ کی حفاظت کرنے کے لیے جا رہا ہے ۔ خدا تو وہاں ملے گا نہیں ۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا بقیت فی حثالۃ من الناس میں الزم بیتک و املک علیک لسانک وخذ ما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بامر خاصۃ

---

[1] یعجب ربک من راعی غنم الخ یعنی آپ کا رب اس بکریاں چرانے والے پر تعجب کرتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا ہو اور نماز پڑھتا ہو ۔ پس اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے مخاطب ہو کر) فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندے کو کہ اذان کہتا ہے ، اقامت کہتا ہے نماز پڑھتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے پس میں نے اپنے بندہ کی مغفرت کر دی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا ۔

[2] یوشک ان یکون خیر مال المسلم الخ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے جب کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ وہ ان کو پہاڑ کی چوٹی پر بارش کی جگہ لے جاتے اور ان کے دودھ پر گذر اوقات کرے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی نیت سے بھاگ کر پہاڑ پر رہنے لگے ۔ (رواہ البخاری)

[3] "زندگی" اپریل ۱۹۵۱ء ص۲۳

ودع امر العامۃ[1] (مشکوٰۃ) نہیں فرمایا ، یہ دنیا کے جھگڑوں کو چھوڑ کر گھر کے گوشۂ تنہائی میں زبان بند کر کے بیٹھ جانے کا حکم نبوی کس نوکر کے لیے ہے ۔ ایسے نوکر کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے ۔ اذا رأیت شحا مطاعا و ھوی متبعا و دنیا مؤثرۃ و اعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک نفسک و دع امر العوام[2] (الحدیث مشکوٰۃ)

غرض بیسیوں روایات حدیث کی کتابوں میں آپ کی نظر میں بھی ایسی ہوں گی جن میں ان نالائق نوکروں کے فعل کو سراہا گیا ہوگا ۔

میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اقامت دین یا تبلیغ دین کرنے والوں کو اس مبارک کام سے روکنا چاہتا ہوں میں تو خود رسالہ فضائل تبلیغ لکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کر چکا ہوں اور کرتا رہتا ہوں لیکن

---

[1] اذا بقیت فی حثالۃ من الناس الخ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابن عمرو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم نا اہل لوگوں کے درمیان چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ان کے عہد و پیمان اور امانتیں سب بیکار رہوں گی اور وہ آپس میں اس طرح اختلاف کریں گے جیسے : انگلیاں ایک دوسرے میں اختلاف کرتے ہوئے گھس جاتی ہیں ۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایسے موقع پر میرے لیے کیا ارشاد ہے ؟ فرمایا اس چیز کو پکڑے رہنا جس کو تم حق سمجھو اور اس چیز سے الگ ہو جانا جس کو تم ناحق سمجھو اور لوگوں کے خیالات میں مت پڑنا اور عوام سے الگ رہنا ۔

[2] اذا رأیت شحا مطاعا الخ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے بخیل لوگوں کو دیکھو ان کی فرمانبرداری کی جا رہی ہے اور خواہشات نفس کا اتباع کیا جا رہا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور جب تم یہ دیکھو کہ ہر عقل و مذہب والا آدمی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، اجماع امت اور ائمہ کے اقوال کو چھوڑ کر اپنی عقل اور مذہب کو اچھا جان رہا ہے اور علماء کی طرف رجوع ترک کر کے اپنے نفس کو مفتی بنا رہا ہے ۔ پس ان حالات میں اپنی ذات کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گناہوں کو نگاہ میں رکھو اور عوام سے الگ ہو جاؤ اور ان سے تعرض مت کرو ۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ان فضائل کا یہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا کہ شریعت مطہرہ میں تحریف کر دی جاتے، اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ کو بھی مسخ کر دیا جائے کیا قرآن و حدیث میں اقامت دین یا اسلامی حکومت یا تبلیغ کے فضائل کی کچھ کمی ہے کہ ان کے ثابت کرنے کے واسطے شریعت مطہرہ میں تحریف و اصلاح کی ضرورت پیش آتی مسلمانوں کو اس غلط ملط سے جو شدید نقصان پیش آتے گا وہ انتہائی ناقابل تلافی ہوگا کہ ان کی نگاہ میں عبادات معروفہ اور بازاروں میں تجارتی اشتغال ایک درجہ میں ہو جائیں گے اور چونکہ یہ اشتغال بالطبع سب کو مرغوب ہیں اس لیے پہلے افعال کی اہمیت کم ہو جانے کے بعد طبعاً ان میں کمی اور ان میں زیادتی لامحالہ ہوگی۔ اس پر آپ کسی وقت یکسوئی کے ساتھ غور کریں۔

مودودی صاحب کے یہاں عبادات کی حیثیت

اس کے قریب قریب لٹریچر کا بڑا زہر جو بقول مولانا اعزاز علی صاحب[1] زاد مجدہم کے شہد

[1] حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مراد آباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امروہہ کے رہنے والے تھے ۱۳۰۰ھ میں آپ کی پیدائش مشہور شہر بدایوں میں ہوئی ابتدائی تعلیم متفرق مقامات پر متفرق اساتذہ سے حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ اور مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم سے ہدایہ اولین مولانا محمد رسول صاحب خانپوری سے میر قطبی اور دیگر اساتذہ دارالعلوم سے دوسری کتابیں پڑھیں۔ یہاں سلسلہ تعلیم جاری ہوئے ایک سال بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے فرمان پر میرٹھ کی مشہور درسگاہ مدرسہ قومی خیر نگر میں داخلہ لیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا عاشق الٰہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب سے عقائد، منقولات و فلسفہ کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھنے کے بعد صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے سوا سب کتابیں ختم کیں۔ اسکے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت اقدس شیخ الہند سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی، توضیح تلویح پڑھی۔ دمشق نما حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن کے پاس رہ کر کی فراغت کے بعد مدرسہ نعمانیہ بھاگلپور اور افضل المدارس شاہجہانپور میں ایک عرصہ تک درس دیتے رہے کے بعد ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے۔ اور ابتدائی مدرس مقرر کیے گئے تقریباً ۶ سال بعد مولانا حافظ احمد صاحب کی معیت میں حیدرآباد چلے گئے۔ حیدرآباد سے دیوبند واپس ہوئے اور آخر حیات تک دارالعلوم کی گوناگوں اور مختلف خدمات انجام دیتے رہے اور ۱۳ تیرہ رجب (باقی اگلے صفحہ پر)

میں لپیٹ کر جماعت کو پلایا جا رہا ہے۔ وہ عبادات کا درجہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو اسلام کی بنیاد قرار دیا اور ان پر اسلام کا مدار رکھا جن لوگوں نے اسلام کی ان بنیادی چیزوں پر کمی یا زیادتی نہ کرنے کی قسمیں کھائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فلاح کی بشارتیں دیں، جنت میں ان کے داخلہ پر حضورؐ نے قسم کھا کر پیشین گوئیاں فرمائی ہیں۔ لیکن آپ کے مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب غیر مقصود ہیں، بڑی عبادت کے لیے تیاری کا ذریعہ ہیں اصل عبادت یہ عبادتیں ہیں ہی نہیں جن کو حضور بنیاد اور اصل سمجھ گئے آپ نے معلوم نہیں ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں، مثال کے طور پر چند عبارات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔

(۱) یہی غرض ہے جس کے لیے اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہی عبادت ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اصلی عبادت کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہیں۔ یہ اس کے لیے لازمی ٹریننگ کورس ہیں۔

(اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ص ۱۲)

(۲) آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنا زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا اور چند مقررہ الفاظ زبان سے ادا کرنا، بس یہی چند افعال اور حرکات بجائے خود عبادت ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کا چاند نکلنے تک روزانہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے چند رکوع زبان سے پڑھ لینے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مکہ معظمہ جا کر کعبے کے گرد طواف کرنے کا نام عبادت ہے، غرض آپ نے چند افعال

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سن ۱۳۷۴ھ بروز چہارشنبہ بوقت صبح انتقال فرمایا اور دارالعلوم کے متصل مقبرہ پاکیزگاں میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (ماخوذ از تذکرۃ الاعزاز وغیرہ)

کی ظاہری شکلوں کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے اور جب کوئی شخص ان شکلوں کے ساتھ ان افعال کو ادا کرتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کی عبادت کر دی۔

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جس عبادت کے لیے آپ کو پیدا کیا ہے اور جس کا آپ کو حکم دیا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔
(خطبات ص۹)

کیا واقعی ان میں سے کوئی چیز بجائے خود عبادت نہیں۔ ہم لوگ تو اب تک ان کو عبادات ہی سمجھتے رہے۔

(۳) آپ پوچھیں گے کہ یہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کیا چیزیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ عبادتیں جو اللہ نے فرض کی ہیں ان کا مقصد آپ کو اس بڑی عبادت کے لیے تیار کرنا ہے جو آپ کو زندگی میں ہر وقت ہر حال میں ادا کرنی چاہیے۔ ان سب عبادتوں کو ادا کرنے کے بعد اگر آپ اس قابل ہو گئے کہ آپ کی ساری زندگی عبادت بن جائے تو بلا شبہ آپ کی نماز نماز ہے، روزہ، روزہ ہے، زکوٰۃ، زکوٰۃ ہے، اور حج، حج ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد پورا نہ ہوا تو محض رکوع اور سجدہ کرنے اور بھوک اور پیاس کے ساتھ دن گذارنے اور حج کی رسمیں ادا کرنے اور زکوٰۃ کی رقمیں ادا کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔" (خطبات ص۸۱)

(۴) کاش میں آپ کی ہاں میں ہاں ملا سکتا مگر میں کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت کی نمازوں کے ساتھ تہجد، اشراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں اور پانچ پانچ گھنٹہ روزانہ قرآن بھی پڑھیں اور رمضان شریف کے علاوہ ساڑھے پانچ مہینوں کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تب بھی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ (خطبات ص۱۱۲)

(۵) میں پہلے بھی بارہا آپ سے بیان کر چکا ہوں۔ سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ آپ نے نماز روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ اس خیال خام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کر دیئے اس نے بس اللہ کی عبادت کر دی"
(خطبات ص۱۲۱)

(۶) آپ کے ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہو گیا۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانے نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ یہ بھوکا پیاسا رہنا اصل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ (خطبات ص۱۴۲)

(۷) یہ نماز اور روزہ اور یہ زکوٰۃ اور حج دراصل اسی تیاری اور تربیت کے لیے ہیں جس طرح تمام دنیا کی سلطنتیں اپنی فوج پولیس اور سول سروس کے لیے آدمیوں کو پہلے خاص قسم کی ٹریننگ دیتی ہیں پھر ان سے کام لیتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کا دین اسلام بھی ان تمام آدمیوں کو جو اس کی ملازمت میں بھرتی ہوں پہلے خاص طریقے سے تربیت دیتا ہے پھر ان سے جہاد اور حکومت الٰہی کی خدمت لینا چاہتا ہے" (خطبات ص۲۱۵)

(۸) بھائیو! اب مجھے امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ یہ نماز، روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ کس غرض کے لیے ہیں۔ تم اب تک یہ سمجھتے رہے اور مدتوں سے تم کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا گیا کہ یہ عبادتیں محض پوجا پاٹ کی قسم کی چیزیں ہیں، تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لیے ہیں۔ (خطبات ص۲۱۸)

(۹) اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آج کل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے کہ اس کی عبادات محض پوجا پاٹ بنا کر رکھ دی گئیں حالانکہ

وہ ان ذہنی و اخلاقی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے وسائل[1] ہیں جن پر اسلام نے اپنا نظام اجتماعی تعمیر کیا ہے اس عملی تحریف کا نتیجہ یہ ہے الخ

(ترجمان جلد نمبر ۱ عدد ۴ صفحہ ۲۶)

یہ چند نمونے میں نے پیش کیے ہیں، تمام لٹریچر اسی انداز سے لبریز ہے۔ میں مودودی صاحب کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا مگر آپ سے یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قرآن پاک اور احادیث شریفہ کا یہی مفہوم ہے کہ یہ عبادات غیر مقصود اور صرف ایک بڑی عبادت کے لیے تیاری کا ذریعہ ہیں اور اگر اس بڑی عبادت کا ذریعہ نہ بنیں تو بیکار ہیں، حضرت جبرئیل دین کی تعلیم کے لیے تشریف لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی حقیقت دریافت کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ توحید کی شہادت اور یہی ارکان اربعہ صرف بتاتے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ مگر مودودی صاحب کہتے ہیں۔

"تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لیے ہیں"

نعوذ باللہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا نہ حضرت جبرئیل ؑ کو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بنی الاسلام علی خمس[2] اور انہیں پانچ چیزوں کو شمار کر دیتے ہیں

[1] رہنا اسلام میں کونسا دور ایسا گزرا ہوگا جس میں مشائخ سلوک نے (جن کے سایہ سے مودودی صاحب بھاگتے ہیں جن کی عبادت سے لوگوں کو اس طرح بچانا چاہتے ہیں جیسے زیابیطیس کے مریض کو شکر سے) احکام الٰہیہ کی اپنے اپنے ذوق کے مطابق حکمتیں نہ لکھی ہوں لیکن کیا آپ اس کو گوارا کرسکتے ہیں کہ اپنی سمجھی ہوئی حکمتوں کو اصل قرار دے کر ارکان منصوصہ کو محض وسائل اور اس کا ذریعہ قرار دیدیا جائے۔ اللہ جل جلالہ کے احکام میں نہ معلوم کتنی مصالح اور حکمتیں اس کے علاوہ ہیں جو مودودی صاحب نے سمجھیں لیکن اپنی سمجھی ہوئی حکمت کو اصل قرار دے کر احکام کو محض اس کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دینا کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ یہ عملی تحریف ساری اسلامی دنیا کے اکابر سے ہو رہا ہے یا خود مودودی صاحب کی طرف سے ہو رہا ہے کہ انہوں نے ایک مصلحت تجویز کی اور ارکان منصوصہ کو اس کا ذریعہ بنا دیا؟

[2] بنی الاسلام علی خمس۔ الحدیث۔ حدیث پاک کے پورے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے پہلے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

کہ یہ اسلام کی اساس ہیں چھٹی عبادت کا ذکر تک نہیں فرماتے۔ مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر چھٹی عبادت ان پر مرتب نہ ہو تو یہ سب بے جان کی مردہ لاش ہیں۔ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں، حضور یہی چیزیں اس کو بتاتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ خدا کی قسم نہ ان پر زیادتی کروں گا نہ کمی، حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی جنتی دیکھنا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔ یہ سب صحیح روایات ہیں شیخین نے ذکر فرمائی ہیں اور اس نوع کی سینکڑوں روایات کتب احادیث میں آپ کی نظر سے بھی گذری ہیں چند احادیث کی طرف اور بھی توجہ دلاتا ہوں۔

عن ابی سعید ان اعرابیا سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الھجرۃ فقال ویحک ان شان الھجرۃ شدید فھل لک من ابل قال نعم قال فھل تؤدی صدقتھا قال نعم قال فاعمل من وراء البحار فان اللہ لن یترک من عملک شیئا[5]۔ (رواہ ابوداؤد ص ۳۳۴)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امن باللہ ورسولہ واقام الصلوۃ وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ جاھد فی سبیل اللہ او جلس فی ارضہ التی ولد فیھا[6] الحدیث۔ رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ)

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی عبادت کا پتہ نہ چلا اور اس شخص کو جنت میں داخل کئے دیتے ہیں جو ان غیر مقصود عبادات ہی کو کرتا رہے چاہے جہاد کرے یا نہ کرے، حضرت

[5] عن ابی سعید ان اعرابیا الخ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ارے بھلے مانس ہجرت کی شان تو بہت بڑی ہے تیرے پاس کچھ اونٹ بھی ہیں سائل نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ بھی دیتے ہو؟ عرض کیا دیتا ہوں، اس پر ارشاد فرمایا کہ تو سمندر پار رہ کر عمل خیر کرتا رہ اللہ تعالیٰ تیرے عمل کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کریں گے۔

[6] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ الخ اس حدیث کی تشریح پیچھے گذر چکی ہے۔ ۲

ابوسعید خدریؓ کی روایت پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ افضل المومنین وہ ہے جو جہاد پر ہو اور دوسرے درجہ پر وہ ہے جو سب سے یکسو ہو کر کسی کونہ میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کر رہا ہے۔

یہ مختصر طور پر چند احادیث کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے ان کے علاوہ اصولی طور پر کم از کم جناب کو تو اس سے انکار نہ ہوگا کہ قرآن پاک اور احادیث میں ارکان خمسہ پر جتنا زور دیا گیا ہے اتنا ان کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں دیا گیا۔ ایسی حالت میں ان کے علاوہ کسی اور چیز پر اس طرح زور دینا جس سے ان کی اہمیت کم ہوتی ہو، یہ غیر مقصود اور دوسری چیز مقصود بن جاتی ہو، ان کو تو ابع دوسری چیز کو اصل کہنا اس کے متعلق اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ خود مودودی صاحب کے الفاظ ہی کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا دوں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی تباہی کا اصل سبب روایات نہیں بلکہ نفسانیت اور عصبیت جاہلیہ اور فروع کو اصول سے بڑھ کر اہمیت دینے کی حماقت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کو چھوڑ کر اپنے مزعومات میں حد سے زیادہ غلو کرنے کی عادت اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کا شوق ہے۔ (تفہیمات ص۳۱۳)

اس کا مودودی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ بدقسمتی سے علماء اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا۔ قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے۔ (تنقیحات ص۲۰)

ایسی حالت میں آپ بھی سوچ لیجئے کہ نیا طریقہ کون نکال رہا ہے جو قریب قریب ہر اسلامی ملک کی جماعت علماء کے خلاف ہے۔ کیا جہاد کے قرآن پاک اور احادیث میں فضائل کچھ کم ہیں کہ اس کی اہمیت بیان کرنے کے لیے ارکان اسلام کی اہمیت کو گرایا جائے کیا اسلامی حکومت کی ضرورت کے لیے اس نوع کے مضامین کچھ کم اہمیت رکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ کا کلمہ بلند ہو، شریعت مطہرہ پر عمل آسان ہو۔ ارکان اسلام پورے عروج و کمال کے ساتھ ادا کیے جا سکیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا آپ کو اس کا بالکل احساس نہیں ہے (قطع نظر اس کے کہ یہ شریعت مطہرہ میں اصلاح ہے جس کا حق نبی کے سوا کسی کو بھی نہیں) اس طریقہ سے ایک خاص جزو کو اسلام

کا مقصد بنا لینے کی وجہ سے اسلام کے تمام ارکان کی عدم اہمیت اور ان کا اہتمام کرنے والوں کی بے حرمتی بے وقعتی جماعت کے افراد میں روز افزوں ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص کر رہا ہے تنہائی میں آپ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔"

احادیث کے بارے میں مودودی صاحب کے تنگ و تاریک خیالات

چوتھی چیز جس کی طرف میں جناب کی توجہات کو خصوصیت سے مبذول کرانا چاہتا ہوں: وہ حدیث پاک کا مسئلہ ہے۔ مودودی صاحب نے قرآنیہ فرقہ کے مقابلہ میں حجیتِ حدیث پر مقالہ بھی لکھ دیا۔ محدثین کی خدمات کا بہت اونچے الفاظ میں اعتراف بھی کر لیا اس سب کے باوجود جو چیز لٹریچر میں بھر دی ہے اس نے نہ صرف حدیث پاک سے اعتماد اُٹھا دیا بلکہ ائمہ حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان کو بھی گرا دیا۔ ذرا ٹھنڈے دل سے ان کے الفاظ پر غور کیجیے۔

ہم نے کبھی اس خیال کی تائید نہیں کی کہ ہر شخص کو ائمہ حدیث کی اندھی تقلید کرنی چاہیے یا ان کو غلطی سے مبرا سمجھنا چاہیے۔ نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہر کتاب میں جو روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو اس کو آنکھ بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مان لیا جائے۔

اور تحقیق و اجتہاد کے بارے میں بھی ہمارا یہ مذہب ہے کہ اس کا دروازہ ہر زمانہ میں کھلا ہوا ہے اور کسی خاص عہد کے لیے مخصوص نہیں ہے لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ جن لوگوں نے فن حدیث کی تحصیل اور اس کے باقاعدہ مطالعہ اور تحقیقات میں پورا ایک مہینہ بھی صرف نہیں کیا وہ ان بزرگوں کے کارناموں پر تنقید کریں جنہوں نے پوری عمریں اس فن کی خدمت میں بسر کر دی ہیں۔" (تفہیمات ص۲۸۶)

کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر وہ شخص جو کم از کم ایک ماہ حدیث کی تحصیل میں خرچ کر چکا ہو وہ محدثین کی اندھی تقلید نہ کرے اس کے بعد لکھتے ہیں:

اب دوسرے گروہ کو لیجیے جو دوسری انتہا کی طرف چلا گیا یہ لوگ محدثین کے اتباع میں جائز حد سے بہت زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ محدثین کرام نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا ہے ایک ایک حدیث کو چھانٹ کر وہ بتا چکے ہیں کہ کون کس حد تک قابل اعتبار ہے اور کون کس حد تک ناقابل اعتبار ہے۔ اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان بزرگوں نے احادیث کے جو درجے مقرر کر دیئے ہیں انہیں کے مطابق ہم ان کو اعتبار اور حجیت کا درجہ دیں، جسے وہ صحیح قرار دے گئے ہیں اُسے صحیح تسلیم کریں۔ اور جس کی صحت میں وہ قدح کر گئے ہیں اس سے بالکل استناد نہ کریں۔

رواۃ کے عدل اور ضبط اور ثقاہت کے متعلق جن جن آراء کا وہ اظہار کر گئے ہیں ان پر گویا ایمان لے آئیں۔ یہی وہ مسلک ہے جس کی شدت نے بہت سے کم علم لوگوں کو حدیث کی کلی مخالفت، یعنی دوسری انتہا، کی طرف دھکیل دیا ہے۔ محدثین کی خدمات مسلّم، یہ بھی مسلّم کہ نقد حدیث کے لیے جو مواد انہوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کار آمد ہے۔ کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتاً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہرحال تھے تو انسان[۱] ہی۔ انسانی علم کے لیے جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر دی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی[۲]

سلہ کیا فائدہ ہے اس تسلیم سے جب وہ قابل اعتماد نہیں ہیں؟ سلہ اور اس زمانہ میں نقد کرنے والے فرشتے ہیں۔

سلہ اسلیے کہ وہ علم و تقویٰ، قوت حافظہ اور اسلامی تمام اوصاف کے کمال اتصاف کے ساتھ اپنی تمام عمریں اس میں خرچ کر چکے ہیں اور آپ تک تمام امت محمدیہ نے ان کی اس تصحیح و تضعیف کو معتبر قرار دیا اور جس بات ماننا اور جن کی صحت میں آپس میں اختلاف ہوا وہ خود اسی پایہ کے تھے اس دور کے ان مجدد خان جن کے متعلق خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ اسلام سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

صحیح ہے صحت کا کامل یقین تو خود ان کو بھی نہ تھا وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن[۱] غالب ہے۔ مزید برآں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا وہ بلحاظ روایت تھا نہ کہ بلحاظ درایت[۲] ان کا نقطۂ نگاہ زیادہ تر اخباری ہوتا تھا۔ فقہ[۳] ان کا اصل موضوع نہ تھا اس لیے فقیہانہ[۴] نقطۂ نظر سے احادیث کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں وہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہاں مسلمانوں میں نہ اسلامی سیرت ہے نہ اسلامی اخلاق نہ اسلامی افکار ہیں نہ اسلامی اسپرٹ حقیقی اسلامی نہ ان کی مسجدوں میں ہے نہ مدرسوں میں نہ ان کی خانقاہوں میں (تنقیحات ص۱۰) ایسے لوگوں کے مقابلہ میں یقیناً ان اسلاف کی تحقیقات مقدم ہیں جن میں یہ سب اوصاف علی وجہ الاتم موجود تھے اور روایات کی تنقید کا انہوں نے علی وجہ الاتم پورا کر دیا۔ مودودی صاحب کو خود اس کا اعتراف ہے وہ کہتے ہیں کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اس کام میں اتنی محنتیں کیں کہ اس سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں (تفہیمات ص۳۲۹)

(حاشیہ صفحہ ہذا) سلہ اور جو لوگ اس زمانہ میں حکم لگائیں گے ان کو تو کامل یقین ہوگا سلہ اور اسی پر شریعت کے سارے احکام مرتب ہیں، نکاح، طلاق حتیٰ کہ حدود و قصاص کا مدار اسی پر ہے کیا جن گواہوں کے بیان پر قصاص میں آدمی کو قتل کر دیا جاتا ہے ان کی صداقت قطعی ہے۔ اگر اس قسم کے احتمالات پیدا کیے جائیں تو نہ صرف یہ کہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا، بلکہ ساری دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، سلہ اول تو یہ کلیہ اصول حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے اگر مودودی صاحب کی نظر اصول حدیث پر ہوتی تو وہ صحیح کی تعریف میں غیر معلل کی قید کے بعد یہ کلیہ کبھی نہ لکھتے اور اگر اس کو بعض احوال میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس دور کے اصحاب درایت یعنی ائمہ مجتہدین اس کمی کو پورا فرما چکے ہیں۔

سلہ۔ کاش مودودی صاحب کو کوئی یہ بتا دیتا کہ ان محدثین میں امام مالک، امام احمد بن حنبل جیسے حضرات کا بھی شمار ہے۔

سلہ اس کو اسی دور کے فقہاء اور ائمہ مجتہدین پورا کر چکے ہیں اس لیے اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ کسی مجتہد کا حدیث پر عمل اس کی صحت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ جیسا کہ صدر اول کا اعراض منجملہ اسباب ضعف ہے اگر مودودی صاحب کی نظر میں اصول حدیث کی کوئی کتاب نہیں یا ان کو قدماء کا ناقابل التفات ذخیرہ سمجھتے ہیں تو میں جناب سے پوچھتا ہوں آپ نے اصول حدیث کو پڑھا ہی نہیں کہ ان حضرات کے تحت قواعد کے بعد یہ طویل بحث جو یہاں لکھی جا رہی ہے مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔

فقہا مجتہدین[1] کی بہ نسبت کمزور تھے۔ بس ان کے کمال کا جائزہ اعتراف[2] کرتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ احادیث کے متعلق جو کچھ بھی تحقیقات انہوں نے کی ہے اس میں دو طرح کی کمزوریاں موجود ہیں[3]۔ ایک بلحاظ اسناد، دوسری بلحاظ تفقہ۔ اس مطلب کی توضیح کے لیے ہم ان دونوں حیثیتوں کے نقائص پر تھوڑا سا کلام کریں گے۔

یہ طویل عبارت کہاں تک نقل کروں آپ نے خود بھی اس کو ملاحظہ کیا ہوگا۔ نہ کیا ہو تو اب غور سے پڑھ کر دیکھیے کہ مودودی صاحب نے روایات حدیث، ائمہ محدثین، ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ

[1] مگر فقہا مجتہدین کا مسند رجحان تو وہی تھا جو حضرات محدثین کا تھا اور جو بظاہر کبھی ایک جانب کہی جا سکتی ہے وہ دوسرے گروہ نے علی وجہ الاتم پوری کر دی لہٰذا اب اس قول میں کیا خفا رہا کہ احادیث کے متعلق دونوں گروہ یکساں کاوش الگ ہو گیا ہے۔

[2] اس تہذیب بور یعنی کمال کے جائزہ اعتراف سے کیا فائدہ رہا جب کہ ان کی روایات نہ تفقہ کے اعتبار سے قابل اعتماد نہ روایت کے اعتبار سے۔

[3] اس کے باوجود حدیث کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ صحت کے اعتبار سے منتہا کو پہنچا ہوا ہے اور جن کی صحت میں محدثین یا فقہا میں اختلاف ہے وہ بھی پورا صحیح ہے۔ مودودی صاحب دوسری جگہ خود اس کا اعتراف کر چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق اور تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے اور اس کام میں اتنی محنتیں کی ہیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں، انہوں نے اپنی ان محنتوں سے جو ذخیرہ فراہم کیا ہے وہ آج ہمارے پاس موجود ہے اور ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں وہ بھی تمام دلائل و شواہد کے ساتھ موجود ہیں۔ اگر کوئی اس ذخیرہ پر تحقیق کی نظر ڈالے تو اس کے لیے آج تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا اور کیا نہیں فرمایا، کیا کیا اور کیا نہیں کیا اور یہ کہ ہر روایت جو آپ کی طرف منسوب ہے وہ اپنی صحت اور قابل احتجاج ہونے کے لحاظ سے کیا پایہ رکھتی ہے (تفہیمات ص۳۲۹)

جب کہ ہر روایت کا درجہ صحت کے اعتبار سے محقق اور طے شدہ ہے پھر اس اوپر کی بحث کا اب کیا مطلب رہا۔

صحابہ کرام تک سے اعتماد اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جس جس طرح سے روایات کے ذخیرہ کو محفوظ و منضبط کیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی تو انسانی طاقت سے بھی باہر ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

کسی روایت کو جانچنے میں سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایت جن لوگوں کے واسطے سے آئی ہے وہ کیسے لوگ ہیں اس سلسلہ میں متعدد حیثیات سے ایک ایک راوی کی جانچ کی جاتی ہے، وہ جھوٹا تو نہیں ہے، روایتیں بیان کرنے میں غیر محتاط تو نہیں، فاسق اور بدعقیدہ تو نہیں، وہمی یا ضعیف الحفظ تو نہیں، مجہول الحال ہے یا معروف الحال، ان تمام حیثیات سے رواۃ کے احوال کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے مگر ان میں کونسی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال[1] نہ ہو اول تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل ہے۔ دوسرے خود وہ لوگ جو ان کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے۔ انسانی کمزوریوں[2] سے مبرا نہ تھے۔ نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جاتے۔ یہ

[1] آپ محدثین کی جانفشانی اور احتیاط کو تو جانتے ہیں آپ خود غور فرمائیں کہ ان حضرات کی انتہائی احتیاطوں کے باوجود یہ احتمال پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو کہہ دے کہ تیرے حرام زادہ ہونے کا بھی احتمال ہے۔ کوئی دلیل قطعی ایسی ہے جو اس احتمال کی نفی کر سکتی ہو۔ کوئی شخص کسی کو کہہ دے کہ تیرے کافر ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اور جن ظاہری افعال اسلام کے اس سے صادر ہو رہے ہیں کوئی قطعی دلیل ہے جو اس کے موافق نہ ہونے کو قطعی طور پر ثابت کر سکتی ہو۔

[2] آپ خود ہی غور کریں، یہ چیز ایسی نہیں ہے جس سے احتمال کے درجہ میں کسی کو انکار ہو سکے مگر کیا ان احتمالات سے آج کل کے ثقات میں بھی جن واقعات کو معتبر لوگ نقل کرتے ہیں ان میں غلطی کا احتمال پیدا کیا جاتا ہے۔

امکان محض امکان عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت[۵۱] موجود ہے کہ بارہا یہ امکان فعل میں بھی آگیا۔

اس کے بعد مودودی صاحب محدثین کی ایک دوسرے پر تنقیدیں[۵۲] ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا اور وہ ایک دوسرے[۵۳] پر چوٹیں کرتے تھے۔ اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے ہمارا مقصد[۵۴] یہ نہیں کہ اسماء الرجال کا سارا علم غلط ہے۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن حضرات نے رجال کی جرح و تعدیل کی ہے وہ بھی تو آخر انسان تھے بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ کیا ضرور ہے کہ جس کو انہوں نے ثقہ قرار دیا ہو وہ ثقہ ہو اور تمام روایتوں میں ثقہ ہو اور جس کو انہوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روایتیں پایہ اعتبار سے ساقط ہوں پھر ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحت ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا ہو تو اور بھی مشکل[۵۵] ہے۔ اور ان سب سے زیادہ مشکل یہ تحقیق

---

۵۱ یہی تجواہی وہ مثالیں جناب نے عرض کی ہیں کیا وہ وہ روز محض امکان عقلی ہیں، کیا لاکھوں حرام زادوں اور ہزاروں منافقوں کا وجود مسلمانوں میں نہیں ہو چکا۔ ۵۲ کاش مودودی صاحب یہ بھی کسی اصول حدیث کی کتاب میں دیکھ لیتے کہ محدثینؒ کے یہاں جرح تعدیل کے قبول کرنے کے بھی مستقل ضابطے ہیں جن کے تحت وہ جرح کو قبول کرتے ہیں۔

۵۳ کیا خود مودودی صاحب نے جن جن پر تنقید کی ہے وہ سب بشری کمزوری کا ثمرہ ہے۔

۵۴ کس قدر آپ نے ذرے سے لکھنے کے قابل ہے یہ جملہ کہ ہر قسم کی کمزوریوں غلطیوں اور اسماء الرجال کے صحیح حالات معلوم نہ ہونے پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اسماء الرجال غلط نہیں یا قابل اعتماد ہیں۔ ۵۵ پھر ترجمان جلد جواہی لکھا تھا کہ اسماء الرجال غلط نہیں۔ ایک دل خوش کن نعرہ سے زیادہ اس کی کیا وقعت ہے اور اگر یہ سب امور جو مودودی صاحب لکھ رہے ہیں صحیح ہیں تو پھر آپ ہی بتلائیں کہ علم حدیث یا علم الرجال کو کس طرح قابل اعتماد مانا جاسکتا ہے۔

کرنا ہے کہ ہر راوی نے ہر روایت کے بیان میں ان تمام جزئیات متعلقہ کو ملحوظ بھی رکھا ہے یا نہیں، جو فقیہانہ نقطۂ نظر سے استنباط مسائل میں اہمیت رکھتی ہیں، یہ تو فن رجال کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد دوسری اہم چیز سلسلۂ اسناد ہے محدثین نے ایک ایک حدیث کے متعلق یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر راوی جس شخص سے روایت لیتا ہے آیا وہ اس کا ہم عصر تھا یا نہیں۔ ہم عصر تھا تو اس سے ملا بھی تھا یا نہیں اور ملا تھا تو آیا اس نے یہ خاص حدیث اس سے سنی یا کسی اور سے سن لی اور اس کا حوالہ نہیں دیا۔ ان سب چیزوں کی تحقیق انہوں نے اسی حد تک کی جس حد تک انسان کر سکتے تھے۔ مگر لازم نہیں کہ ہر ہر روایت کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو متصل السند قرار دے رہے ہیں وہ در حقیقت منقطع ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا ہو کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول الحال راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ نہ تھا۔ انہیں معلوم نہ ہو سکا ہو ــــ یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیتہً صحیح[۵۶] نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد[۵۷] ضرور ہے کہ سنت نبویؐ اور آثار صحابہؓ کی

---

۵۶ کیا آج بھی کسی روایت کی تحقیق میں اس قسم کی احتیاطیں اور تحقیقات ممکن ہیں، عادی ہے یا نہیں اور اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر آج کسی روایت پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

۵۷ کسی چیز کے انسان کی امکانی حدود تک تحقیق کر لینے کے بعد بھی اس "اگر مگر" کا کیا مطلب ہے کسی واقعہ کی امکانی تحقیق کر لینے کے بعد اس پر بجز صحت کے اور بھی کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔

۵۸ اس لحاظ سے اب تک واقعی کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا۔ اس لیے کہ اب تک جتنے بھی ناقص مجدد گذرے وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کو قابل اعتماد ہی سمجھتے رہے اور اسلام کی اس مایہ ناز چیز پر فخر کرتے رہے۔

۵۹ جب کہ ان روایات پر جرح و تعدیل کا جو حکم لگایا ہے اس کی صحت یقینی نہ روایات کے متعلق جو انسانی حدود تک تحقیق کے بعد حکم لگایا گیا ہے اس کی صحت یقینی پھر یہ اعتماد کیسا؟

تحقیق میں اس سے مدد لی جاتے اور اس کا مناسب لحاظ رکھا جاتے مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جائے۔

اس کے بعد تقریباً دو صفحے تک اسی پر زور دینے کے بعد کہ محدثین کی آراء ناقابل اعتماد ہیں، لکھتے ہیں:

اسناد کے علاوہ ایک اور کسوٹی بھی تھی جس پر وہ احادیث کو پرکھتے تھے۔ — یہ دوسری کسوٹی کونسی ہے ہم اس سے پہلے بھی اشارۃً اس کا ذکر کئی مرتبہ کر چکے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پرانے[1] جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بحیثیت مجموعی شریعت حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے۔ اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کا ذوق اُسے بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی۔ روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد و قبول کا معیار بن جاتی ہے۔ اسلام کا مزاج عین ذات نبویؐ کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج

[1] اس چیز سے انکار نہیں، سوال یہ ہے کہ یہ خاص ذوق اسلاف محدثین میں سے کسی میں بھی پیدا نہ ہوا کہ ان کی جرح تعدیل میں ان کی دیانت، تقویٰ، محنت، جفاکشی کے اعلیٰ صفات کے باوجود احتمالات باقی رہے کسی کا مزاج بھی مزاج نبوت کے قریب نہ ہوا جس کی توثیق و جرح پر اعتماد کر لیا جاتا۔ اس دور فساد میں ہر وہ شخص جو اہل علم ہو یا کم از کم ایک ماہ قرآن و حدیث کا غائر مطالعہ کر چکا ہو جوہری بن جاتا ہے جس کے ثمرات مودودی صاحب خود بھی دیکھ رہے ہیں کہ مرزا قادیانی مشرقی وغیرہ سب اسی ذوق سے کام لیکر احادیث کی تردید کر رہے ہیں۔ کسی محقق عارف کو قرآن پاک میں سور کے گوشت کی حرمت نہیں ملتی تو دوسرے منکر مزاج شناسوں کو قرآنی اسلامی فطرت کے خلاف ملتی ہے جس پر خود مودودی صاحب تفہیمات میں بہت ہلکے قلم سے رد کر چکے ہیں۔

کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اُسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا فعل یا کونسا قول میری سرکار کا ہو سکتا ہے — یہ اس لیے کہ اس کی رُوح رُوحِ محمدیؐ میں گم اور اس کی نظر بصیرتِ نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔

اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد[1] ضرور لیتا ہے۔ مگر اس کے فیصلہ کا مدار اس پر نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب، ضعیف، منقطع السند، مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لیے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے — اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل، غیر شاذ، متصل السند، مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے اس لیے کہ اس جام زریں میں جو بادہ معنی بھری ہوئی ہے وہ اُسے طبیعتِ اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی۔ یہ چیز چونکہ سراسر[2] ذوقی ہے اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی، نہ آسکتی ہے، اس لیے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔"

(تفہیمات ص۲۹۷)

[1] جب وہ اس کا محتاج ہی نہیں رہا پھر اس فعل عبث کی کیا ضرورت باقی رہی کہ خواہ مخواہ اسماء الرجال کی کتابوں میں ورق گردانی کرتا پھرے تاکہ بڑی تفتیش و تلاش کے بعد اُسے معلوم ہو گیا کہ یہ روایت تو بالکل ضعیف ہے مگر اس کا نبوی مزاج اس کو قبول کر رہا ہے یا معلوم ہو گیا کہ سارے محدثین و فقہاء نے اس حدیث کو قابل اعتماد قرار دیدیا مگر موجودہ مجتہد کا اسلامی مزاج اس کو اسلام کے منافی سمجھ رہا ہے تو پھر اس کی تحقیق و تفتیش میں ایسا قیمتی وقت جس کا ایک ایک منٹ آج کل اہم ہے، ایسے بیکار کام پر خرچ کرنے سے اضاعتِ وقت کے سوا اور کیا ہے۔

[2] کس قدر انتہائی خطرناک چیز آپ اپنی جماعت کو دے رہے ہیں گویا اب سارے علم حدیث کا مدار ہر شخص کے اپنے ذوق پر رہ گیا جو حدیث کسی کے ذوق کے موافق ہے ہزار محدثین اسکو ضعیف ناقابل اعتبار کہتے رہیں وہ قابل اعتماد ہے اور جو حدیث اپنے ذوق کے خلاف ہے بلا سے سارے محدثین اس کو صحیح کہا کریں نبوت کا مزاج تو اُسے قبول نہیں کرتا۔

مولوی صاحب اس خوشنما مضمون کو غور سے پڑھیے، اشتعال کے جذبات سے علیحدہ ہو کر پڑھیے۔ یہ سارا مضمون علم حدیث کو فنا نہیں کر رہا ہے بلکہ ہمارے دین اسلام کو فنا کر رہا ہے قرآن پاک کی تفسیر کا مدار تو حدیث پر ہے، اور احادیث کے مجموعہ کا یہ حشر کہ محدثین کے کلام پر نہ اسناد میں مدار رکھا جاتا ہے نہ روایات کی صحت و ضعف میں، محدثین کی اندھی تقلید ہی کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ جو شخص قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ کرے جس کی مقدار ایک ماہ سے کم ہرگز نہ ہو۔ وہ اسلام کا مزاج شناس اور نبوی مزاج میں ایسا ڈھل جاتا ہے کہ اس کی روح روحِ محمدی میں گم ہو جاتی ہے۔ پھر سارے علم حدیث کا مدار اس کے ذوق پر رہ جاتا ہے وہ اسناد کا محتاج بھی نہیں رہتا جس حدیث کو اس کا ذوق قبول کر لے، چاہے سارے محدثین و فقہاء اس کو رد کر دیں وہ اس کو قابل اعتماد قرار دے سکتا ہے اور جس کو اس کا ذوق رد کر دے چاہے سارے اسلاف فقہاء و محدثین اس کو قابل اعتماد قرار دیدیں وہ اس کو رد کر سکتا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ اسلاف پرستی کا بت تو جماعت کو خاص طور سے توڑنا ہے، آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس نظریہ پر جو جماعت اٹھائی جائے گی وہ کہاں تک پہنچے گی۔

خطرناک نتائج

ان مضامین کو پڑھ کر میری عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مودودی صاحب اور ان سے زیادہ تعجب آپ جیسے حضرات پر ہے کہ آج کل کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں، اللہ کا خوف، دیانت، تقویٰ جتنا اس دور میں لوگوں میں ہے وہ بھی کوئی مخفی چیز نہیں۔ علمی استعدادوں کا حال بھی کم از کم اہل مدارس سے تو مخفی نہیں پھر یہ آزادی قرآن و حدیث سے استنباط میں کن مصالح سے دی جا رہی ہے۔

علماء راسخین کی جماعت تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوگی (اللہ تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس گمراہی کے سمندر میں غرق ہونے سے ان کی حفاظت فرمائے) وہ انشاء اللہ کبھی بھی اس کی جرأت نہ کریں گے کہ اسلاف کی تحقیق کے خلاف کسی روایت کو قبول کریں یا رد کر دیں۔ اس لیے کہ جتنا بھی ان کے علوم میں رسوخ پیدا ہوتا جائے گا ان کو اسلاف کی وقعت نظر، اسلاف کے علوم کی گہرائی اور وسعت نظر اور احادیث کے بارے میں ان کی احتیاط کا عزم بڑھتا ہی چلا جائے گا، خود مودودی صاحب کو علماء کی اس حرکت پر بہت غصہ

ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

افسوس کہ علماء (الا ماشاء اللہ) خود اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہو چکے تھے۔ ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی، ان میں تفقہ نہ تھا، ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کی کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی کتابیں نہ تھیں۔ وہ ہر معاملہ میں ان انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے۔ بد قسمتی (بلکہ خوش قسمتی) یہ ہے کہ علمائے اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے اور اصرار و شدت کے ساتھ قائم ہے۔ (تنقیحات ص۳۰ و ۳۱)

لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو کم علم نو عمر طلبہ جن کی طبیعت میں مقتضائے عمر خود رائی و تفوق کا جوش ہو یا پھر وہ علماء جن کا سرمایہ علم صرف چند رسائل ترجمہ ہو، یا پھر قوم کے لیڈر بالخصوص اخبارات کے ایڈیٹر جو عربی نہ جاننے کے باوجود بھی قرآن فہمی میں اپنے آپ کو تنگ نظر مولویوں سے کہیں زائد سمجھتے ہیں جب ان سب کو یہ زہر پلایا جائے گا کہ احادیث میں محدثین کی رائے پر مدار رکھنا غلط ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اپنے ذوق کے موافق احادیث کو راجح قرار دینا چاہیے۔ چاہے وہ اسلاف کے خلاف ہوں، چاہے موجودہ زمانہ کے علماء کے اس لیے کہ مجتہدین میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہی آیا ہے اور اسلاف پرستی کے بت کو تو خاص طور سے توڑنا ہے ایسی حالت میں آپ تھوڑے سے غور سے نہیں بلکہ بے سوچے ہی بتا دیجیے کہ ان بیچاروں کے دین کا کیا حشر ہوگا۔ بالخصوص نئی تعلیم یافتہ طبقہ جو پہلے ہی سے علماء کے قلادہ کو اپنی گردن سے نکالنے کے لیے ہر وقت سعی میں رہتا ہے جس کو اپنی روشن دماغی اور فکرِ قرآن پر خصوصیت سے ناز ہوتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ علوم قرآنی کو جتنا میں نے سمجھا اتنا نہ کسی پہلے آنے والے نے سمجھا، نہ آئندہ شاید کوئی سمجھے ایسے لوگوں کو جب خاص طور سے اس بنیاد پر اٹھایا جائے گا کہ اسلاف کی بات ماننا اسلاف پرستی ہے اس بت کو خاص طور سے توڑنا ہے۔ تو آپ غور کیجیے کہ یہ لوگ کہاں پہنچیں گے ان کو بار بار مختلف عنوانات سے جب یہ ذہن نشین کرایا جائے گا کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے

سب سے بڑی بلکہ اصلی مصیبت یہی ہے کہ ان میں تفقہ فی الدین اور تدبر فی الکتاب والسنۃ نہیں ان سے کہا جائے گا کہ یہی جہالت (یعنی تدبر فی القرآن کی کمی) ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے مغرب تک مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں۔ خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں کے تعلیم یافتہ حضرات۔ اسلام میں ایک نشأۃ جدیدہ کی ضرورت ہے۔ پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ تو مولانا آپ بتلایئے کہ اس قسم کی ہفوات سے عوام پر جو زہر چڑھے گا تو اس کے لیے کونسا تریاق آپ کے پاس ہے۔

ایک جگہ ترکی پر توجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ترکی قوم اسلام میں اس وقت داخل ہوئی جب مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کا آغاز ہو چکا تھا۔ روح جہاد اگرچہ زندہ تھی مگر روح اجتہاد مردہ ہو چکی تھی۔ شریعت میں تقلید جامد کا غلبہ تھا۔ قرآن و سنت سے براہ راست اکتساب علم رکھنے والے مفقود تھے۔ علماء زیادہ تر الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھنسنے والے کلام کی پیچیدگیوں میں الجھنے والے اور متقدمین کے روندے ہوئے راستوں پر شرح و ایضاح کے چھکڑے چلانے والے تھے۔ (تنقیحات صـ۳۲)

وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کیے جائیں گے، جو شامی، کنز الدقائق میں لکھے ہوتے ہیں۔ خواہ اس اصرار کا نتیجہ یہی کیوں نہ ہو کہ ترک ان قوانین کے اتباع سے بھی آزاد ہو جائیں جو قرآن و سنت میں مقرر کیے گئے ہیں۔ (تنقیحات صـ۴۶)

کیا جناب کی بھی یہی رائے ہے کہ کنز و شامی میں قرآن و سنت رسول ﷺ کے خلاف مسائل ہیں۔

نظام تعلیم کی اصلاح کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں،

کہ علوم اسلامیہ کو بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے۔ بلکہ ان میں سے متاخرین[1] کی آمیزشوں کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اور حقیقی اعتقادات اور

---

[1] قدیم کتابوں کے متاخرین آپ خود سمجھ لیجئے کون حضرات ہوتے ہیں اور حقیقی اعتقادات کا مفہوم کسی وقت شاید عرض کر سکوں جس کی طرف مودودی صاحب خود اپنی تحریرات میں اشارے کرتے ہیں کہ علم کلام میں بھی میرا خاص مسلک ہے۔"

غیر متبدل قوانین لیجئے۔

قرآن اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں، ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن[1] و سنت کے مغز کو پا چکے ہوں۔ اسلامی قانون کی تعلیم بھی ضروری ہے مگر یہاں بھی پرانی کتابیں کام نہ دیں گی۔ (تنقیحات صـ۱۲۶)

صدیوں سے ہماری مذہبی راہنمائی جس گروہ کے ہاتھ میں ہے اس نے اسلام کو ایک جامد و غیر متحرک چیز بنا دیا ہے۔ (تنقیحات صـ۱۳۰)

کیا جناب کا خیال بھی یہی ہے کہ اسلام ایک متحرک چیز ہے جو زمانہ کے تغیرات کے ساتھ بدلتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ائمہ فقہ، متکلمین، مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ اجمعین کے علم و فضل اور ان کی جلالت[2] شان سے کون انکار کر سکتا ہے مگر وہ انسان تھے۔ اکتساب علم کے وہی ذرائع رکھتے تھے جو عام انسانوں کو حاصل ہیں۔ ان کے پاس وحی نہیں آتی

---

[1] اور ایسے لوگوں کا مرتبہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ ان کا مزاج نبوت کا مزاج بن جاتا ہے وہ پہلی نظر میں حدیث کو دیکھ لیتے ہیں اسناد کے زیادہ محتاج نہیں رہتے اپنے ذوق سے ایسی احادیث کو بھی رد کر سکتے ہیں جنکو محدثین نے صحیح کہا ہو اور ایسی احادیث کو بھی قبول کر سکتے ہیں جن کو محدثین نے ضعیف کہا ہو۔ ائمہ حدیث کی اندھی تقلید ان کا شیوہ نہیں ہو گا[2] ان کی جلالت شان کا کیا فائدہ جب ان کا قول قابل اعتماد نہیں[3] اگر مودودی صاحب ان حضرات کے اکتساب علم اور اس زمانہ کے طلبہ علوم کے احوال کا کسی وقت غور سے موازنہ کر لیتے تو شاید ایسی بات قلم پر آتا تو درکنار دل میں بھی جگہ نہ پکڑتی۔ آپ ناراض نہ ہوں تو آپ کو ایک مقولہ یاد دلاتا ہوں۔ انشاء اللہ آپ کو تامل اور عمل یاد آ جائے گا۔ حضرت بڑی دقت پیش آئی کہ کوئی حدیث ملا بشش کرنی ہو تو ہمیں حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی ایک حدیث کی ضرورت تھی بہت تلاش کی کہیں نہ ملی۔ ایک قادیانی کی کتاب میں ملی۔ (وکما قال) آپ انصاف سے فرمائیں یہ کسی خاص شخص پر اعتراض نہیں ہم لوگوں کی عام ہی استعداد یہی ہے اس پر یہ زور کہ ہر شخص حدیث پر تنقید کرنے لگے اندھی تقلید نہ کرے اسناد سے بے نیاز ہو کر قرآنی تعبیر سے بے اعتراض احادیث پر حکم لگاتے۔ عقل حیران ہے کہ آپ ان چیزوں کو کیسے برداشت کر رہے ہیں۔

تھی بلکہ وہ اپنی عقل و بصیرت کے ساتھ کلام اللہ و سنت رسول اللہ میں غور و فکر کرتے تھے اور جو اصول ان کے نزدیک متحقق ہو جاتے تھے انہیں سے وہ قوانین و عقائد کے فروع مستنبط کر لیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہمارے لیے مددگار اور راہنما بن سکتے ہیں مگر بجائے خود اصل اور منبع نہیں بن سکتے۔

(تنقیحات صـ۱۳۱)

جب قرآن میں غور و فکر کرنا چھوڑ دیا گیا، جب احادیث کی تحقیق اور چھان بین بند ہو گئی، جب آنکھیں بند کر کے پچھلے مفسرین اور محدثین کی تقلید کی جانے لگی، جب پچھلے فقہاء اور متکلمین کے اجتہادات کو اٹل اور دائمی قانون بنا لیا گیا، جب کتاب و سنت سے براہ راست اکتساب علم ترک کر دیا گیا اور جب کتاب و سنت کے اصول کو چھوڑ کر بزرگوں کے نکالے ہوئے فروع ہی اصل بنا لیے گئے تو اسلام کی ترقی دفعتہً رک گئی۔ (تنقیحات صـ۱۴۱)

کبھی یہ نہ سمجھیں کہ وہ (فقہاء، متکلمین، مفسرین اور محدثین) جو کچھ لکھ گئے وہ اٹل قانون ہے یا ان کی کتابوں نے ہم کو قرآن مجید میں غور و فکر اور احادیث نبوی کی تحقیق سے بے نیاز کر دیا۔ یا ان کے بعد کتاب و سنت سے براہ راست اکتساب علم کا دروازہ بند ہو گیا۔ (تنقیحات صـ۱۴۵)

جب تک مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل نہ کرے گا اسلام کی روح کو نہ پا سکے گا نہ اسلام میں بصیرت حاصل کر سکے گا۔ وہ ہمیشہ مترجموں اور شارحوں کا محتاج رہے گا، اور اس طرح آفتاب کی روشنی اس کو براہ راست آفتاب سے کبھی نہ مل سکے گی، بلکہ مختلف قسم کے رنگین آئینوں کے واسطے سے ملتی رہے گی۔" (تنقیحات صـ۲۴۲)

قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔" (تنقیحات صـ۲۱۲)

چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورہ بالا علوم پر جدید کتابیں تالیف کریں، خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ، احکام فقہ، اسلامی معاشیات پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ قدیم کتابیں اب درس و تدریس کے لیے کار آمد نہیں ہیں، ارباب اجتہاد کے لیے تو بلاشبہ ان میں بہت اچھا مواد مل سکتا ہے مگر ان کو جوں کا توں لے کر موجودہ زمانہ کے طلبہ کو پڑھانا بالکل بے سود ہے؎۱ (بحوالہ بالا صـ۲۱۲)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آج کل اصل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے؎۲ ـــــ دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کی تعلیم دینے والی درسگاہیں آثار قدیمہ؎۳ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہو گئیں۔

(ترجمان جلد ۱۵ عدد ۴ صـ۲۶۴)

مولانا ذرا انصاف سے غور تو کیجیے! آخر آپ حضرات دنیا کو کہاں لے جا رہے ہیں اس دور فساد میں جب کہ ہر شخص اغراض پرستی میں دیوانہ بنا ہوا ہے تو آپ ایسے دور میں احادیث کے مجموعہ کو نا قابل اعتماد قرار دے کر اسلاف کے منصوبات سے دنیا کو آزاد کر کے ان کو اجتہاد کی تعلیمیں دے رہے ہیں۔ سوچ تو لیجیے کہ پھر یہ آپ کا متحرک اسلام ہوائی جہاز بن کر کہاں پہنچے گا۔

؎۱ کم از کم جناب تو اب ایک بے سود کام میں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع فرما رہے ہیں کہ ابھی بے کار کتابوں کو ہر سال پڑھاتے ہیں (؎۲) اس کی طرف تیرہ میں آپ کی توجہ مبذول کرا چکا ہوں ؎۳ کم از کم مودودی حضرات کو تو ہرگز کسی ایسی درسگاہ میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں رہنا چاہیئے جو آثار قدیمہ کی محافظ ہوں۔

یا ایها الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (القرآن)

اس کے ساتھ ایک نظر اس خطبہ پر بھی ڈال لیں جو مودودی صاحب نے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی انجمن اتحاد طلبہ کے جلسہ میں دیا تھا کہ :

"اس سارے نظام تعلیم کو ادھیڑ کر از سر نو ایک دوسرا ہی نظام تعلیم بنانا ہوگا۔"

(ترجمان شوال ۱۳۵۹ھ جلد ۱۷، عدد ۲، ص ۱۳۵)

اس کے بعد ان ساری اصلاحات کے ساتھ جن پر مودودی صاحب تعلیم واحادیث پر تنقید کے سلسلہ میں زور دے رہے ہیں۔ خود مودودی صاحب کے الفاظ کی روشنی میں اپنے مسلک پر غور کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اخبار احاد سے جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ مختلف ہیں اور ان کی بنا پر متعدد مذاہب نکلتے ہیں، مگر اول تو ان میں بمشکل پانچ سات مذاہب نکلنے کی گنجائش ہے اور پھر ان سے جتنے مذہب بھی نکلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کسی بالاتر اقتدار کی سند حاصل ہے جس کی قوت سے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس کا اتباع کر رہی ہے۔ بخلاف اس کے اخبار احاد کو بالکلیہ رد کرنے کے بعد بے شمار مذاہب کی گنجائش نکل آتی ہے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی کوئی ایسی سند حاصل نہیں ہوتی۔ جو زیادہ نہیں دو ہی مسلمانوں کو کسی ایک جزئیہ میں ایک طریقہ پر جمع کر دے، نتیجہ اس کا بالکل ظاہر ہے۔ (تفہیمات ص ۳۱۵)

خدارا کچھ تو انصاف سے غور کیجئے: احادیث کو بالکلیہ ترک کرنے میں جس شدید مضرت کا مودودی صاحب خود اعتراف کر رہے ہیں، احادیث کے جرح و تعدیل میں اس وسعت کے بعد جو مودودی صاحب اس زمانہ کے نونہالوں کو بخش رہے ہیں، کونسی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا مجموعہ رد کرنے کو مودودی صاحب خطرناک سمجھتے ہیں لیکن جب ہر ہر حدیث کو رد کیا جا سکتا ہے پھر مجموعہ کے رد نہ کرنے کی حقیقت تسلی آمیز الفاظ کے سوا کیا رہی۔ جب محدثین و مجتہدین اور اسلاف کے بالاتر اقتدار کی سند کو مودودی صاحب خود مٹا رہے ہیں۔ پھر کیا امکان کے درجہ میں بھی اس کا تصور باقی رہ سکتا ہے کہ اس دور فساد و ہوا پرستی میں اسلام میں الحاد کے دروازے

مذاہب پیدا نہیں ہو جائیں گے۔

آپ یہ نہ فرمائیں کہ اس زمانہ میں متعارف غیر مقلدین میں کونسے ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے اسلیے کہ وہ جماعت صرف مجتہدین کی تقلید سے انکار کرتی ہے، محدثین کی بالادستی اور ان کے فیصلہ سے باہر نکلنے کا ارادہ نہیں کرتی۔ اور آپ اپنی جماعت کو دونوں کے اقتدار و اتباع سے نکال رہے ہیں۔ مودودی صاحب نے اپنا آخری فیصلہ جو تفہیمات طبع چہارم صفحہ ۳۵۴ میں نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع فرمایا ہے، یہ ہے کہ :۔

"تفقہ مجتہد میں بھی خطا کا امکان ہے اور اسناد و حدیث میں بھی۔ پس میرے نزدیک لازم ہے کہ ایک ذی علم آدمی مجتہدین کے اجتہادات اور احادیث کی روایات دونوں میں نظر کرکے حکم شرعی کی تحقیق کرتا رہے وہ لوگ جو حکم شرعی کی خود تحقیق نہیں کر سکتے تو ان کے لیے یہ بھی صحیح ہے کہ کسی عالم پر اعتماد کریں اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو مستند حدیث مل جائے اس پر عمل کریں۔"

سابقہ مجتہدین اور محدثین میں تو خطا کا امکان ہر ہر قدم پر ہے لیکن اس چیز لقروں کے معصومین عن الخطا کو حق ہے کہ مجتہدین کے جس اجتہاد کو چاہے رد کر دیں اور محدثین کی کسی بھی تحقیق کو صرف امکان خطا کی بنا پر پس پشت ڈال دیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو خود تحقیق نہیں کر سکتا وہ جس مستند حدیث پر چاہے عمل کر لے جب وہ خود تحقیق نہیں کر سکتا تو اس کو حدیث کا مستند ہونا کیسے معلوم ہوگا اور مستند ہونے کے بعد اس کا مؤول یا منسوخ ہونا کیسے معلوم ہوگا۔ اور اس کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے اس آخری اور حتمی فیصلہ کے بعد جو انہوں نے مجتہدین اور محدثین میں امکان خطا کے بعد فرمایا ہے۔ مودودی صاحب کو اگر کوئی شخص ترقی یافتہ غیر مقلد کہے تو آپ حضرات جو مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہیں کیوں اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں؟"

مودودی لٹریچر میں دین وعبادت کا استہزاء

پانچویں چیز جس کی طرف میں جناب کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ دین اور عبادت کا استہزاء اہلِ دین اور علماء کی اہانت ہے۔ لٹریچر کی کوئی کتاب اٹھا لیجئے اس کمفرہ سے خالی نہیں ملے گی۔ آپ ہی غور کیجئے کہ یہ بات ایک عام مسلمان کے لیے بھی قابل برداشت نہیں چہ جائے کہ کسی عالم سے۔ کیا احیاء دین اسی کا نام ہے کہ دین کی باتوں کا مذاق اڑایا جائے۔

میں ہر نمبر میں صرف نمونہ کے طور پر چند مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اس لیے کہ بقول خود جناب نے سارا لٹریچر ملاحظہ فرمایا ہے اس لیے چند نمونوں پر بندہ کے توجہ دلانے سے جناب خود خیال فرمالیں گے کہ اس نوع کی بیسیوں مثالیں آپ کو ملیں گی۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ مودودی صاحب کہتے ہیں:

آپ اس نوکر کے متعلق کیا کہیں گے، جو آقا کی مقرر کی ہوئی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے ہر وقت بس اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے اور لاکھوں مرتبہ اس کا نام جپتا چلا جائے۔ آقا اس سے کہتا ہے کہ جا فلاں فلاں آدمیوں کا حق ادا کر۔ مگر یہ نہیں جاتا۔ بلکہ وہیں کھڑے کھڑے آقا کو جھک جھک کر دس سلام کرتا ہے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ آقا اُسے حکم دیتا ہے کہ جا فلاں فلاں خرابیوں کو مٹا دے مگر یہ ایک انچ وہاں سے نہیں ہٹتا اور سجدے پر سجدے کیے جاتا ہے۔ آقا حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دے یہ حکم سن کر بس وہیں کھڑے کھڑے نہایت خوش الحانی کے ساتھ چور کا ہاتھ کاٹ دے، چور کا ہاتھ کاٹ دے بیسیوں مرتبہ پڑھتا رہتا ہے۔ مگر ایک دفعہ بھی اس نظامِ حکومت کے قیام کی کوشش نہیں کرتا جس میں شرعی حدود جاری ہوں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں آقا کی بندگی

کر رہا ہے۔ آپ کا کوئی ملازم یہ رویہ اختیار کرے تو میں جانتا ہوں کہ آپ اُسے کیا کہیں گے۔ مگر حیرت ہے آپ پر کہ خدا کا جو نوکر ایسا کرتا ہے آپ اُسے بڑا عبادت گذار کہتے ہیں —— یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ عبادت کا صحیح مطلب نہیں جانتے۔ (خطبات ص۲۲۷)

یہ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ مثال صرف اسی تحریف پر صحیح ہو سکتی ہے کہ جو مودودی صاحب نے عبادت کے معنی میں کر رکھی ہے۔ بلکہ حقیقت میں تو جب صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہنا یا سجدہ پر سجدہ کرنا وغیرہ امور ڈیوٹی سے نکال دیئے جائیں اور اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ مثال کیسے صحیح ہو سکتی ہے لیکن اس سے قطع نظر اس وقت تو مجھے جس طرف توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آخر کن لوگوں کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ کن اکابر کو احمق اور بے وقوف بنایا جا رہا ہے کن ارشاداتِ نبویہ پر پھبتی اُڑائی جا رہی ہے۔

دین اور عبادت کے متعلق چند آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ

کیا لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا۔[1] (الحدیث للبخاری) جمع الفوائد ص۱۱۹

اس کے سوا کچھ اور ہے جس کا مذاق اُڑایا گیا۔ کیا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ

[1] لا یزال عبدی یتقرب الخ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ بندہ نفلی عبادتوں کی وجہ سے میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بندہ عبادت کی وجہ سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ اسکے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب اس کی مرضی کے تابع بن جاتے ہیں۔

سُجَّدًا وَّ قِیَامًا[1]۔ اس کے سوا کچھ اور ہے کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہیں یا سجدہ میں پڑے رہیں کیا یہ صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ جنت میں حضورؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود[2] (مسلم و ابی داؤد) فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا کہ جا کر چوزہ کا ہاتھ کاٹ دے کیا عن معدان لقیت ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اخبرنی بعمل اعملہ یدخلنی الجنۃ او قال احب الاعمال الی اللہ فسکت ثم سالتہ فسکت ثم سالتہ الثالثۃ فقال سألت عن ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیک بکثرۃ السجود[3] (الحدیث مسلم والترمذی والنسائی)

کیا لاکھوں مرتبہ اس کا نام جپنا جس کا ایک مرتبہ نام لینے سے زبان میں لذت دل میں سرور دماغ میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ ایسی کڑوی چیز تھی جس کو دیوی آٹا کو آٹا آٹا چباتے رہنے کی بدمزہ چیز سے تشبیہ دی گئی اگر والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات میں کوئی تحریف کی جا سکتی ہے تو انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ اور لا یزال لسانک

---

[1] والذین یبیتون الخ الآیۃ اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں یعنی جب رات کو غافل لوگ نیند و آرام کے مزے لوٹتے ہیں تو یہ خدا کی عبادت کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ رات کی نماز کی تخصیص اس کے افضل ہونے کی وجہ سے ہے (پارہ وقال الذین رکوع نمبر ۴)

[2] اعنی علی نفسک الخ یعنی اگر جنت میں جانے کی اور میرے ساتھ مرافقت کی خواہش رکھتے ہو تو خواہش نفسانی کے خلاف رہ کر کثرت سجود (یعنی کثرت صلوٰۃ) سے میری مدد کرو۔

[3] عن معدان لقیت الخ حضرت معدان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے) سے ملاقات کی تو پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتاؤ جو مجھے جنت میں لیجائے۔ یا یہ کہا کہ ایسا عمل بتاؤ جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ وہ خاموش رہے میں نے پھر سوال کیا پھر خاموش رہے جب میں نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو جواب دیا کہ میں نے خود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا علیک بکثرۃ السجود یعنی نماز کی کثرت کا اہتمام کرو۔

رطبًا من ذکر اللہ[1] اور ای الاعمال احب الی اللہ کے جواب میں ان تموت ولسانک رطب من ذکر اللہ[2] تو اس کا پاک نام جپنے میں صاف ہیں۔ الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالوا بلیٰ قال ذکر اللہ[3] میں تو کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو اللہ کے ذکر کو سونا، چاندی خرچ کرنے سے اور جہاد سے بھی افضل فرما دیا۔ کیا سینکڑوں حدیثیں اللہ کے پاک نام کی کثرت میں وارد نہیں ہوئیں۔ کیا حدیث میں من عجز منکم عن اللیل ان یکابدہ وبخل بالمال ان ینفقہ وجبن عن العدو ان یجاھدہ فلیکثر ذکر اللہ[4]۔ کیا اس میں اللہ کا نام جپنے کے علاوہ کوئی دوسری چیز مراد ہو سکتی ہے۔

---

[1] انا مع عبدی الخ ارشاد خداوندی ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں اور تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہنی چاہیئے۔

[2] ای الاعمال احب الی اللہ الخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں اللہ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اسی حال میں مرے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو یعنی بکثرت ذکر اللہ کرنے والا ہو اور اسی حالت میں انتقال ہو۔

[3] الا انبئکم الخ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی ہو اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں، اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتلائیے۔ ارشاد فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔

(اخرجہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

[4] من عجز منکم الخ ارشاد فرمایا کہ جو تم میں راتوں کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کرتا ہو (یعنی نفلی صدقات نہ دے سکتا ہو) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکتا ہو اسکو چاہئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی)

اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹ دے، چور کا ہاتھ کاٹ دے کا مودودی صاحب مذاق اڑاتے ہیں اور آپ لوگوں کو ایسے مضامین کے پڑھنے کی کثرت سے ترغیبیں دیں لیکن جس نے خود تو ہمیں اس نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا میں اس حکم کے ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہی دیا ہے۔ اس کے پاک رسول نے کیا عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَکَ فِی السَّمَاءِ وَنُوْرٌ لَکَ فِی الْاَرْضِ[1] ارشاد نہیں فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کو اہل دنیا کے احکام کے ساتھ تشبیہ دینا در حقیقت قرآن سے انتہائی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دنیا کے احکام صرف عمل کے لیے دیے جاتے ہیں سوائے عمل کرنے کے ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ان کو اگر کوئی نوکر آقا کے پاس کھڑے ہو کر بار بار پڑھتا رہے تو یقیناً مسخرہ ہے۔ لیکن کیا قرآن پاک کے بھی ایسا ہی حکم ہے کیا خود قرآن پاک اور احادیث کثیرہ میں قرآن پاک کے[2] بار بار پڑھنے کی انتہائی ترغیب و تحریص نہیں ہے۔ کیا اس کی دن رات تلاوت کو لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ میں قابل رشک نہیں قرار دیا گیا۔ کیا اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کا وعدہ نہیں کیا گیا۔

اصل یہ ہے کہ مودودی صاحب ان سب چیزوں کی لذت سے آشنا ہی نہیں ہیں ان کی لذت کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور مودودی صاحب کے لیے فکر اسلامی میں اور اقامت دین کی خاطر کسی کی جوتیاں سیدھی کرنا صنم پرستی کے مشابہ ہے۔

---

[1] علیک بتلاوۃ القرآن الخ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ تقویٰ کا اہتمام کرو کہ یہ تمام امور کی جڑ ہے میں نے عرض کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو فرمایا قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کیا کرو کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ذخیرہ ہوگا (رواہ ابن حبان)

[2] لا حسد الا فی اثنتین، ارشاد نبوی ہے کہ حسد دو شخصوں کے علاوہ کسی اور پر کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو پڑھتا ہے۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث میں حسد سے مراد غبطہ یعنی رشک ہے۔

تو پھر وہ ان چیزوں کے مغز تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن جناب کے متعلق تو یہ خیال نہ تھا کہ آپ بھی ایسی واضح چیزوں میں ان کے ہم نوا بن جائیں گے۔ اگر یہ تاویل کی جاوے کہ اصل مقصد ان چیزوں کا تمسخر نہیں ہے بلکہ اپنے خیال کے موافق جس چیز کو سب سے اہم سمجھ رکھا ہے اس کی تاکید مقصود ہے تو اول تو آپ خود ہی سمجھ لیجیے کہ وہ ان ارکان مقصودہ مستقلہ کے برابر نہیں ہے۔ اور اگر جمہور کی رائے کے خلاف مودودی صاحب کو اسی پر اصرار ہے تو پھر بھی ان عبادات مقصودہ کا استہزاء تو اسلامی شان کے بالکل خلاف ہے پھر یہ کہ اس قسم کی ایک دو مثالیں نہیں ہیں، مختلف انداز سے مودودی صاحب ان عبادات پر طنز کرتے ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب کی تحقیقات

اسی طرح مودودی صاحب لکھتے ہیں:

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کے آنے کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ و صوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لیے یکایک کسی مدرسہ یا خانقاہ کے حجرہ سے برآمد ہوں گے، آتے ہی انا المہدی کا اعلان کر دیں گے، علماء و مشائخ کتابیں لیے ہوئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انہیں شناخت کر لیں گے پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے بقیۃ السلف ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لیے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے چلے گا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے جس کافر پر نظر بھر دیں گے تڑپ کر بے ہوش ہو جائے گا اور محض بددعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے

عقیدۂ ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصورات کچھ اسی قسم کے ہیں ۔ الخ

طویل الاطائل عبارت ۔ (تجدید و احیائے دین صـ۳۲)

اس قسم کے تصورات کو اور زیادہ بھیانک صورت اور مضحکہ خیز الفاظ میں تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن حدیث کا وہ مبتدی جس نے کم از کم حدیث کی وہ کتابیں پڑھی ہوں گی جو داخل نصاب ہیں ۔ وہ آخر کیا اس مضمون سے انگشت بدنداں نہ رہ جائے گا ۔ وہ کیا اتنا سمجھے گا کہ مودودی صاحب لوگوں کے تصورات کا نام لے کر ایسی حدیث کے مضمون پر طنز کر رہے ہیں جس کو ائمہ حدیث نے قابل اعتماد قرار دیا ۔ اگر میں اسی جگہ مہدی کی احادیث کو جمع کر دوں تو مستقل ایک دفتر ان کا بن جائے گا ۔ لیکن آپ کی نظر سے تو آخر گذری ہی ہوں گی ؟

امام مہدی کے متعلق چند احادیث

مولویانہ و صوفیانہ وضع قطع کے متعلق اگر دارانی کی روایت عن حذیفۃ قال حذیفۃ[1] فقام عمران بن حصین فقال یا رسول اللہ کیف لنا حتی نعرفہ قال ھو رجل من ولدی کانہ من رجال بنی اسرائیل علیہ عباءتان قطوانیتان وفی روایۃ خاشع للہ خشوع النسر بجناحیہ علیہ عباءتان قطوانیتان ۔ ۔ ۔ اور ابو نعیم کی روایت عن ابی امامۃ مرفوعاً المہدی من ولدی ابن اربعین سنۃ کان وجھہ کوکب دری فی خدہ الایمن خال اسود علیہ عباءتان قطوانیتان[1] (رواہ ... وقندوزی حدیثیہ)

---

[1] قال حذیفۃ الخ حضرت حذیفہ ایک طویل روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر عمران بن حصین کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس کیا علامت ہے جس کے ذریعہ ہم حضرت مہدی کو پہچان لیں ؟ فرمایا وہ ایک آدمی میری اولاد میں سے ہوگا گویا کہ وہ بنی اسرائیل کے آدمیوں میں سے ہے اور اس کے اوپر دو قطوانی چادریں ہوں گی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اللہ کے لیے خشوع کرنے والا ہوگا جیسا کہ نسر (گدھ) اپنے دونوں بازوں سے خشوع کرتا ہے اور اس پر دو قطوانی چادریں ہوں گی اور ابو نعیم کی روایت ابو امامہ سے مرفوعاً ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا اور چالیس سال ان کی عمر ہوگی ۔ ان کا چہرہ چمکدار ستارہ کی طرح ہوگا ان کے دائیں رخسار میں سیاہ تل ہوگا اور ان پر دو قطوانی چادریں ہوں گی ۔

ابو نعیم کی دوسری روایت :

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج المہدی وعلی رأسہ عمامۃ[1] (الحدیث) وغیرہ روایات پر کوئی کلام بھی کر دے تو اس سے دنیا میں کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ امام مہدی بانیٔ امت و مقتدائے ملت ہیں اور اب دنیا کی کسی قوم کو دیکھ لیجئے ۔ مسلمانوں کی خصوصیت نہیں ، یہود ، نصاریٰ ، پارسی ، بت پرست ، غرض جتنی بھی دنیا میں قومیں آباد ہیں باوجود مذاہب کے انتہائی اختلاف کے یہ ایک چیز آپ سب میں مشترک پائیں گے کہ ان کے مذہبی راہنماؤں کا لباس وہی مولویانہ ، صوفیانہ ملے گا ۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ باوجود عقاید و اعمال کے اختلاف کے مقتدایانہ لباس میں مجانست اس کی واضح دلیل ہے کہ مقتدائیت میں اس لباس کو یقیناً کوئی دخل ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ملتا ، اس لیے اگر ایک بھی روایت نہ ہوتی تب بھی امام مہدی کا لباس یقیناً مولویانہ ، صوفیانہ ہوتا ۔

اصل بات یہ ہے کہ مودودی صاحب دل سے مہدی بننا چاہتے ہیں اور مقتدایانہ سیرت سے اپنی لیڈری کی وجہ سے عاجز ہیں ، اس لیے بجائے اس کے کہ وہ خود اس بابرکت تمدن کو اختیار کرتے ہر جگہ محل بے محل اس کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انبیاء کرام اور معروف اولیاء کرام کو لیڈر ریفارمر کے عنوان سے تعبیر کر کے اس تمدن سے لوگوں کے اذہان کو ہٹائیں جو مقتدایانہ تمدن کے مناسب ہے ۔

اسی طرح کیا حذا خلیفۃ اللہ المہدی وغیرہ الفاظ کی متعدد روایات آپ کی نظر سے نہیں گذریں ۔

اسی طرح اگر ان کے جسم کی علامات پہچاننے کے لیے نہیں ہیں تو پھر کیوں بیسیوں روایات میں ان کے جسم کی ساخت ذکر کی گئی ہے ، ان کا چہرہ ، ان کا خد و خال ، ان کی پیشانی ، ان کی ناک وغیرہ کا ذکر صحاح کی روایات میں فضول ہی وارد ہوا ہے ۔ یہ علامات آخر ان کے پہچاننے ہی

---

[1] انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج المہدی الخ ابو نعیم کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور اس حال میں ہوگا کہ ان کے سر پر عمامہ بندھا ہوا ہوگا ۔

کے واسطے وارد ہوتی ہیں یا ویسے ہی سے تذکرہ ذکر کی گئی ہیں۔

کیا ابوداؤد کی روایت میں کیا یعونہ بین الرکن والمقام[1] کی تصریح نہیں ہے پھر مودودی صاحب بیعت پر کیوں طنز کرتے ہیں۔

اسی روایت میں اذا رای الناس ذالک اتاہ ابدال الشام وعصائب اھل العراق وارد نہیں ہوا کیا یہ ابدال وعصائب کی جماعت درویشی اور پرانے طرز کے بقیۃ السلف نہیں ہیں۔ دوسری روایت میں یتخرج الابدال من الشام واشباھھم ویخرج الیہ النجباء من مصر وعصائب اھل المشرق واشباھھم حتی یاتوا مکۃ فیبایع لہ بین الرکن والمقام (الحدیث)[2] یہ سب کی سب بقیۃ السلف صوفیاء اور مشائخ کی جماعت نہیں ہے تو کیا ہے؟

امام مہدی کے زمانہ میں برکات کے متعلق تو مودودی صاحب نے اس مضمون میں خود ہی اعتراف کر لیا کہ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔ ہاں کہنا ہوں پھونکوں اور وظیفوں کا نمبر تو بعد کا ہے صرف نعرۂ تکبیر سے بھی میدان جیتے جائیں گے کیا مسلم شریف کی روایت فاذا جاؤھا ونزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسھم قالوا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبیھا ثم یقولون الثانیۃ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبھا الاخر ثم یقولون الثالثۃ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر فیفرج لھم فیدخلوھا (الحدیث)[3] کو آپ موضوع فرماتے ہیں جس کا ذکر پر نظر پڑنے سے گی تڑپ کر رہے ہوتش ہو

[1] فیبایعونہ بین الرکن والمقام لوگ علی علامات کے ذریعہ امام مہدی کو پہچان کر ان سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے [2] یتخرج الابدال من الشام شام سے ابدال جیسے حضرات نکلیں گے اور مصر سے نجبا اور اہل مشرق سے عصائب اور ان جیسے لوگ نکلیں گے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آئیں گے اور رکن و مقام کے درمیان ان سے بیعت ہوں گے [3] فاذا جاءوا نزلوا الخ یعنی جب امام مہدی مع اپنے لشکر کے پہنچیں گے تو نہ ہتھیاروں سے قتال کریں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے جس سے اس کی ایک جانب گر جائے گی پھر دوسری مرتبہ کہیں گے تو دوسری جانب گر جائے گی پھر تیسری مرتبہ جب کہیں گے تو ان کے لیے راستہ کھل جائے گا اور وہ اندر داخل ہو جائیں گے۔

جائے گا۔ امام مہدی کے قصے میں میری نظر سے نہیں گذرا لیکن چونکہ مودودی صاحب اس سارے مضمون میں احادیث کے مضامین ہی کا مذاق اڑا رہے ہیں، اس لیے ممکن ہے یہ بھی کسی حدیث میں ہو جو میری نظر سے نہ گذری ہو اور ممکن ہے کہ اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے متعلق فاذا رآہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء[1] وارد ہوا ہے اور دوسری حدیث میں لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات[2] وارد ہوا ہے۔ بہر نظر التفات انہیں حدیث پاک کی طرف ہوتی ہو۔ بددعا سے لشکروں میں کیڑے پڑیں یا نہ پڑیں لیکن اگر سراقہ کا گھوڑا سخت زمین میں پیٹ تک دھنس سکتا ہے اور حنین میں شاہت الوجوہ کہہ کر مٹی پھینکنے سے ہر کافر کی آنکھوں میں گھس سکتی ہے، اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی لکڑیاں روشن ہو سکتی ہیں اور کھانوں میں سے تسبیح کی آواز صحابہ سن سکتے ہیں، اگر سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیر راستہ بتا سکتا ہے اگر حضرت سعید کی بددعا سے ان پر جھوٹا دعویٰ کرنے والی عورت اندھی ہو سکتی ہے اگر حضرت سعد کی بددعا سے ان پر جھوٹا الزام لگانے والا گوناگوں مصائب کا شکار ہو سکتا ہے اگر غزوہ بدر میں بالف من الملائکۃ مردفین سے مدد ہو سکتی ہے نصرت بالصبا واھلکت عاد بالدبور میں ہواؤں سے میدان جیتا جا سکتا ہے تو پھر امام مہدی کے زمانہ میں دعا یا بددعا سے کسی قسم کے انتفاع میں کونسا ایسا استحالہ ہے جس کی وجہ سے یہ چیزیں امام مہدی کے متعلق غلط تصورات کی فہرست میں داخل ہو گئیں اور ان کو اس کا مذاق اڑانا پڑا۔

ہوں ذرا انصاف سے سوچیے اس طویل عبارت کو جو مودودی صاحب نے اس جگہ لکھی ہے۔ دین سے ناواقف احادیث سے بے خبر طبقہ اس کو پڑھ کر ان کی صاف گوئی اور روشن دماغی

[1] اذا رآہ عدو اللہ الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے کفر و شرک کے مٹانے کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث مسلم شریف میں ہے جس کا ایک ٹکڑا اذا رآہ عدو اللہ ہے یعنی دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔

[2] لا یحل لکافر الخ یعنی کوئی کافر ایسا باقی نہیں رہے گا جو ان کے سانس کو پائے اور زندہ رہ جائے فوراً مرجائے گا۔

کی دادِ دیدیے۔ ان کو دقیانوسی اور اوہام پرستی سے دُور کہہ کر خوش ہوئے۔ لیکن جن لوگوں کی نگاہ میں یہ بات بھی ہو گی کہ یہ مضحکہ قانون یا تقلیدِ السلف کا نہیں ہو رہا ہے بلکہ براہِ راست احادیث نبویہ کا ہو رہا ہے۔ تو ان کے دل پر کیا گذرتی ہو گی اور پھر جب وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ جیسے اہلِ علم ان مضامین سے آنکھ بند کر کے لوگوں کو ان ہی کتب کے دیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو کیا وہ یہ نہ سمجھیں گے کہ مودودی صاحب کے کلام کی وقعت آپ کی نگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔

جاہلیتِ راہبانہ

اسی طرح مودودی صاحب جاہلیتِ راہبانہ کے ذیل لکھتے ہیں کہ! " یہ دنیا اور یہ جسمانی وجود انسان کے لیے ایک دار العذاب ہے۔ انسان اس دنیا کی چیزوں سے جتنا تعلق رکھے گا اتنا ہی آلودہ ہو گا۔

نجات کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں کہ اس زندگی کے جھگڑوں سے قطع تعلق کیا جائے، خواہشات کو مٹایا جائے، لذات سے کنارہ کشی کی جائے، اپنے اس دشمن یعنی نفس و جسم کو مجاہدات و ریاضات کے ذریعہ اتنی تکلیفیں دی جائیں کہ روح پر اس کا تسلط قائم نہ رہ سکے۔ اس طرح روح ہلکی اور پاک ہو جائے گی اور نجات کے بلند مقام پر اڑنے کی طاقت حاصل کر لے گی ۔" (ترجمان ۱۷ عدد ۳ صفحہ ۱۷۷)

یہ طویل مضمون نہ صرف احادیث بلکہ آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ کیا آیات قرآنیہ کے بھی خلاف نہیں۔ کاش اس مضمون کے بعد اس ناکارہ کے رسالہ فضائل صدقات حصہ دوم میں اس مضمون سے متعلق مختصر طور پر آیات اور احادیث نبویہ کا مطالعہ فرمالیں۔ کیا یہی وہ تجدیدی کارنامہ اور اسلام کا نیا نظر و فکر ہے جو آپ مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ اسلام پر کھلا افترا نہیں ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کو راہبانہ جاہلیت سے تعبیر کیا جائے ۔

کیا زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ - الآیۃ میں ان چیزوں کے تعلق بڑھانے کی ترغیب دی گئی ہے یا متاع الحیوٰۃ الدنیا کہہ کر قل أؤنبئکم بخیر من ذٰلکم[1] ان چیزوں سے قطع تعلق کی ترغیب نہیں دی گئی، کیا وما الحیوٰۃ

(حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

الدنیا الا[2] لعب ولھو میں وللدار الآخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون[3] میں بے عقلوں کو تنبیہ نہیں ہے کیا اموال و اولاد کو قرآن پاک میں فتنہ نہیں کہا گیا۔ لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الدنیا[4] میں دنیوی لذات کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کی بھی ممانعت نہیں کی گئی کیا دنیوی زندگی سے دھوکا کھانے کی بار بار ممانعت نہیں کی گئی۔ کیا واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی[5] میں خواہشاتِ نفسانیہ کے روکنے پر جنت کی بشارت نہیں دی گئی کیا سینکڑوں احادیث میں یہ مضامین وارد نہیں ہوئے جن کو مودودی صاحب جاہلانہ راہبیت کہتے ہیں۔ کیا مسلم شریف کی روایت الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ الکافر[6] موضوع حدیث ہے۔ کیا مشکوٰۃ شریف کی دوسری روایت میں الدنیا سجن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] زین للناس الخ پوری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے "خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے اور نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی یہ سب چیزیں استعمالی ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے (بیان القرآن) سورہ آل عمران رکوع ۲) مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ابدی فلاح ان چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ ان سے تو دنیا میں صرف چند روزہ گزارہ کیا جا سکتا ہے۔ دونوں جہان کی سرخروئی چاہتے ہو تو خدا کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [2] وما الحیوٰۃ الدنیا الا لعب ولھو الخ الآیۃ یعنی دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کچھ نہیں ہے (سورہ انعام رکوع ۴) [4] ولا تمدن الخ اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے (پارہ قال الم اقل سورہ طٰہٰ رکوع نمبر ۸) [5] واما من خاف الخ اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور نفس کو حرام خواہشوں سے روکا ہو گا سو جنت اس کا ٹھکانا ہو گا۔ (پارہ عم سورہ النازعات رکوع ۲) [6] الدنیا سجن للمؤمن الخ یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے (رواہ مسلم و الترمذی عن ابی ہریرۃ رض) اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں مثلاً الدنیا سجن المؤمن وسنتہ القبر وحصنہ وان الدنیا جنۃ الکافر والقبر عذابہ والنار مصیرہ وغیرہ وغیرہ (دیکھیے کشف الخفا للعجلونی)

المومن وسنتہ، وإذا فارق الدنیا فارق السجن والسنۃ ١ کیا یہ حدیث نہیں ہے؟
مودودی صاحب کی یہ ایک خصوصی عادت ہے وہ احادیث کے مضامین کو یہ کہہ کر کہ لوگوں کا
خیال ہے "مذاق اڑایا جاتا ہے" تاکہ حدیث کا لفظ سن کر لوگ شروع ہی سے نہ بدک جائیں۔
دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیان تو گردن زدنی کے قابل ہیں کہ وہ مودودی صاحب
کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں لیکن آپ جیسے اہل علم کی آنکھوں پر کیوں پٹیاں بندھ گئیں۔
آپ کی زبانیں کیوں گونگی ہو گئیں کہ کھلم کھلا قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے مضامین کو لوگوں کے
خیال کی طرف منسوب کر کے ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور آپ ہیں کہ خاموش ہیں، بلکہ اس سے
بڑھ کر یہ کہ آپ ان مضامین کی اپنے قول و فعل سے تائید کریں۔ کیا اس سے آپ انکار فرما
سکتے ہیں کہ رہبانیت کے سلسلہ میں جہاں جہاں بھی لٹریچر میں اشارۃً یا صراحۃً کچھ اچھالا
گیا ہے کیا وہ براہ راست احادیث کے مضامین پر نہیں اچھالا گیا؟

جاہل لوگ جو اہل دین سے ہمیشہ برگشتہ رہا کرتے ہیں ان مضامین کو پڑھ کر خوش ہوتے
ہیں کہ زہاد لوگوں پر خوب پھبتی اڑائی ہے۔ اہل علم کو ان چیزوں کے پڑھنے
کی فرصت نہیں ہے لیکن آپ خود ہی غور فرمائیں کہ قرآن و حدیث کے خلاف مضامین جب اہل
علم کی نظر سے گذریں گے تو وہ کب تک خاموش رہ سکتے ہیں۔ صرف اسی ایک مضمون کو جو اس جگہ
مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس کو رہبانیت جاہلانہ کا زریں لقب عطا کیا گیا۔ اسے کتب حدیث کی
کتاب الرقاق اور کتاب الزہد کی احادیث دیکھنے کے بعد پڑھیں، مجھے کامل یقین ہے کہ آپ
خود بھی سکوت نہ کر سکیں گے۔ کیا نہی النفس عن الہوی میں خواہشات روکنے کا حکم نہیں
ہے کیا صحیحین کی روایت حجبت النار بالشہوات ٢ نہیں۔ پھر کیا غلط کہا جس نے یہ کہا

---

١ الدنیا سجن المومن وسنتہ الخ یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور اس کے حق میں قحط ہے اور جب دنیا سے
جدا ہو جاتا ہے تو قید اور قحط سے چھٹکارا پا لیتا ہے ٢ حجبت النار بالشہوات الخ فرمایا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ دوزخ کی آگ ڈھانپ دی گئی شہوتوں اور لذتوں کے ساتھ اور ڈھانپ دی گئی ہے جنت سختیوں اور
مشقتوں کے ساتھ۔ (متفق علیہ)

کہ نجات کی صورت اس کے سوا نہیں کہ خواہشات کو مٹایا جائے اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ
مودودی صاحب کے کلام میں خواہشات سے یہ مراد نہیں تو پھر کیا مما اخاف علیکم من
بعدی ما یفتح علیکم من زہرۃ الدنیا وزینتہا ١ شیخین کی روایت نہیں ہے۔
کیا واللہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا
کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوہا کما تنافسوہا وتہلککم کما اہلکتہم ٢
صحیحین کی روایت نہیں ہے۔ کیا حب الدنیا راس کل خطیئۃ ٣ حدیث میں نہیں آیا۔ کیا ہل
من احد یمشی علی الماء الا ابتلت قدماہ قالوا لا یا رسول اللہ قال کذلک صاحب
الدنیا لا یسلم من الذنوب ٤ حدیث نہیں ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
آخر زمانہ میں جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، اس وقت یہ وصیت نہیں فرمائی
تھی؟ ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین ٥ کوئی شخص جس نے تاریخ کی کوئی
بھی کتاب دیکھی ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے
اپنی اپنی خلافت میں امیر المومنین ہو جانے کے باوجود لذات سے کتنی کنارہ کشی اور نفس کے مطالبات
کو پورا کرنے سے کس قدر احتراز کیا ہے۔ کیا ریاضات و مجاہدات میں صحابہ کرام کا مقابلہ کرنے کی آج
کسی میں ہمت ہے؟ کیا مودودی صاحب نے امام غزالی کے درجہ کمال پر پہنچنے کے سلسلہ میں خود
بھی یہ نہیں لکھا کہ فقیر بن کر سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوتے، گوشوں اور ویرانوں میں رہ کر غور و خوض

---

١ مما اخاف علیکم الخ ارشاد نبوی ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا اندیشہ تم پر میرے بعد ہوگا دنیا کی زیب و زینت بھی ہے جو
تم پر کھول دی جائے گی ٢ واللہ لا الفقر الخ یعنی بخدا مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں لیکن ہاں اس بات کا خوف ضرور ہے کہ دنیا تم
پر پھیلا دی جائے گی، جیسے کہ تم سے پہلے آنے والوں پر پھیلا دی گئی تھی اور پھر تم دنیا پر ایسا ہی تنافس کرنے لگو جیسے پہلے لوگوں نے
کیا تھا اور پھر وہ تم کو اسی طرح ہلاک کر ڈالے جیسے کہ پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ ٣ حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا
کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ ٤ ہل من احد یمشی علی الماء الخ یعنی کیا کوئی آدمی ایسا ہے کہ وہ پانی پر چلے اور اس
کے پیر نہ بھیگیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی نہیں، بلکہ ضرور اس کے قدم تر ہوں گے، ارشاد فرمایا کہ صاحب دنیا کا بھی یہی حال ہے
کہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا یعنی گناہوں میں ضرور مبتلا ہوگا۔ ٥ ایاک والتنعم الخ یعنی اپنے آپ کو ناز و نعم کی زندگی
سے بچاؤ اس لیے کہ اللہ کے بندے ناز و نعم کی زندگی گذارنے والے نہیں ہوتے۔

کیا اور مجاہدات و ریاضات سے اپنی روح کو صاف کرتے رہے (ترجمان شوال ۱۳۵۹ھ ص۶۳)

پھر آخر یہ کیا مصیبت ہے کہ ان سب چیزوں کو راہبانہ جاہلیت میں داخل کر دیا جائے کیا حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے یہ بھی کوئی ضروری چیز ہے کہ دین محمدی میں اصلاح بھی کی جائے۔ اللہ اور اس کے پاک رسول نے جن چیزوں کا درجہ بڑھایا تھا ان کو گرایا جائے، جیسا کہ نمبر ۳ میں عرض کر چکا ہوں، اور جن چیزوں کا درجہ اللہ اور اس کے رسول پاک نے گرایا تھا، جیسا کہ دنیا اور اس کے لذائذ، ان کا درجہ بلند کیا جائے۔ کیا یہ دین میں کھلی تحریف نہیں ہے کیا دین محمدی ؐ ایسا ناقص ہے کہ اس کو اپنے حال پر باقی رکھ کر نہ اقامت دین ہو سکتی ہے نہ حکومت الٰہیہ قائم ہو سکتی ہے۔

ہم لوگوں کو تنگ نظر متعصب یا مودودی صاحب کے مقصد کو نہ سمجھنے والا کہہ کر ناقابل التفات قرار دیجیے یا اس سے بھی آگے پہنچا دیجیے، مگر اپنی جگہ اتنا ذہن نشین کر لیجیے کہ ان مضامین سے جماعت کے ارکان میں جو یہ اثر بڑھتا جا رہا ہے کہ حقیقی دین وہ ہے جو لٹریچر میں ہے، دین کو کامل طور پر اور صحیح طریقہ سے اگلوں[1] نے نہیں سمجھا اور جو علماء کہہ رہے ہیں وہ اسلام کی روح سے ناواقف ہیں حقائق قرآنیہ سے ناآشنا ہیں، ظاہر پرست ہیں، الفاظ بین ہیں، ان سب تصورات کے پروان چڑھانے میں آپ جیسے حضرات کی بھی شرکت اور اعانت ہے۔ آپ حضرات کا اپنی تنہائی

[1] مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زاد مجدہٗ اپنے اس طویل مضمون میں جو بعد میں جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک کے نام سے مولانا قمر الدین صاحب کی جانب سے کتابی شکل میں مرتب ہو کر طبع ہوا، تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی کے بارے میں میرا موقف یہ رہا کہ میں اس کے کام اور اس کے نتائج میں خیر کا پہلو غالب سمجھتا تھا۔ لیکن میرے ایک صاحب علم اور صاحب اصلاح دوست جن کا جماعت اسلامی کے بارے میں بالکل وہی خیال اور موقف تھا جو اس عاجز کا تھا۔ ایک دن لکھنؤ تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جماعت اسلامی کے بارے میں آپ کی جو رائے تھی کیا اب بھی وہی ہے یا اس میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے؟ میں نے ان کو بتایا ... میں تو اپنی اسی جگہ پر ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اب تک تو (باقی اگلے صفحہ پر)

کی مجلسوں میں بیٹھ کر یہ کہہ دیا کہ واقعی بعض مضامین تو ان میں ایسے ہی سخت ہیں یہ کافی نہیں۔ جب کہ آپ کی شرکت اور آپ کی تائید سے ان مضامین کی حقانیت پر استدلال کیا جاتا ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال بھی یہی رہا۔ لیکن اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے یہ محسوس ہوتا جاتا ہے کہ شر اور مضرت کا پہلو اتنا ہلکا اور مغلوب نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے رہے ہیں اس واسطے میرے لیے یہ کہنا اب مشکل ہے کہ اس میں خیر غالب ہے۔ میں نے ان سے اس کی تفصیل چاہی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں جماعت اسلامی کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے جو مجھ سے بھی زیادہ بعید نہیں ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا۔ اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے اور جو جماعت سے جتنا زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس خیال میں اتنا ہی راسخ اور پکا ہوتا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر بات ایسی ہی ہے جیسی آپ فرما رہے ہیں اور یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر اس میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بڑا شر ہے اور ایسا شر ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس خیر میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا جس کی ہم اب تک قدر کرتے رہے ہیں۔ جماعت میں اس خیال کا عام ہونا تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا واقعی یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں بڑھ رہی ہے اور عام ہو رہی ہے تو جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان صاحب کی تائید ہی کرتی تھیں۔

اس علم و اندازہ کے بعد سے میں نے جماعت کے بارے میں خیر کے پہلو کو غالب کہنا چھوڑ دیا۔ ممکن ہے بعض لوگ اس ذہنیت کی خطرناکی کو پوری طرح نہ سمجھ سکتے ہوں اور اس لیے وہ اُسے معمولی سی اور ہلکی بات سمجھیں لیکن جس کے سامنے اس امت کے

یہ الفاظ بے ارادہ قلم سے نکل گئے ہیں تو اصل میں آپ کی توجہات ان مضامین کی طرف منعطف کرا رہا تھا، جہاں دینیات کا استہزاء کیا گیا۔ دین اور اہل دین کے مسلمات کی تردید کی گئی۔ اس سلسلہ میں تصوف کا نام لینا تو شاید میری ہی بے وقوفی ہو اس لیے کہ اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کے قیام کو تو تصوف کے ساتھ ضد کی نسبت ہے۔ یہ تو دو ایسی متعارض کشتیاں ہیں کہ بیک وقت دونوں میں قدم رکھا ہی نہیں جاسکتا۔ اس پر جماعت اسلامی کے معمولی سے معمولی افراد کو بھی فخر ہے کہ ہم تصوف کے خلاف ہیں۔ بیعت کا غیر اسلامی رواج مٹانا ہے۔ یہ روح اسلام کے خلاف ہے۔ شرک و بُت پرستی کی بنیاد ہے لیکن اس سلسلہ میں جناب کی توجہ خود مودودی صاحب کی دو عبارتوں کی طرف کراتا ہوں۔ وہ "تجدید و احیاء دین ص۳۲" پر لکھتے ہیں۔

پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کی تاریخ سے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے اعتماد اٹھ جانے کے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا، پھر آدمی پرویز بھی بن سکتا ہے مرزا بھی بن سکتا ہے اور ان سے آگے بھی جاسکتا ہے، ہر گمراہی کی پہلی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ آدمی کا اعتماد دین کے فہم کے بارے میں سلف سے اٹھ جائے، بہرحال اس واقعہ کو قریباً ڈھائی تین برس ہوئے ہوں گے اس وقت سے جماعت اسلامی کے بارے میں میری رائے میں یہ تبدیلی آئی۔ اور جماعت اسلامی کی طرف سے مدافعت کا جو جذبہ تھا وہ ختم ہو گیا اور ذہن نے دوسری طرح سوچنا شروع کر دیا۔"

(جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک ص۱۰ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ) اس طویل اقتباس کو نقل کر کے حاشیہ نگار اپنے قارئین پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اب سے پچیس سال قبل جو خطرہ حضرت شیخ زاد مجدہ کیلئے علم الیقین کے درجہ میں آگیا تھا اور بعینہ وہی چیز بعد میں آنے والوں کے لیے عین الیقین بنی تو اب اس کے لیے حق الیقین تک پہنچنے میں کیا چیز رکاوٹ بن جائے گی؟ ظاہر ہے کہ کوئی چیز مانع نہیں بنے گی۔

بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا۔ اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کی ضرورت تھی۔

اس کے بعد اس پر اپنی عادت کے موافق پورا زور قلم خرچ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

اب جس کسی کو تجدید دین کے لیے کوئی کام کرنا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ متصوفین کی زبان و اصطلاحات، رموز و اشارات، لباس، اطوار، پیری مریدی اور ہر اس چیز سے جو اس طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو، مسلمانوں کو اس طرح پرہیز کرائے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرایا جاتا ہے (ترجمان جلد ۱ عدد ۳ ص۱۴۴) (تجدید احیاء دین ص۱۳۳)

اس کو تو آپ سوچ لیجئے کہ اس طریقہ کی یاد تازہ کرانے میں کتب احادیث کی کتاب الزہد کتاب الرقاق، یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز لباس، معمولات، صحابہ کرام کی ریاضات، مجاہدات کو بھی دخل ہے یا نہیں؟ اور قرآن و حدیث کی وہ کون کونسی چیزیں ہیں جن سے صوفیائے کرام کے طریقے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے سمجھے تو اس پوری عبارت کے پڑھنے کے بعد مودودی صاحب کے وہ الفاظ جناب کو یاد دلاتے ہیں جو وہ اصلاح نصاب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

مغربی علوم و فنون بجائے خود سب کے سب مفید ہیں اور اسلام کو ان میں سے کسی کے ساتھ بھی دشمنی نہیں، بلکہ بجا طور پر میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حقائق علمیہ کا تعلق ہے اسلام ان کا دوست ہے اور وہ اسلام کے دوست ہیں، دشمنی دراصل علم اور اسلام میں نہیں بلکہ مغربیت اور اسلام میں ہے۔ (تنقیحات ص۲۰۸)

مجھے موازنہ صرف ان دونوں ضابطوں کا کرانا ہے۔ دونوں قابل اصلاح چیزوں کا انداز بیان دکھانا ہے کہ مغربی علوم جن میں بالخصوص آج کل سراسر کفر و الحاد اور خدا دشمنی ہے ان کے حقائق سے اسلام کی دوستی ہے۔ اور تصوف اس درجہ سخت ارتداد ہے کہ اگر کسی قول و فعل سے اس کا خیال بھی دل میں آجائے تو ذیابیطس کا مریض ہلاک ہو جائے گا اور اس فرق کو آپ لٹریچر کے ایک ایک ورق میں پائیں گے۔ جہاں کہیں مغربی چیزوں کا انگریزی دانوں کا ذکر ہو گا وہ نہایت مہذب الفاظ میں سمیٹ بچتے بچتے کچھ عبارات کچھ خوشامد لیے ہوئے ہو گا۔ جہاں کہیں مذہبیات

یا اہل اللہ یا اہل علم کا رد ہوگا، تشنیع بہترین کر مودودی صاحب سامنے آکھڑے ہوں گے۔ ترجمان شوال سنہ ۵۹ھ میں مودودی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابوں پر تنقید کی ہے۔ اوّل ڈاکٹر برہان احمد صاحب کی کتاب مجدد الف ثانی کا تصور توحید اس کی غلطیوں پر تنبیہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے، انسانی کام کوتاہیوں سے خالی نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی چند کوتاہیاں ہیں الخ

اس کے بعد مولوی حفظ الرحمٰن صاحب کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" پر تنقید کی ہے جس کا ایک ہی جملہ نقل کرتا ہوں

"اور اصل یہ ہے کہ علمائے کرام کے جس گروہ سے مولانا کا تعلق ہے اس پر نااہلی کے ساتھ کم ہمتی اور شکست خوردگی کا بھی تسلط ہو گیا ہے"۔

اس کے بعد دونوں کتابوں کے تبصروں کو غور سے پڑھیے۔ ترکی کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں خالدہ ادیب خانم کے خطبات پر جو تنقیدی تبصرہ مودودی صاحب نے کیا ہے وہ اس میں لکھتے ہیں:

اس حالت میں ہم اس کو خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ خود ترکی جدیدہ کے معماروں میں سے ایک ایسی ہستی نے ہندوستان آکر ہمارے سامنے اپنی قوم کے باطن کو ظاہر کیا ہے جو انقلاب کے اسٹیج پر محض ایکٹر ہی نہ تھی بلکہ اس انقلاب کی محرک طاقتوں میں سے ایک طاقت تھی اس کے ساتھ وہ خدا کے فضل سے عالمانہ نظر فلسفیانہ فہم اور مفکرانہ تعمق بھی رکھتی ہے الخ

قبل اس کے کہ ہم خالدہ ادیب خانم کے ذریعہ ترکی جدیدہ کو سمجھیں ہمیں خود ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ان کا دل پورا پورا مسلمان ہے، ایمان سے لبریز ہے اور ایمان بھی ایسا جس پر ہم کو رشک کرنا چاہیے کیونکہ وہ ایک مجاہد عورت کا ایمان ہے۔ الحاد اور بے دینی کا شائبہ تک ان کے خیالات میں نہیں پایا جاتا، اسلام سے ان کو محبت ہے ویسی ہی محبت جیسی ایک سچی مسلمان عورت کو ہونی چاہیے۔ لیکن ان کا دل جیسا مسلمان

ہے ان کا دماغ ویسا نہیں۔ اسلام کے متعلق ان کی معلومات بہت کچھ محدود معلوم ہوتی ہیں۔ اپنے آخری خطبہ میں وہ فرماتی ہیں کہ گاندھی جی کی ذات جدید اسلام کا ایک مکمل نمونہ ہے۔" (تنقیحات صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱)

اس پورے تبصرہ کو غور سے پڑھیے۔ اگرچہ جاہل صوفیوں اور تنگ نظر علماء نے مجددین کے علم اور اس کی روح سے قطعاً بے بہرہ تھے یہاں بھی مودودی صاحب کے مجروح دل کو اور زخمی کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ آزادی ہند کے معماروں کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجیے۔ ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

چوتھا سبب یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی پر جذبہ انتقام مستولی ہو گیا ہو، اسے انگریز کے ہاتھوں سے اتنی تکلیفیں پہنچی ہوں کہ وہ جوش غضب میں اندھا ہو گیا ہو اور کہتا ہو کہ اگر حق کی تلوار نہیں ملتی تو پرواہ نہیں میں باطل ہی کی تلوار سے اس دشمن کا سر اڑاؤں گا، چاہے ساتھ ہی ساتھ میری اپنی ملت کی بھی رگ جان کٹ کے رہ جائے۔ ایسے شخص کی بیماری دل کا علاج خداوند عالم کے سوا اور کسی کے پاس نہیں، اللہ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے، ورنہ ڈر ہے کہ جس راہ پر وہ اپنے اس جذبہ کے ساتھ چل رہا ہے اس میں اپنی عمر بھر کی کمائی ضائع کر دے گا قیامت کے روز اس حال میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا کہ ساری عبادتیں اور نیکیاں اس کے نامۂ اعمال سے غائب ہوں گی، اور ایک قوم کو گمراہی و انتشار میں مبتلا کرنے کا مظلمۂ عظیم اس کی گردن پر ہوگا۔ یحملون اوزارهم واوزار الذین یضلونهم" (ترجمان شعبان سنہ ۵۸ھ صفحہ ۲۹۳)

مسئلہ قومیت[1] میں حضرت اقدس مدنی زاد مجدہم کی جس کمینہ انداز سے تردید کی گئی ہے اس کا ایک ایک حرف قابل دید ہے، بالخصوص یہ سطریں کہ:

---

[1] مسئلہ قومیت حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے دہلی کے ایک جلسہ میں جو تحریک آزادی کے سلسلہ میں باڑہ ہندو راؤ پر ہو رہا تھا، دوران تقریر یہ فرمایا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔ تقریر کے اس جملہ کے معنی اور [illegible])

الفاظ کا سہارا لے کر مولانا نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کر دی مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے مفہوم پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا من کذب علیّ متعمداً کی زد میں آجاتا ہے۔" ص۸۰

حالانکہ اسی رسالہ میں مودودی صاحب کو خود اقرار ہے کہ مولانا نے اپنے ذہن میں متحدہ قومیت کا ایک خاص مفہوم مقرر کر رکھا ہے جس کے حدود انہوں نے تمام شرعی شرائط کو ملحوظ رکھ کر اور تمام امکانی اعتراضات سے پہلو بچا کر خود مقرر فرماتے ہیں اور ان کو وہ ایسی منقحانہ زبان میں بیان فرماتے ہیں کہ قواعد شرعیہ کے لحاظ سے کوئی اس پر حرف نہ لا سکے۔ لیکن اس میں خرابی بس اتنی ہی ہے کہ اپنے مفہوم ذہنی کو مولانا کانگریس کا مفہوم و مدعا قرار دے رہے ہیں۔ اس میں آپ خود ہی غور کر لیجئے کہ مودودی صاحب کے اپنے ہی اعتراض کے موافق مولانا پر اگر الزام آتا ہے تو اس مفہوم کو کانگریس کی طرف منسوب کرنے کا آتا ہے۔ نہ کہ حدیث کے غلط مفہوم کا، پھر وہ حدیث کی زد میں کیسے آ گیا۔

اسی طرح مسئلہ قومیت میں تو نہیں لیکن ایک اور جگہ حضرت اقدس مدنی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> اس آزادی کے پروانے کو لے کر جو مولوی صاحب پشاور سے مدراس تک تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ پروانہ آپ کو تو اتنی آزادی ضرور دیتا ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول میں مشغول رہیں آپ کی داڑھی یقیناً زبردستی نہیں مونڈی جائے گی اور نہ آپ کی عبا ضبط کی جائے گی اور نہ آپ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مفہوم کو بدل کر کونسا دین لوگ اور کتنی بڑی طبقہ نے وہ خرافات کی کہ زمین و آسمان ایک کر کے رکھ دیا اخبارات و رسائل میں وہ لغو اور فضول بحثیں لکھی گئیں کہ کسی حساس مسلمان کا ان کو پڑھنا دو بھر تھا حضرت کی ذات پر بھی نہایت رکیک حملے کیے گئے۔ مودودی صاحب نے بھی اس پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی اور بزعم خود زندگی کی اہم ترین ضرورت کو پورا کر دیا۔

کی تسبیح چھینی جائے گی، البتہ اس امر کی ضمانت نہیں کہ آپ کی نسل سے دوسری پشت میں کوئی اور سے شنکر اور تیسری پشت میں کوئی دیو کا رانی برآمد نہ ہو گی۔" (ترجمان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

> اسلام کا علم رکھنے والے عبا پوشوں پر متحدہ قومیت کا بھوت سوار ہے ان کی غیرت ایمانی سلب ہو چکی۔" (ترجمان ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

ترجمان القرآن جلد ۱۲ عدد ۴ صفحہ نمبر ۳۰ پر مودودی صاحب نے بے اصل فتنے کے عنوان سے جو مقالہ لکھا ہے وہ تو جناب نے ملاحظہ فرمایا ہی ہو گا، وہ لکھتے ہیں۔

> یہ ایک نمونہ ہے ان فضول لاطائل جھگڑوں کا جن میں ہمارے اکثر و بیشتر علماء دین نہ صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں بلکہ عام مسلمانوں کے ذہن کو بھی اس بُری طرح الجھا رہے ہیں کہ ان غریبوں کو دین کی حقیقت اور اپنی زندگی کے مقصد پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی سب سے بڑھ کر افسوسناک امر یہ ہے کہ ان مسائل میں مغز پاشی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ہمارے دین کے عالم اور ملت اسلامیہ کے علمبردار کہلاتے ہیں الخ ص۳۱

آپ کو معلوم ہے کہ ملت اسلامیہ کے علمبرداروں سے یہ سنگین جرم کیسے صادر ہو گیا ایک صاحب تفسیر لکھتے ہیں جس میں مودودی صاحب کے ذوقی اصول کے موافق جو سمجھ میں آیا لکھ دیتے ہیں کوئی شخص اس پر تنقید کرتا ہے کہ فلاں فلاں تفسیریں غلط ہیں، یہی مودودی صاحب کے نزدیک فضول لاطائل جھگڑے ہیں، ان پر تنقید کرنا وقت ضائع کرنا ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ خود اپنا وقت بھی ضائع کر دیا اور لاطائل جھگڑے میں گھس گئے۔

ان مثالوں کے ذکر کرنے سے میرا مقصود مودودی صاحب کے زاویہ نگاہ کو بتانا ہے اسلیے کہ مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ادب و لغت کی تصنیف میں سب سے پہلے جس چیز کو تلاش کرنا چاہیے وہ اس کا تنازعہ نقطہ ہے۔" (مسئلہ قومیت)

مودودی صاحب خود مغربیت سے انتہائی متأثر رکھتے ہیں اس لیے ہر وہ چیز جو
مغرب سے آتی ہے وہ غیر شعوری طور پر ان کے لیے جاذبیت کا سبب بنتی ہے
اور جو چیز مذہبیت کی راہ سے آتی ہے اس سے ان کی تحریر و تقریر اجنبیت
محسوس کرتی ہے۔ انہیں اشارہ کے ذیل میں ایک مثال پر اس نمبر کو بھی ختم
کرتا ہوں۔

مودودی صاحب نے ان عبادات اور ان کی روح کا جس طرح ناس مارا ہے، لٹریچر کی ایک
ایک چیز اس پر شاہد عدل ہے اسی ذیل میں حج جیسی اہم عبادت جو عشق مولیٰ کا اعلیٰ درجہ اور اتم مظہر تھی
حق تعالیٰ شانہ کے عشق میں دیوانگی کا خاص نمونہ تھی، اس کی پاک ذات سے تعلق اور اس کے غیر سے تعلقات
منقطع کر دینے میں اکسیر تھی مودودی صاحب کے الفاظ میں اس کی تصویر بھی ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے
ہیں ۔۔۔ کہ:

اس کے بعد وہ گویا اللہ کا سپاہی بن جاتا ہے اور اب پانچ چھ روز اس کو
کیمپ کی سی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے۔ ایک دن منیٰ میں پڑاؤ، دوسرے
دن عرفات میں کیمپ ہے، اور خطبہ میں کمانڈر کی ہدایات سنی جا
رہی ہیں، رات کو مزدلفہ میں جا کر چھاؤنی ڈالی جاتی ہے۔ دن نکلتا ہے تو منیٰ
کی طرف کوچ ہوتا ہے اور وہاں اس ستون پر کنکریوں سے چاند ماری کی جاتی
ہے جہاں تک اصحاب فیل کی فوجیں کعبہ کو ڈھانے کے لیے پہنچ گئی تھیں
پھر وہاں سے کعبہ کا رخ کیا جاتا ہے، جب یہ سپاہی اپنی ڈیوٹی ادا کر کے ہیڈ
کوارٹر کی طرف سرخرو واپس آ رہا ہے۔ طواف اور دو رکعتوں سے فارغ ہو کر
احرام کھل جاتا ہے جو کچھ حرام کیا گیا وہ پھر حلال ہو جاتا ہے اور اب حاجی
کی زندگی پھر معمولی طور پر شروع ہو جاتی ہے۔ (خطبات ص۱۹۳)

انصاف سے فرمائیں کیا یہی حج کے ان اہم مناسک کا نفیس منظر اور روح ہے کہ حج کے
ان افعال کو ایک فوجی ڈرامہ بنا دیا۔ اس کے بالمقابل ایک شخص کی نگاہ سے بھی حج کا منظر
ملاحظہ فرمائیں۔

جس کے سایہ اور اس کے خیال تک سے آپ مسلمانوں کو بچانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں
کے لیے اس کو سم قاتل قرار دیتے ہیں، قطب دوراں حضرت شبلی قدس سرہ کے ایک مرید حج
کو گئے اور جب واپس آئے تو شیخ نے حج کی کیفیات دریافت فرمائیں اور جب وہ کیفیات
حاصل نہ ہوئیں جو مرید کو تقرب کے منتہا پر پہنچا دیتیں تو شیخ نے حکم دیا کہ دوبارہ حج کر کے
آؤ، پورا قصہ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج میں ہے، دل چاہے تو مطالعہ فرما لیں۔ چند جملے
جو امور بالا سے متعلق ہیں، نقل کرتا ہوں، شیخ نے دریافت فرمایا منیٰ گئے تھے، مرید نے عرض
کیا، گیا تھا۔ فرمایا وہاں اللہ جل شانہ سے ایسی امیدیں وابستہ ہو گئی تھیں جو معاصی کے ساتھ
نہ ہوں، عرض کیا ایسا تو نہیں ہو سکا، فرمایا تو منیٰ ہی نہیں گئے، پھر فرمایا مسجد خیف میں (منیٰ کی
مسجد کا نام ہے) داخل ہوئے تھے، عرض کیا داخل ہوا تھا، فرمایا اس وقت اللہ جل شانہ
کے خوف کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا، جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو؟ عرض کیا کہ نہیں ہوا، فرمایا
کہ پھر تو مسجد خیف میں بھی داخل نہیں ہوئے، پھر فرمایا کہ عرفات گئے تھے، عرض کیا حاضر ہوا
تھا، فرمایا وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کس لیے آئے تھے اور کیا کر رہے ہو اور اب
کہاں جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والی چیزوں کو پہچان لیا تھا، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا
پھر تو عرفات بھی نہیں گئے، پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے، عرض کیا کہ گیا تھا، فرمایا وہاں اللہ جل شانہ
کا ایسا ذکر کیا تھا جو ما سوا کو دل سے نکال دے، قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔
فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام) عرض کیا ایسا تو نہیں ہو سکا، فرمایا پھر تو مزدلفہ بھی نہیں
گئے، فرمایا منیٰ میں جا کر قربانی کی تھی، عرض کیا کہ کی تھی، فرمایا اس وقت اپنے نفس کو ذبح کر دیا
تھا، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا پھر تو قربانی بھی نہیں کی، فرمایا رمی کی تھی (جمرہ پر کنکریاں ماری جاتی ہیں)؟
عرض کیا کی تھی، فرمایا ہر کنکری کے ساتھ اپنی سابقہ جہالت کو پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس
ہوتی تھی، عرض کیا کہ محسوس نہیں ہوئی، فرمایا کہ پھر رمی بھی نہیں کی، فرمایا پھر طواف زیارت کیا
تھا، عرض کیا کیا تھا، فرمایا کہ اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہ کی طرف
سے تم پر کچھ اعزاز و اکرام کی بارش ہوئی تھی، اس لیے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ حج کرنے والا اور
عمرہ کرنے والا اللہ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جاتا ہے اس پر حق ہے

کہ اپنی زیارت کرنے والوں کا اکرام کرے، عرض کیا مجھے تو کچھ منکشف نہیں ہوا،
فرمایا کہ طواف زیارت بھی نہیں کیا، فرمایا کہ احرام سے حلال ہو گئے تھے۔
عرض کیا ہوا تھا، فرمایا ہمیشہ کے لیے حلال کہاں کا اس وقت عہد کر لیا تھا، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا
تم حلال بھی نہ ہوئے۔ پھر فرمایا الوداعی طواف کیا تھا، عرض کیا، کیا تھا، فرمایا اس وقت اپنے تن
من دھن کو کلیتًا الوداع کہہ دیا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ تم نے طواف وداع بھی نہیں کیا
دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح تم سے بیان کیا۔ (فضائل حج)

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

دونوں منظروں کا موازنہ کیجیے، اور انصاف سے بتایئے کہ اسلام کی روح اور روحانیت
کا ذوق کہاں مل رہا ہے۔

مودودی صاحب کی طرف سے اجتہاد پر زور

چھٹی چیز جو جماعتی حیثیت سے ہم لوگوں کے مسلک سے بالکلیہ خلاف ہے وہ اجتہاد
پر زور ہے۔ یہ چیز لٹریچر کی ایسی کھلی خصوصیت ہے جس کے لیے کسی عبارت کے نقل کرنے کی بھی
ضرورت نہیں، اندھی تقلید کے خلاف مودودی صاحب کا قلم ہر جگہ بے لگام ہے۔ کوئی مضمون کسی
بھی سلسلہ کا کہیں بھی ہو جوڑ توڑ کے جوڑ ان کو تقلید کے خلاف اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے، اندھی تقلید
اور آنکھیں بند کر کے کسی کی تقلید کے خلاف جتنا ان کا زور قلم چلتا ہے اتنا کفر والحاد کے مقابلہ
میں بھی نہیں چلتا۔ آپ دونوں قسم کے مضامین کو جب چاہے پڑھ لیجیے۔ صرف تفہیمات اور تنقیحات
دو ہی کتابوں کا مطالعہ اس ناکارہ کے خیال کی شہادت میں کافی ہے۔ میں اب تک منتظر رہتا تھا
کہ کفر والحاد کے خلاف ان کے مضامین بہت زوردار ہوتے ہیں، اور تقلید و تصوف میں بھی
ان کی رائے اپنے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر اس سے میں یہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں میں وہ
اپنی اختلافی رائے کا اظہار کرتے رہتے ہوں گے، جیسا کہ ائمہ مجتہدین کے مقلدین ایک دوسرے
کے خلاف مسلک کو اختلافی مسائل میں ذکر کرتے ہیں۔ مگر لٹریچر کے دیکھنے سے کم از کم مجھے یہ اندازہ
ہوا کہ کفر والحاد پر ان کو اتنا غصہ نہیں آتا جتنا تقلید و تصوف کے تصور سے ہی وہ غصہ سے بے قابو

ہو جاتے ہیں۔ نمونہ دیکھنا ہو تو صرف تنقیحات ہی کے مضامین اس نظر سے پڑھ لیجیے۔
بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے
جو اجتہاد کے لیے شرائط رکھی ہیں وہ آج کل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں۔ اسی طرح شرعی
تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوت ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لیے
اقرب الطرق سمجھتے ہیں۔ اس لیے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف
ہے وہ یقینًا ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم
ہیں، اس لیے یہ سمجھنا کہ مودودی جماعت اور دیوبندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی
فرق نہیں ہے، دھوکہ دینا ہے یا دھوکہ میں پڑنا ہے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس
زمانہ کے علماء میں اجتہاد کی شرائط پائی جاتی ہیں۔ میں جناب کی توجہ مودودی صاحب ہی کے الفاظ
کی روشنی میں ادھر مبذول کراتا ہوں، وہ لکھتے ہیں کہ۔

خواہش نفس اول تو معرفت حق ہی میں مانع ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص حق کو پہچان
بھی لے تو وہ اس کو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے روکتی ہے۔ قدم قدم پر مزاحمت کرتی
ہے، انسان کے نفس میں یہ ایسی زبردست قوت ہے جو اکثر کے عقل و فکر پر چھا جاتی ہے اور
بسا اوقات اس کو جانتے بوجھتے غلط راستوں پر بھٹکا دیتی ہے۔ معمولی آدمی تو درکنار بڑے
بڑے لوگ بھی جو اپنے علم و فضل اور اپنی عقل و بصیرت اور فہم و فراست کے اعتبار سے یکتائے
روزگار ہوتے ہیں، اس رہزن کی شرارتوں سے بچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(تفہیمات صفحہ ۱۶۲)

اب آپ خود خیال فرمائیں کہ اس دورِ فساد میں جب کہ دین کی طرف سے لاپرواہی اور تساہل
عام ہے۔ تقویٰ اور اللہ کے خوف کا جو حال ہے وہ دو چار کو چھوڑ کر شاید صفر ہی کا درجہ
رکھتا ہو۔ علمی استعدادیں اور علوم میں غور و خوض کی جو کیفیت ہے وہ بھی آپ سے مخفی نہیں ایسے
حالات میں اجتہاد کی اجازت دینا یقینًا اسلام کو ایک متحرک چیز بنا دینا ہے اور اس کے سوا
کچھ نہیں ہے۔

تعجب ہے کہ مودودی صاحب حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں

سے اجتہاد کی موافقت میں تو عبارتیں کی عبارتیں نقل کرتے جاتے ہیں۔ لیکن تصوف اور تقلید کی تائید میں موصوف کو کوئی عبارت شاہ صاحبؒ کی تصانیف میں نہیں ملتی حالانکہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اس ارشاد جبلتی تابی التقلید وتانف منہ راسا لکن طلب منی التعبد بہ بخلاف نفسی[1] میں یہ واضح کر دیا کہ باوجودیکہ اجتہاد حضرت قدس سرہٗ کا طبعی ذوق تھا، مگر تقلید پر مجبور کر دیئے گئے۔" مودودی صاحب کی نظر سے یہ بھی نہ گذرا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے عقد الجید میں باب تاکید الاخذ بہذہ المذاہب الاربعۃ میں کتنے تشدد سے ائمہ اربعہ کے اقوال سے خروج کا خلاف کیا ہے۔ اور اس کے بعد خود مودودی صاحب کے مجتہدات پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ اس سے خود ہی اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ اس زمانہ میں اجتہاد کی اہلیت ہے بھی یا نہیں۔

اس عریضہ میں شروع ہی سے میرا یہ طرز رہا ہے کہ ہر جزو میں مثال کے طور پر چند امور کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ یہاں بھی چند چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

اطاعتِ رسول ﷺ

(۱) سب سے اہم مسئلہ اطاعت رسول کا ہے کہ شریعت کا مدار ہی اس پر ہے۔ اس سلسلہ میں مودودی صاحب کی تحقیقات عجیب بہت غور سے پڑھنے کی چیزیں ہیں۔"

(الف) تفہیمات میں آزادی کا اسلامی تصور جناب نے بھی غور سے پڑھا ہوگا اور اس سے اسلام کی روح میں بڑے انکشافات جناب کو بھی ہوتے ہوں گے بالخصوص عبارات ذیل سے

"قرآن حکیم تمام آسمانی کتابوں سے زیادہ صراحت کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہے کہ حاکم مطلق بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ ان الحکم الا للہ۔

(تفہیمات صـ[illegible])

---

[1] جبلتی تابی التقلید یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میری طبیعت تقلید سے بالکل ہی انکار کرتی تھی لیکن میرے نفس کے خلاف بطور تعبد کے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا۔ مطلب یہ کہ میرے تقاضائے نفس کے خلاف مجھے اس پر مجبور کیا گیا کہ تقلید تو کرنی ہی پڑے گی۔

قرآن کے نزول کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان کی گردن سے غیر اللہ کی اطاعت کا قلادہ نکال دے اور اللہ یعنی مطاع حقیقی کا بندہ بنانے کے بعد اس کو رائے اور ضمیر کی پوری آزادی عطا کر دے۔" (تفہیمات صـ[illegible])

یہ مقدمہ ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اس امر کی تحقیق کیجئے کہ نبی کی اطاعت جو اسلام میں فرض کی گئی ہے اور جس پر دین کا مدار ہے یہ کس حیثیت سے ہے، یہ اطاعت اس حیثیت سے ہرگز نہیں کہ نبی وہ شخص خاص مثلاً ابن عمران یا ابن مریم یا ابن عبد اللہ ہے اور یہ شخص خاص ہونے کی بنا پر اس کو حکم دینے اور منع کرنے کا، حلال کرنے اور حرام ٹھہرانے کا حق حاصل ہے۔ اگر ایسا ہو تو معاذ اللہ نبی خود بھی ارباب من دون اللہ میں سے ایک ہو جائے گا۔ (حوالہ بالا صـ۸۲)

البتہ نبی ہونے کی حیثیت سے اس میں اور تم میں عظیم الشان فرق ہے اس کو خدا کی طرف سے جب نبوت عطا کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ حکم بھی ہوتا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ حکم کے مفہوم میں قوت فیصلہ اور اقتدار حکومت دونوں شامل ہیں، پس نبی کو جو اقتدار حاصل ہے وہ ذاتی اقتدار نہیں، بلکہ تفویض کردہ اقتدار ہے۔ اس لیے کہ اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (صـ۸۱)

اس حیثیت میں اس کا حکم خدا کا حکم ہے اور کسی کو اس میں چون وچرا کرنے کا حق نہیں۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ (الآیۃ) عمل تو درکنار اگر دل میں بھی اس کی نافرمانی کا خیال آجاتے تو قطعاً ایمان سلب ہو جاتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ (الآیۃ) اور اس نافرمانی کا نتیجہ ابدی خسران ونامرادی ہے يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ۔ (ایضاً صـ۸۳)

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ وہ اس لیے نہیں آیا کہ لوگوں کو اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی پر مجبور کرے، اپنی شخصی عظمت و بزرگی کا سکہ ان پر جمائے اور ان کو اپنے شخصی اقتدار کے شکنجہ میں کس کر اس قدر بے بس کر دے کہ وہ اس کی رائے کے مقابلہ میں خود کوئی رائے رکھنے کے حق سے بالکل محروم ہو جائیں۔" (صـ۸۴)

اسی لیے اللہ تعالیٰ ۔۔۔ اپنے نبی سے بار بار اس حقیقت کا اظہار کراتا ہے کہ وہ اطاعت جو مومن پر فرض کی گئی ہے اور جس سے کسی مومن کی سرتابی کے کیا معنی یک سر مو انحراف کا بھی حق نہیں۔ وہ دراصل نبی بحیثیت انسان کی اطاعت نہیں بلکہ نبی بحیثیت نبی کی اطاعت ہے۔ یعنی اس علم، اس ہدایت، اس حکم، اس قانون کی اطاعت ہے جسے اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔" (صـ۸۵)

اگر ان میں سے کوئی شخص خدا کا حکم پیش کرے تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دے۔ وہ اس میں ہرگز کوئی چون و چرا کرنے کا حق نہیں رکھتا، اس کو خدا کے مقابلہ میں کوئی حریت فکر، آزادئ رائے حاصل نہیں، لیکن اگر کوئی انسان خدا کا نہیں خود اپنا کوئی خیال پیش کرے تو مسلمان پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔ وہ آزادی کے ساتھ خود سوچنے اور رائے قائم کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اس کو آزادانہ اختیار کرنے کا بھی اختیار ہے، اور آزادانہ اختلاف کرنے کا بھی۔ اس معاملہ میں علماء اور ائمہ اور حکام تو درکنار خود نبی کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں (صـ۸۵)

یہ دراصل ایک نہایت نازک کام تھا، ایک ہی ذات میں حیثیت نبوت اور حیثیت بشریت دونوں جمع تھیں اور ان کو کسی واضح خط امتیاز کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا جدا نہیں کیا جا سکتا، مگر اللہ کے رسول پاک نے اللہ کی بخشی ہوئی حکمت سے اس کام کو بہترین طریق سے انجام دیا۔ (صـ۸۶)

صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام مسلمانوں کو بظاہر دب کر صلح کرنا پسند نہ تھا، حضرت عمرؓ نے علانیہ اس سے اختلاف کیا۔ مگر جب حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کام میں خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے کر رہا ہوں تو باوجودیکہ غیرت اسلامی کی بنا پر سب ملول تھے، کسی نے دم مارنے کی جرأت نہ کی، حضرت عمرؓ مرتے دم تک اس غلطی کے کفارے طرح طرح سے ادا کرتے رہے کہ وہ ایک ایسے امر میں حضورؐ سے اختلاف کر بیٹھے جو بحیثیت رسول کیا جا رہا تھا۔" (صـ۸۵)

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب قرینہ سے یا خود حضورؐ کی تصریح سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کوئی بات اپنی رائے سے فرما رہے ہیں تو وہ آزادی کے ساتھ اس میں اظہار رائے کرتے تھے اور آپ خود اس آزادانہ اظہار رائے میں ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ ایسے مواقع پر اختلاف کرنا نہ صرف جائز تھا بلکہ آپ کے نزدیک پسندیدہ تھا (صـ۸۹)

(ب) اسلم جے راجپوری کے مضمون پر رد کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

لیکن یہ تفریق جو انہوں نے محمد بن عبداللہ بحیثیت انسان اور محمد رسول اللہ بحیثیت مبلغ کے درمیان کی ہے۔ قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں۔ قرآن میں آنحضرتؐ کی ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ رسول دینی ہونے کی ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا اس وقت سے لے کر حیات جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسول تھے۔ آپ کا ہر فعل اور ہر قول رسول خدا کی حیثیت سے تھا۔ اس حیثیت میں آپ مبلغ اور معلم بھی تھے، مربی و مزکی بھی تھے، قاضی اور حاکم بھی تھے۔ امام اور امیر بھی تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے نجی اور خاندانی اور شہری زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آ گئے تھے۔ قرآن مجید میں کہیں کوئی خفیف سے خفیف اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا جس کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت رسالت اور حیثیت امارت میں کوئی فرق کیا گیا ہو" (ص۲۲۱)

مؤلف کی تیسری بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیتِ امارت کو حیثیتِ رسالت سے الگ کر دیا۔ جس کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے۔" (ص ۲۲۳)

یہ سب کچھ قرآن کے منشا کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ مؤلف نے یہ نہیں سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بنائے ہوئے امیر نہیں نہ خود بن گئے تھے بلکہ خدا کے مقرر کیے ہوئے امیر تھے اور آپ کی امارت، آپ کی رسالت سے الگ نہ تھی۔ بلکہ آپ رسول خدا ہونے کی حیثیت ہی سے امیر تھے (ص ۲۲۴)

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ رسول کی حیثیتِ شخصی اور حیثیتِ رسالت اگرچہ اعتبار میں جداگانہ حیثیتیں ہیں مگر وجود میں دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے درمیان عملاً کوئی فرق کرنا ممکن نہیں (ص ۲۳۹)

میرے نزدیک یہی آخری گروہ حق پر ہے اور میں قرآن و عقل کی روشنی میں جتنا زیادہ غور کرتا ہوں اس مسلک کی حقانیت پر میرا یقین بڑھتا جاتا ہے (ص ۲۳۹)

لیکن مومنوں کو یہ حق ہرگز نہیں دیا گیا کہ وہ خود رسول کے اختیارات کی حد بندی کریں وہ تو مطلقاً محکوم و مامور ہیں۔ اگر رسول ان کو زراعت، تجارت، حدادی وغیرہ کے طریقوں میں سے بھی کسی خاص طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا تو ان کا بھی فرض تھا کہ وہ بے چون و چرا اس کے حکم کی اطاعت کرتے (ص ۲۴۰)

مگر یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ دنیوی معاملات میں جو کچھ حضور نے فرمایا وہ خدا کی وحی سے نہ تھا، اگرچہ آپ کے ایسے ارشادات آپ کے احکام نہیں ہیں۔ (ص ۲۸۱)

اور اس میں مجھے بالکل اتفاق ہے۔ میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اور معاملات میں اولی الامر

---

[1] آپ ہی فرمائیں جب ہر شخص کو براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط کا حق دیا جائے گا تو کتنے ہزار مجتہد پیدا ہو جائیں گے جو اپنی فہم کے موافق قرآن کی منشا کے خلاف فتاویٰ جاری کریں گے۔

کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنی دانست میں ان کے فیصلہ کو حکم خدا اور رسول کے خلاف بھی سمجھتا ہے، تب بھی ایک حد خاص تک اس کے لئے لازم ہوگا کہ اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے ان کے فیصلہ کو تسلیم کرے۔ (ص ۲۸۳)

ان دونوں مضمونوں کو جو الف اور ب کے تحت بندہ نے عرض کئے غور سے ملاحظہ فرمائیں اور انصاف سے بتائیں

الف کیا جو باتیں پہلے مضمون الف میں مودودی صاحب نے زور سے ثابت کیں دوسرے مضمون ب اس کے خلاف پر زور نہیں دیا؟

ب کیا ان دونوں مضمونوں کے مجموعہ نے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ ایسا پیچیدہ نہیں بنا دیا کہ اس کی حدود متعین کرنی مشکل ہو گئیں۔

ج جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاکم اور امیر بھی تھے حتیٰ کہ آپ کی نجی اور خانگی معاملات بھی اس میں داخل ہیں (ص ۲۴۲) اور امیر کی اطاعت واجب ہے (۱۸۳) پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اپنی طرف سے فرماویں تو اس میں اختلاف کرنا نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ تھا۔

د جب حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے فرمائیں تو اس کی نافرمانی کا اگر کبھی دل میں خیال بھی آجائے تو فقط ایمان سلب ہو جاتا ہے (ص ۹) اور حضرت عمرؓ نے ایک ایسے امر میں حضورؐ سے اختلاف کیا جو کہ بحیثیت رسول کیا جا رہا تھا (ص ۲۶) تو حضرت عمرؓ کا نعوذ باللہ ایمان تو سلب نہیں ہوا۔

ہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت رسالت سے الگ نہ تھی (ص ۲۲۴) وجود میں دونوں ایک ہی ہیں عملاً فرق کرنا ممکن نہیں (ص ۲۳۹) مومنوں کو یہ حق ہرگز نہیں کہ وہ خود رسول کے اختیارات کی حد بندی کریں وہ مطلقاً محکوم مامور ہیں (ص ۲۴۰) پھر اس کا کیا مطلب کہ جو ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے فرمائیں ان میں اختلاف کی نہ صرف گنجائش بلکہ مستحسن ہے (ص ۹۱) ——— مودودی صاحب کے ان دونوں مضمونوں کے مجموعہ کو آپ اطاعتِ رسول کا کوئی خاکہ متعین کر دیں تو آپ کا شکر گزار ہوں گا اور آپ اندھے مقلدوں کی بھی سن لیجئے کہ امر کے مختلف درجات ہوتے ہیں جیسا کہ بقول مودودی صاحب قابل اصلاح فقرہ میں تفصیل سے مذکور ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امر ایجابی حکم واجب الاطاعت ہے خواہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ارشاد فرمائیں یا اللہ جل شانہ کی طرف سے نقل فرمائیں، اجتہاد سے فرمائیں یا وحی جلی یا خفی سے فرمائیں۔"

جمعہ فی القریٰ کے سلسلہ میں مودودی صاحب کی تحقیقات

(۲) اس سلسلہ مجتہدات میں جمعہ کا مسئلہ بھی قابل داد ہے۔
مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس سلسلہ میں ایک اور غلط فہمی ہے جس کو میں رفع کرنا چاہتا ہوں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات میں چونکہ جمعہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس لیے دیہات کے باشندوں پر یہ نماز فرض ہی نہیں لیکن یہ خیال غلط ہے اصل بات یہ ہے کہ جمعہ کا مقصد چونکہ مسلمانوں کو جمع کرنا ہے۔ اس لیے الگ الگ چھوٹے چھوٹے دیہات میں جہاں مسلمانوں کی تھوڑی تھوڑی آبادیاں ہوں جمعہ قائم کرنے سے روک دیا گیا ہے کیونکہ اس طرح جمعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیہات کے مسلمانوں پر جمعہ فرض نہیں رہا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہر طرف سے سمٹ کر کسی ایک مرکزی مقام پر جمع ہونا چاہیئے۔ اور بہت سے دیہات کے مسلمانوں کو مل کر ایک جگہ نماز پڑھنی چاہیئے لہٰذا آپ لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر سے جمعہ ساقط ہے یہ فرض آپ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے جس طرح شہر والوں پر (ترجمان جلد ۱۱ عدد ۶ ص ۵۳۲ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ)

دیہات میں نماز جمعہ کے متعلق فقہاء حنفیہ کے فتوے سے عام مسلمانوں میں سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات کے باشندوں سے جمعہ کا فرض ساقط ہو گیا۔ فقہ حنفی[1] پر جہاں تک میں نے غور کیا ہے میرے

[1] مودودی صاحب اگر اس کی بجائے فقہ حنفی کی طرف انتساب کرنے کے اسلام کی روح کی طرف منسوب کرتے تو زیادہ سہولت رہتی اس لیے کہ فقہ حنفی میں تو صریح عبارات فقہ سے اس کا جواز مشکل ہوگا اور اسلامی روح ایک وسیع ذوقی اور خود اختیاری چیز ہے اس میں بڑی وسعت اور گنجائش ہے اگرچہ مودودی صاحب نے فقہ کی روح کا زینہ اختیار کیا ہے مگر اسلام کی روح میں بڑی وسعت ہے فقہ کی عبارات زیادہ واضح ہوتی ہیں وہ روح کا زیادہ ساتھ نہیں دے سکیں گی

نزدیک اس کی رو سے یہ بالکل صحیح ہوگا کہ اگر ایک دیہی حلقہ کے مسلمان باہمی اتفاق سے کسی گاؤں کو اغراض جمعہ کے لیے مصر جامع قرار دے لیں۔ چاہے وہاں بازار ہو یا نہ ہو اور مسلمانوں کی آبادی کم ہو یا زیادہ، اس قاعدہ کو تسلیم کر لینے سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ جگہ جگہ دیہی حلقوں میں مساجد جوامع بن جائیں گی اور یہ لکھو کھا مسلمان جو دیہات میں منتشر ہیں، اقامت جمعہ کے ذریعہ سے باہم مربوط ہوتے چلے جائیں گے، خود متقدمین حنفیہ کا منشاء بھی اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگانے سے یہی تھا۔ اگر الفاظ کی غلامی سے نکل کر مقصد اور روح کو سمجھنے کی کوشش کی جاتے۔ (ترجمان القرآن ص ۴۶۸)

جمعہ کی طاقت وہ زبردست طاقت ہے جو آٹھ کروڑ مسلمانوں کو دیکھتے دیکھتے ایک کانگریس بنا سکتی ہے، یہ ایسا رابطہ عوام ہے جس کا تصور بھی کسی جواہر لال کسی گاندھی کے دماغ میں نہیں آسکتا، اس کے ذریعہ سے آپ جمہور مسلمین کے تمدنی اصلاح کے سارے پروگرام بتدریج عمل میں لا سکتے ہیں بشرطیکہ جمعہ کی طاقت کو سمجھنے والے پیدا ہو جائیں اور ہمارے نئے تعلیم یافتہ نوجوان اور پرانے گروہ کے علماء جو خیالات خام کے پیچھے دوڑتے پھر رہے ہیں۔ ایک خاص ضابطہ کے ساتھ انتھک کوشش کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ (حوالہ بالا ص ۴۶۹)

اس کے علاوہ مختلف پرچوں میں اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور اپنی خصوصی عادت کے موافق کہ جو چیز مودودی صاحب کے خیال کے موافق ہوتی ہے وہ واضح بھی ہو جاتی ہے ثابت بھی ہو جاتی ہے، نصوص قولی و فعلی اس کے موافق بھی بن جاتے ہیں اور جو موصوف کے خیال کے خلاف ہوتی ہے وہ غیر ثابت بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر حدیث پاک کا مضمون بھی ہو تب بھی لوگوں کا خام خیال ظاہر کر کے اس کو رد کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی احادیث میں اس کا نمونہ بھی پیش کر چکا ہوں۔ اس جگہ بھی جمعہ کے شرائط پر بحث کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

کہ ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں جو نصوص قولی و عملی سے صریحاً ثابت ہیں

مثلاً وقت اسکا وقت ظہر ہونا ثابت ہے۔

آپ نے خیال فرمایا کہ مودودی صاحب اس کو ثابت بھی قرار دے رہے ہیں۔ اجماعی بھی فرما رہے کر رہے ہیں۔ حالانکہ حنفیہ کا مذہب اگرچہ یہی ہے لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے اور وہ روایات ہی سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ حنفیہ کے نزدیک وہ روایات مرجوح یا ماؤل ہیں اس کے بعد مودودی لکھتے ہیں کہ:

اذن عام بھی رسول اکرمؐ اور صحابہؓ اور ائمہ کے متواتر عمل سے ثابت ہے اور اہم مصالح شرعیہ اس کے مقتضی ہیں۔

بخلاف اس کے مصر اور سلطان کی شرائط ایسی ہیں جن کا ماخذ کوئی نص صریح نہیں بلکہ زیادہ تر ان کا مدار استنباط اور اجتہاد پر ہے۔ اس لیے ان کا شرط ہونا مختلف فیہ ہے۔ (ترجمان جلد ۱۲ عدد ۴ صفر ۱۳۵۸ھ ص ۱۴۸)

آپ نے خیال فرمایا کہ اذن عام کے لیے تو حضورؐ کا صحابہ کا، ائمہ کا سب کا متواتر عمل مل گیا لیکن مصر کے لیے نہ حضورؐ کا عمل ملا نہ صحابہؓ کا نہ ائمہ کا، حالانکہ آپ بھی اس سے انکار نہ کر سکیں گے کہ مصر کا شرط ہونا اذن عام کی شرط سے بہت زیادہ واضح ہے۔ اذن عام کے لیے تواتر عمل کہہ کر مودودی صاحب نے قبول کر لیا اور کوئی بھی نص صریح اس کے لیے مرفوع یا موقوف پیش نہ کی۔ اور مصر جامع کے لیے مرفوع اور موقوف دونوں طرح کی حدیث نقل کر کے مودودی صاحب نے لکھ دیا کہ:

مصر جامع کی کوئی تعریف کسی نص سے ماخوذ نہیں مجھے اب تک کسی حدیث یا کسی اثر سے نہ معلوم ہو سکا کہ مصر کی حد کیا ہے۔" (ترجمان القرآن ص ۱۴۹)

حالانکہ حدود مصر یا قریہ کبیرہ کی تحدید میں اختلاف کے باوجود یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جمعہ دوسری نمازوں کی طرح سے نہیں ہے کہ ہر شخص پر فرض ہو یہ مودودی صاحب ہی کا اجتہاد ہے کہ وہ دیہات والوں پر بھی جمعہ کو فرض کرتے ہیں۔

امام مالکؒ مؤطا میں قریٰ کی دو قسمیں کر کے فرماتے ہیں وان جمع الامام وھو مسافر بقریۃ لا تجب فیھا الجمعۃ فلا جمعۃ لہ ولا لاھل تلک القریۃ ولا

لمن جمع معھم من غیرھم[۵]

شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ (۳۳۲) جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد تلقت الامۃ تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انہ یشترط فی الجمعۃ الجماعۃ و نوع من التمدن وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاؤہ رضی اللہ عنھم والائمۃ المجتہدون رحمھم اللہ یجمعون فی البلدان ولا یؤاخذون اھل البدو بل ولا یقام فی عھدھم فی البدو ففھموا من ذالک قرنا بعد قرن وعصرا بعد عصر انہ یشترط لھا الجماعۃ والتمدن[۶] اھ۔

یہ تواتر عمل حضورؐ کے صحابہؓ کے ائمہ مجتہدین کے اور ان کے سب کے بعد قرناً بعد قرن شاہ صاحبؒ کو تو مل گیا۔ مگر مودودی صاحب کی نظر حجۃ اللہ البالغہ کی اس عبارت پر نہ پڑی یا اس کو دیکھنے کے قابل نہ سمجھا۔ کیا حجۃ اللہ البالغہ کا بس ایک ہی مبحث دیکھنے کے قابل "مبحث ہفتم" خیال میں آیا۔

ابوبکر رازی کہتے ہیں۔ اتفق فقھاء الامصار علی ان الجمعۃ مخصوصۃ بموضع لا یجوز فعلھا فی غیرہ لانھم مجمعون علی ان الجمعۃ لا یجوز فی البوادی ومناھل الاعراب اھ (احکام القرآن جلد دوم ص ۴۲۰) الموافق ابن قدامۃ جلد دوم ص ۱۷۲ واما اھل الخیام و بیوت

---

[۵] وان جمع الامام وھو مسافر الخ امام مالکؒ مؤطا میں قریٰ کی دو قسمیں کرکے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر امام بحالت سفر کسی ایسے گاؤں میں جہاں جمعہ واجب ہو جمعہ کی نماز پڑھے تو امام اور گاؤں والوں کا نیز ان دوسرے لوگوں کا جو وہاں کے رہنے والے نہ ہوں جمعہ درست نہیں ہوگا یعنی اگر امام ایسی جگہ جمعہ قائم کرتا ہے تو اس کو اس کا حق نہیں ہے۔

[۶] وقد تلقت الامۃ تلقیا معنویا الخ یعنی امت نے توارث معنوی کے طور پر بغیر تعلق لفظ کے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ جمعہ میں جماعت اور ایک نوع کا تمدن شرط ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ شہروں میں جمعہ قائم کیا کرتے تھے اور بدویوں سے اس کا مواخذہ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان حضرات کے زمانے میں تو بدویوں میں جمعہ قائم بھی نہیں کیا جاتا تھا پس اس سے متواتر اور متوارث طریقہ پر یہی سمجھا کہ جمعہ کے لیے جماعت اور تمدن شرط ہے۔

الشعر والحركات، فلا جمعة عليهم ولا نصح منهم لان ذالك لا ينصب[1] استيطان غالبا لذالك كانت قبائل العرب حول المدينة لم يقيموا جمعة ولا امرهم بها النبي صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان ذالك لم يخف ولم يترك نقله مع كثرته وعموم البلوی[1] آھ

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جمعہ کی نماز عام نمازوں کی طرح نہیں ہے اس کے لیے مخصوص شرائط ہیں جن کے بغیر یہ نماز نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ مودودی صاحب ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں پھر بھی دیہات والوں کو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر سے جمعہ ساقط ہے۔ یہ فرض آپ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے جس طرح شہر والوں پر اور اس سے زیادہ عجیب بات مودودی صاحب کی یہ تحریر ہے :

کہ حنفیہ نے اہل قری کے حق میں جمعہ کی عدم فرضیت کا حکم صرف اس لیے لگایا کہ امراء و سلاطین نے اقامت جمعہ کے لیے کوئی نظام قائم کرنے سے بے پرائی برتی۔ جس کی وجہ سے جمعہ محض شہروں اور بڑے بڑے قصبوں تک محدود ہو کر رہ گیا۔

میں کہتا ہوں کہ جو فتویٰ اس مجبوری کی بنا پر دیا گیا ہے اس کے سبب کو دور کرنا ہم پر لازم ہے تاکہ سبب زائل ہونے کے ساتھ فتویٰ خود بخود زائل ہو جاتے اور مسلمانوں کے لیے ایک فرض مکتوب کے ادا کرنے کا راستہ کھلے ؛ بخلاف اس کے بعض علماء فرماتے ہیں کہ سبب کو قائم رکھو تاکہ وہ پرانا فتویٰ جو قدامت کی وجہ سے مقدس ہو چکا ہے اٹل رہے چاہے فرض مکتوب کی رحمتوں سے کروڑوں مسلمان محروم رہ جائیں۔ (ترجمان جلد ۲۱ عدد ۳ ص ۲۲)

---

[1] النخ فقد باء الامصار الخ یعنی تمام مقامات کے فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ مخصوص ہے ایسے مقام کے ساتھ کہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ جائز نہیں کیونکہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ صحرا اور پانی کے گھاٹ پر جائز نہیں ہے الخ انتہیٰ اوجز المسالک ——— خیمے اور ڈیرے والوں پر اور خانہ بدوش (باقی اگلے صفحے پر)

کس قدر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ تحریر اور کس قدر قابل رشک ہے مودودی صاحب کی وسعت نظر کہ حنفیہ تو واقعی دوسری صدی سے لے کر آج تک علماء استشناء اسقدر امراء و سلاطین کے خوشامدی رہے کہ انہوں نے امراء کی بے پرواہی کی وجہ سے بارہ سو سال سے کروڑوں مسلمانوں کی ایک اہم فریضہ سے محرومی کو اپنی گردن پر لے لیا اور بارہ سو برس تک ساری دنیا کے دیہاتی مسلمان اس فریضہ کے تارک رہے لیکن کیا خود سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اہم فریضہ کا نظام قائم کرنے سے لاپرواہی برتی کہ سنہ ۱ھ میں ہجرت کے سب سے پہلے دن مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ پڑھنا شروع کیا اور اس کے بعد آٹھ برس تک کسی دوسری جگہ جمعہ نہ ہو سکا۔

سنہ ۸ھ میں جواثی میں جمعہ ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں رہتے تھے نوبت بہ نوبت مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے۔ اگر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن میں بخاری کی روایت کان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالی[1] کے ترجمہ میں لفظ ینتابون کا ترجمہ حذف کر کے یہ ترجمہ کر دیا کہ :

لوگ جمعہ کے روز اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے آیا کرتے تھے (ترجمان مذکور ص ۲۲۳)

تو بہر حال جناب کے سامنے تو حدیث کے اصل الفاظ بھی ہوں گے۔ وفی روایۃ ینتابون الجمعۃ بھی نظر سے گذری ہوگی، لو کان واجبًا علی اهل العوالی ما تناوبوا ولكانوا يحضرون جميعًا[2] ——— اور بخاری شریف کی یہ روایت بھی آپ کی نظر سے گذری ہوگی :

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اور ان کا جمعہ ادا کرنا صحیح بھی نہیں کیونکہ خیمے عام طور سے وطن بنانے کے لیے قائم نہیں کیے جاتے۔ اور اسی وجہ سے مدینہ طیبہ کے اطراف میں قبائل عرب جمعہ قائم نہیں کرتے تھے اور ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی نہیں فرمایا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو یہ چیز مخفی نہ رہتی اور اس کی کثرت اور عموم بلویٰ کے ساتھ اس کی نقل ترک نہ کیا جاتا۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] کان الناس الخ یعنی لوگ باری باری جمعہ کیلئے اپنے گھروں اور عوالی سے آیا کرتے تھے یعنی ہر شخص ہمیشہ نہیں آتا تھا بلکہ کبھی کوئی آ گیا اور کبھی کوئی اور [2] لو کان واجبًا الخ یعنی جمعہ اگر اہل عوالی پر واجب ہوتا تو یہ لوگ باری باری نہ آتے بلکہ سب کے سب حاضر ہوتے اور نماز جمعہ ادا کرتے۔

وکان انس فی قصرہ احیانا یجمع واحیانا لایجمع[1]۔ اگر ان پر فرض تھا تو کبھی جاتے اور کبھی نہ جاتے کا کیا مطلب ہے؟

مولوی صاحب انصاف سے بتلا دیجئے کہ مجتہد صاحب کی اس گمراہی کی کوئی انتہا ہے کیا واقعی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے سارے مقلدین نے گاؤں والوں پر سے جمعہ جیسا مؤکد فریضہ صرف اس لیے ساقط کر دیا کہ امراء و سلاطین نے اقامت سے لاپرواہی برتی تھی اور نہ صرف حنفیہ بلکہ ائمہ اربعہ مع اپنے سارے متبعین کے اس گمراہی میں مبتلا رہے۔ کیا یہ در پردہ ان سب حضرات کی تکفیر نہیں کہ انہوں نے محض امراء کی لاپرواہی کی بدولت قرآن و حدیث کے خلاف ایک اہم فریضہ کی فرضیت سے انکار کر دیا اور تیرہ سو برس تک اس گمراہی پر سب کے سب اصرار کرتے رہے۔

اگر مودودی کی ایسی سخت چیزوں پر علماء وقت کوئی سخت لفظ اس کو لکھ دیں تو کیا اس میں کسی کو حرف گیری کی کوئی گنجائش مل سکتی ہے۔

وہ شخص جب قلم ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کو بالکل اس کی پرواہ نہیں رہتی کہ میں کس کے متعلق کیا لکھ رہا ہوں۔ میری عقل کام نہیں کرتی کہ تم لوگ کس طرح اکابر اہل الھدیٰ کے متعلق اس قسم کی گالیاں برداشت کر رہے ہو۔ اس کے بعد میرا تو کچھ آپ کو لکھنے کو بھی دل گوارا نہیں کرتا۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

فقط

زکریا، کاندھلوی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وکان انس فی قصرہ الخ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ جب اپنے مکان میں رہتے تو کبھی جمعہ کے لیے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے کیونکہ ان کا مکان شہر سے باہر فاصلہ پر تھا۔ (محمد شاہد غفرلہ ۲۵ جمادی الاول ۹۵ھ کو حواشی مکمل ہوسکے)

جماعتِ دیوبند کا مسلک

ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لیے شرائط رکھی ہیں وہ آج کل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں

اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوتِ ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لیے اقرب الطرق سمجھتے ہیں۔"

اسلیے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں اسلیئے یہ سمجھنا کہ مودودی جماعت اور دیوبندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، دھوکہ دینا ہے یا دھوکہ میں پڑنا ہے۔

(اقتباس از صحیفہ نمبر)

مکتوبات حضرت شیخ الحدیث صاحب

بہ سلسلہ کتب مودودی صاحب

پیشِ نظر دو مکتوبات میں حضرت مدّ فیوضہٗ نے مودودی صاحب اور اُن کی تحریک کے متعلق اپنے ابتدائی خیالات، احساسات اور پھر بعد میں جو تغیّر و انقلاب اس میں پیدا ہوا۔ ان کی وجوہات تحریر فرمائی ہیں، اور آخر میں اس واقعہ کا تاریخی پس منظر تحریر فرمایا ہے۔ جو بعد میں "اجتماعی فیصلہ" اور "متفقہ فتویٰ" کی صورت میں عوام کے سامنے لایا گیا تھا۔

مکتوبِ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

سائل کا مکتوب

بعالی خدمت اقدس قبلہ مخدومی، مکرمی، محترم مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدمت اقدس میں جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت سے متعلق ایک بہت ضروری عریضہ پیش ہے، عاجزانہ استدعا ہے کہ حضرت اقدس اس کی اہمیت کے پیشِ نظر ارشاداتِ عالیہ سے نوازیں گے۔

جماعت اسلامی کے سامنے اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ تبلیغی جماعت اور اس کی سرگرمیاں ہیں۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کی روز بروز بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے جماعت اسلامی کی طرف سے تبلیغی جماعت پر کچھ نئے قسم کے الزامات عائد کیے جارہے ہیں اور خاص طور پر پڑھے لکھے نوجوان طبقہ میں ان کی اشاعت کی جارہی ہے۔ جماعت اسلامی اپنے پروپیگنڈے کے ذریعہ یہ تاثر پیدا کر رہی ہے کہ تبلیغی جماعت چونکہ زندگی کے ایک مخصوص و متعین حصّے کو ہی اسلامی بنانا چاہتی ہے جبکہ جماعت اسلامی کا واحد نصب العین یہ ہے کہ پوری زندگی کو سو فیصدی اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے اس لیے تبلیغی جماعت انسان کی مکمل راہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے، تبلیغی جماعت کی تمام سرگرمیاں نماز، روزہ کلمے اور دعائیں سکھانے اور فضائل بتانے تک محدود ہیں، جبکہ جماعت اسلامی مکمل اقامت دین کی داعی ہے۔ اور اقامتِ دین سے مراد یہ ہے کہ کسی تفریق و تقسیم کے بغیر اس پورے دین کی مخلصانہ پیروی کی جائے اور ہر طرف سے یکسُو ہو کر کی جائے۔ انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام گوشوں میں اُسے اس طرح جاری و نافذ کیا جائے کہ فرد کا ارتقاء معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل سب کچھ سو فیصدی اسلام کے مطابق ہو۔ جماعت اسلامی کا واحد نصب العین یہی اقامتِ دین ہے اور اس کی تمام تر سرگرمیوں کا واحد محرک رضائے الٰہی اور فلاحِ آخرت کا حصول ہے اس کے برعکس تبلیغی جماعت کو مسلمانوں کو درپیش کسی بھی انفرادی یا اجتماعی مسئلہ سے خواہ

وہ سیاسی ہو یا سماجی ہو، کوئی دلچسپی اور سروکار نہیں ہے۔

حضرت والا! آج کے حالات میں یہ انتہائی اہم اور عام طور پر مسلمانوں کو متاثر کرنے والے الزامات بہت ہی قابلِ غور و فکر ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دفاع کے لیے ہی نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی تسلی و تشفی کے لیے ان اشکالات دور کرنے کے لیے ایسے پروپیگنڈے اور غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے ـــــ اسی سلسلہ میں حضرت والا سے انتہائی عاجزانہ استدعا کے ساتھ پوری امید ہے کہ حضرت والا اپنے ارشادات عالیہ سے نوازیں گے جس سے تبلیغی جماعت کی جو تصویر جماعت اسلامی عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے اس کا صحیح رُخ سامنے آ سکے اور جو لوگ اس سے متاثر ہیں ان کی تسلی و تشفی بھی ہو سکے۔

(جماعت اسلامی کا تبلیغی جماعت پر الزام حسبِ ذیل ہے)

تبلیغی جماعت جو کچھ کہتی اور کرتی ہے وہ یہ کہ زندگی کے کچھ مخصوص حصے میں مخصوص اور متعین مسائل کو لے کر اُٹھی ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ نماز روزہ سے نابلد ہیں انہیں نماز سکھائیں اور پڑھائیں۔ ان کے کلمے اور دعاؤں کی تصحیح کرائیں۔ انہیں نماز روزہ کے فضائل سے آگاہ کریں، اس کی تعلیم کے لیے اپنا کچھ وقت نکالیں چنانچہ روزانہ بے شمار افراد ان کے چلّوں میں جاتے اور گشت وغیرہ کرتے ہیں۔ مسائل و فضائل کو سیکھتے سکھاتے ہیں، تبلیغی جماعت کا یہ مقصد کبھی نہیں رہا کہ وہ اسلام کو ایک مکمل نظامِ حیات کی حیثیت میں جیسا کہ وہ ہے سمجھیں اور دوسروں کے سامنے اُسے اسی حیثیت میں پیش کریں، تبلیغی جماعت کو باطل افکار و نظریات اور ملحدانہ طرزِ حیات سے جو آج انسانی معاشرے کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں، کوئی دلچسپی نہیں ہے انہیں ان کے مرکز کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ وہ ان مسائل پر کوئی اظہارِ خیال نہ کریں جن کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے، اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں ملک کے مختلف سیاسی و غیر سیاسی پارٹیوں اور ایوانِ حکومت میں کیا سازشیں ہو رہی ہیں، مسلم پرسنل لا کیا ہے اور یکساں سول کوڈ کیا ہے۔ مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ کس طرح حل ہو اور اس کی اہمیت کیا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کے اندر مظلومین اور سیلاب و خشک سالی کے متاثرین تک کے

سلسلے میں تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، غیر مسلموں میں مسلمانوں اور اسلام ـــــ کا تعارف ہونا چاہیئے اور وہ کس طرح ہو، ان سب اُمور سے بھی تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس کے افراد اپنے اجتماعی معاملات میں کیا طرز اختیار کرتے ہیں اس کی بھی اُسے کوئی فکر نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز روزہ کی پابندی، چلّوں اور گشت میں تعاون اجتماعات میں شرکت کے ساتھ محکمہ اکسائز کا انسپیکٹر ہو یا کوئی رشوت اور سود کا لین دین اپنے کاروبار میں کرتا ہو، عدالتوں میں جھوٹے مقدمات لڑتا لڑاتا ہو، اسی طرح اور کوئی ناجائز ذرائع آمدنی رکھتا ہو اس سے تبلیغی جماعت کوئی بازپُرس نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی اور معاشی معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص کمیونزم کا، کانگریس، جنتا پارٹی یا کسی بھی جماعت یا پارٹی کا علمبردار ہو، اس کے سیاسی نظریات کیا ہیں، وہ سیاسی اُمور میں کیا طرز اختیار کرتا ہے، تبلیغی جماعت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

انہیں وجوہات کی بنا پر تبلیغی جماعت مسلمانوں کی مکمل راہنمائی اور داعیانہ کردار ادا کرنے کی بالکل اہل نہیں ہے۔ ؟؟؟

حضرت شیخ الحدیث دامت مجدہم کا جواب

عنایت فرمایم سلمہ، بعد سلام مسنون!

مجھے مدینہ منورہ آئے ہوئے ہفتہ عشرہ ہوا، میں کئی سال سے بہت بیمار ہوں، کبھی علالت بڑھ جاتی ہے، کبھی افاقہ ہوتا ہے اس لیے مفصل اور طویل خط کا سننا اور جواب لکھوانا مشکل ہے، بہت مشکل سے آپ کے خط کو سُنا اور جواب لکھوا رہا ہوں، صحت و قوت کے زمانہ میں آتا تو یقیناً اپنے دوسرے رسائل کی طرح سے مفصل جواب لکھواتا۔ آپ نے لکھا کہ جماعت اسلامی کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ تبلیغی جماعت ہے اس سے بہت تعجب ہوا۔ اسلامی جماعت اگر یہ کہتی ہے کہ تبلیغی لوگ مخصوص اعمال کو لے کر دنیا میں گشت کرتے ہیں

اور اسلامی جماعت پورے دین کو لے کر کام کر رہی ہے تو اس میں تو کوئی اشکال کی بات نہیں۔ تبلیغی جماعت اپنی وسعت اور تجربہ کے موافق کام چند اہم امور کو لے کر کر رہی ہے۔ ان کے اصول میں یہ ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز سے تعرض نہ کیا جائے۔ وہ اپنے تجربہ کے پیش نظر یہ سمجھتی ہے کہ یہ چند چیزیں اہم العبادات ہیں بقیہ پر عمل کرنا آسان ہے بہت سی احادیث میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص لوگوں کو خاص خاص امور فرمائے اور انہی کی اشاعت کا حکم فرمایا۔

مشکوٰۃ میں وفد عبدالقیس کی حدیث مشہور ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اسی مہینہ میں آسکتے ہیں ہمیں کوئی جامع چیز بتا دیں جس کو ہم اپنی قوم کو بھی بتا دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایمان، نماز، زکوٰۃ روزہ اور غنیمت میں سے خمس نکالنے کا اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ چار برتن ہیں شراب کے حنتم وغیرہ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو یاد کرلو اور اپنی قوم کو جا کر بتا دو۔

اگر تبلیغ والے بھی چند امور پر تاکید کرتے ہیں مصالح کی بنا پر تو وہ یہ تو نہیں کہتے کہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں، اگر جماعت اسلامی والے مکمل دین کی اشاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ انہیں مبارک کرے۔ کون روکتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بدوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی جامع چیز بتا دیجئے کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا حکم دیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنکر قسم کھا کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ان پر نہ زیادہ کروں گا نہ ان میں کمی کروں گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھ لے۔"

تم ہی بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اعمال پر جنت کی بشارت دیدی اگر تبلیغی لوگ چند امور پر زور دیتے ہیں تو دوسرے اعمال کو منع تو نہیں کرتے اور اسلامی جماعت کے لوگ مکمل دین پر عمل کراتے ہیں تو اللہ تعالےٰ مبارک کرے، چاہے جماعت کے افراد مکمل دین کو خود

بھی نہ جانتے ہوں۔ مگر تبلیغی جماعت والے یہ تو نہیں کہتے کہ مکمل دین پر عمل نہ کرو، وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ علمائے کرام فقہائے عظام اور صحابہؓ پر اعتراضات نہ کرو۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے جو کارنامے دکھلائے ان میں کوئی ناجائز چیز تو مجھے نہیں ملی اور یہ جماعت اسلامی والے اگر پورے کا پورا دین پھیلائیں تو کون منع کرتا ہے۔ جن واقعات کو آپ نے لکھا کہ حکومت اور غیر حکومت میں کیا سیاسی سازشیں ہو رہی ہیں آپ ہی بتائیے ان چالبازیوں کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے ؟ بخلاف نماز روزہ کے کہ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور یہ نماز روزہ کی تبلیغ تو آپ کے یہاں بھی ہے۔ اس لیے یہ نماز روزہ تبلیغ والوں کے حوالہ کیجئے اور سیاسی سازشوں کو آپ نمٹائیے۔ تبلیغی جماعت کے کوئی خاص افراد نہیں ہیں وہ تو اہم امور عبادات کو عام مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے اور جو لوگ دنیا کے ہر کام کو سنبھال سکتے ہیں وہ ان کو مبارک ہو۔ آپ ہی سوچیئے کہ کوئی شخص ان دنیا بھر کے نظریات کو چلانا چاہے تو کیسے چلا سکتا ہے تبلیغی جماعت کے لوگ تو ان اہم اور موٹی باتوں پر زور دیتے ہیں جن کے بغیر کسی کو چارہ نہیں اور ان میں آپس میں مجادلہ اور جھگڑا نہیں سیاسی جماعتوں میں تو خود مسلمانوں میں اتنے اختلافات ہیں کہ حد نہیں۔ آپ کے نزدیک تبلیغی جماعت مسلمانوں کی مکمل راہنمائی کرنے کی اہل نہیں تو آپ اس سے بالکل علیحدہ رہیں، بیماری میں یہ مختصر لکھوایا۔ والسلام !

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ

بقلم حبیب اللہ ۲۴؍ اکتوبر ۹۰ء

ناقل نجیب اللہ

باسمہ سبحانہ

مکتوب حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

بسلسلہ کتب مودودی صاحب

عزیزم الحاج مولوی شاہد سلمہ۔ بعد سلام مسنون!

تم نے مودودی صاحب کے متعلق میرے مکاتیب اور فتنۂ مودودیت شائع کر کے میرے مشاغل میں ایک مستقل اضافہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے میرا بہت سا وقت زبانی سوال و جواب اور خطوط میں ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے میرا خیال ہوا کہ ہر شخص سے مستقل بات کرنا یا جواب دینا تو مشکل ہے تمہیں ہی ایک خط لکھ دوں اس کو ہی چھاپ کر کچھ تم رکھ لو، جو رسالہ فتنۂ مودودیت کے اخیر میں چسپاں کر دو اور کچھ میرے پاس بھیج دو تاکہ میرا وقت زیادہ ضائع نہ ہو۔

مکاتیب پر عام طور سے یہ اعتراض ہے کہ تیرے خطوط متعارض ملتے ہیں بعض میں سختی ہے بعض میں نرمی ہے۔ بعض لوگوں کو تو پڑھنے کی اجازت دیتا ہے اور بعضوں کو سختی سے منع کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں، میں اپنے دو محترم دوستوں کی وجہ سے الذ تعبیر سے عزیزم مولوی قدوسی مرحوم کی وجہ سے مودودی صاحب کا معتقد تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی قدوسی صاحب سے کثرت سے گفتگو کی نوبت آتی تھی۔ ان تینوں حضرات کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ موصوف کی کتابوں سے ملحد بے دین اسلام سے متنفر لوگ اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں اور چونکہ موصوف کی تحریر میں ان لوگوں کے مذاق کے موافق زور کلام ہے۔ اس لیے بے دینوں کے لیے ان کی کتابیں دیکھنا بہت مفید ہے۔ البتہ فقہ، تصوف کے موصوف زیادہ قائل نہیں ہیں۔ مجھے خود کتابیں دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی اور مولانا قدوسی مرحوم ان کی کتابیں لوگوں کو مفت دیا کرتے تھے اس لیے مجھ سے بھی اس میں اعانت چاہتے اور اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے۔ میں نے بھی متفرق اوقات میں کئی سو روپے موصوف کی کتابوں کی تقسیم میں خرچ کیے۔ اسی وجہ سے میرے خطوط میں تعارض ملتا ہے کہ میں روشن دماغ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے تو مفید

سمجھتا تھا۔ مگر عربی مدارس کے طلباء اور عام لوگوں کے لیے غیر مفید بلکہ مضر سمجھتا تھا کہ کمیونزم وغیرہ چیزوں سے تو ان کو زیادہ واقفیت نہیں ہوتی، فقہی مسائل اور تصوف جس کا ماخذ حدیث احسان ہے کہ احسان ہی کا دوسرا نام تصوف ہے، سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہوتی ہے۔ اس سے بے تعلقی پیدا ہونا میں مضر سمجھتا تھا۔ اس لیے میرے خطوط میں تعارض ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت آدمیوں کے تین طبقے تھے۔

ایک فاحدہ، انگریزی تعلیم یافتہ جن کے متعلق میں اپنے رسالہ فضائل عربی میں انگریزوں کے خیالات لکھ چکا ہوں کہ ایسی قوم پیدا کرنی ہے کہ جو رنگ و روپ سے تو ہندوستانی ہوں مگر ذہن کے اعتبار سے انگریز ہوں۔

انگریزی تعلیمات کے اثرات کے بارے میں ہمارے شیخ مدنی نور اللہ مرقدہٗ اپنے مکاتیب و تقاریر و ملفوظات میں کثرت سے ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر کا یہ مقولہ نقل کرتے رہتے تھے کہ ہمارے کالجوں، اسکولوں سے پڑھا ہوا کوئی ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو۔ (مکتوبات شیخ الاسلام صفحہ ۳۸۶ جلد اوّل)

نیز نقش حیات میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ لارڈ میکالے اور اس کی کمیٹی اپنے تعلیمی اغراض و مقاصد اور ان کی اسکیم کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل کلمات تحریر کرتی ہے کہ ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق، رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔ (نقش حیات صفحہ ۱۶۱ جلد اوّل)

اسی طرح حضرت نے ہنٹر کا دوسرا مقولہ یہ نقل کیا ہے کہ ہمارے اینگلو انڈین اسکولوں سے کوئی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے آباء و اجداد کے مذہب سے انکار کرنا نہ جانتا ہو۔ ایشیا کے پھلنے پھولنے والے مذاہب جب مغربی سائنس بستہ حقائق کے مقابلہ میں آتے ہیں تو سوکھ کر لکڑی ہو جاتے ہیں (صفحہ ۱۱)

اب مسلمانوں کے لیے قابل غور چیز یہ ہے کہ مذہبی عقائد جب فنا ہو جائیں گے تو مسلمانی کس چیز کی رہ جائے گی اور جب مسلمانی نہ رہے گی تو آخرت میں سوائے جہنم کے اور کیا

چلے گا تو۔

دوسرا طبقہ ان اہل علم کا جو غلط و صحیح میں فرق کر سکیں، احادیث پر ان کی نظر ہو۔

تیسرا طبقہ ان طلباء کا جو علم حدیث پر زیادہ نظر نہ رکھتے ہوں یا ایسے اردو خوانوں کا جو صحیح و سقیم میں امتیاز نہ کر سکیں۔

پہلے طبقہ کے لیے تو میں ضروری اور مفید سمجھتا تھا، اور دوسرے طبقہ کے لیے مضر نہیں سمجھتا تھا کہ وہ صحیح و سقیم میں فرق کر سکتے ہیں اور تیسرے طبقہ کے لیے مضر سمجھتا تھا۔ اسی فرق کی وجہ سے میرے ابتدائی خطوط کے جوابات میں اختلاف ہے اور مشوروں میں بھی فرق ہے مگر مولانا قدوسی مرحوم نے اپنے خیالات کو طلبہ میں پھیلانا شروع کیا۔ طلبہ کی جماعت جذباتی اور جوشیلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے کی بجائے مناظرہ کا میدان شروع ہو گیا۔ مولانا قدوسی سے تعلق رکھنے والے طلبا ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ دوسرے طلباء کو متاثر کیا جائے اور طلبہ کی اکثریت جو اکابر سے تعلق رکھنے والی تھی وہ مخالفت کرتی تھی۔ مولانا قدوسی تو جذباتی نہیں تھے سنجیدگی سے کہتے تھے مگر ان کی جماعت کے لوگ سخت الفاظ استعمال کرتے رہتے تھے۔ خود ہمارے ہی مدرسہ کا قصہ ہے کہ ایک صاحب آتے اور ایک طالب علم سے جو بخاری شریف کے سبق میں جا رہا تھا زور سے کہنے لگے کہ "یہ بخاری کا بت کب تک اٹھائے پھرو گے"۔ اس لفظ سے بہت طلباء بدکے اور اس قسم کے بیہودہ الفاظ اکابر کی شان میں بسا اوقات سننے میں آتے رہتے تھے۔ اس پر میں نے مولوی قدوسی پر اپنے تعلق کی وجہ سے کئی دفعہ نکیر کی کہ تمہارے متبعین بہت زیادہ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ مولوی قدوسی مرحوم سے میرا بہت خصوصی تعلق تھا۔ میری تنبیہ پر وہ بھی بعض دفعہ جوش میں آجاتے اور مباحثہ کی نوبت آجاتی۔ مگر مجھ پر کوئی اثر ان کی گفتگو کا نہیں پڑتا تھا۔ اور ان کا وہ جوش بھی وقتی ہوتا۔ مگر طلبہ کی کشمکش جب دیگر مدرسین حضرات تک پہنچی اور چونکہ وہ میرے ہم نام تھے اس لیے باہر کے خطوط میں بھی مجھ سے یہ مطالبے شروع ہوئے کہ اگر تو جماعت اسلامی میں شریک ہو گیا ہے تو علی الاعلان ظاہر کر۔ اور شہر میں بھی ہنگامہ کی صورت ہو گئی اور جماعت اسلامی کے اعلانات میں بھی یہ لفظ آنے لگا کہ مدرسہ مظاہر علوم کی طرف سے مولانا زکریا صاحب نے شرکت کی۔

اس پر غلط فہمی اور بڑھی۔ شہر کے افراد انفراداً اور اجتماعاً حضرت ناظم صاحب کے پاس بار بار آتے کہ مدرسہ اپنا مسلک اس سلسلہ میں ظاہر کرے اور جب ان سے کہا جاتا کہ مدرسہ کا مسلک وہی ہے جو علماء اکابر کا ہے۔ مولوی قدوسی صرف اس سے متاثر ہیں تو ان کی علیحدگی کا مطالبہ ہوتا اور جب ہم لوگوں کی طرف سے کوئی کاروائی عمل میں نہ آئی تو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے ہم لوگوں کی شکایتیں لگانی شروع کیں اور اس ناکارہ پر چونکہ حضرت کی بہت شفقت تھی (جب بھی دیوبند سے لکھنؤ یا کہیں پر تشریف لے جانا ہوتا یا آنا ہوتا تو ہمیشہ دیوبند سے تشریف لے جاتے وقت اگر ایک گھنٹہ بھی دونوں گاڑیوں میں فصل ہوتا تو واپسی کے تانگہ پر مدرسہ تشریف لاتے اور لکھنؤ سے آتے وقت لکھنؤ یا اس کے آس پاس سے تار دیتے کہ فلاں وقت پہنچ رہا ہوں، تو زکریا ہمیشہ اسٹیشن پر جانے کا اہتمام کرتا) اس وجہ سے حضرت نے مجھے کئی دفعہ ڈانٹا کہ اگر تم مولوی قدوسی پر کنٹرول نہیں کر سکتے تو ان کو مدرسے سے علیحدہ کیوں نہیں کر دیتے۔ اس کو تم اپنے مقدمہ میں تفصیل سے لکھ چکے ہو اور تفصیلی واقعات بیکار بھی ہیں۔

بہرحال اس وجہ سے اہل مدرسہ نے مولوی قدوسی کو زیادہ زور سے تنبیہ کرنا شروع کر دیا جس کی تفصیل تمہارے مضمون میں آچکی ہے۔ یہی منشاء میرے جوابات میں اختلاف کا ہے۔

(۴) ہمارے مولانا قدوسی سے تعلق رکھنے والے دو صاحبزادے مدرسہ میں زیادہ زور دل پر تھے اور وہ حضرت ناظم صاحب سے بار بار یہ درخواست کرتے تھے کہ اگر یہ ناکارہ ان کی کتابوں کو دیکھ لے تو مولانا قدوسی سے آگے ہو گا۔ اس لیے حضرت ناظم صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ بھی اس ناکارہ پر بار بار اصرار کرتے تھے کہ یہ لڑکے یوں کہتے ہیں کہ اس ناکارہ نے ان کی کتابیں دیکھی نہیں ہیں، سُنی سُنائی باتوں پر اختلاف کر رہا ہے۔ اس لیے حضرت ناظم صاحب کا مجھ پر اصرار رہا کہ میں ان کی کتابیں دیکھوں، اور میں اپنے تالیفی اور دوسرے مشاغل کا عذر کرتا رہا مگر حضرت ناظم صاحب کے اصرار پر جمادی الاولیٰ ۷۰ھ سے شعبان تک چار مہینے سبق کے علاوہ اپنے سارے مشاغل چھوڑ کر اور وہ زمانہ جوانی اور قوت کا تھا ساری رات جاگ لینا بھی بہت آسان تھا۔ چار مہینے میں تقریباً ایک ہزار سے زائد کتابیں مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی پڑھیں، جو بھی لڑکے اپنے شوق سے کہیں کہیں سے مانگ کر مجھے دکھاتے تھے اس اُمید

پھر کہ یہ مولانا مانت سے دوہی سے آگے ہو جائے گا۔ مگر میں نے جوں جوں ان کی کتابوں کا گہرا مطالعہ
کیا ان کی کتابوں سے تنفر بڑھتا گیا۔ اس لیے کہ کمیونزم وغیرہ کے متعلق تو ان کا قلم بہت ہلکا چلتا
ہے لیکن فقہ حدیث اور دینی امور پر ایسا بے لگام چلتا ہے کہ جیسا بہت غصہ میں بھرا ہوا لکھتا
ہے۔ ان کی تنقید سے ائمہ فقہ، بلکہ صحابہ کرام، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس
بھی نہیں چھوٹی۔ وہ جس چیز کو رد کرنا چاہتے ہیں اس کو لوگوں کا خیال خام کہہ کر تعبیر کیا کرتے ہیں
جیسا کہ میں اپنے اس خط میں حضرت امام مہدی اور جمعہ کے مسئلہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ سید
المکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر بھی لوگوں کا خیال خام کہہ کر رد کیا کرتے ہیں۔
اس چیز سے میری طبیعت کو بہت وحشت ہوئی اور بہت ہی تنفر بڑھا۔ اس لیے کہ ہم لوگ
تو اپنی نجات کا مدار ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر عمل ہی سمجھتے ہیں
چاہے وہ ہماری سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور جب مودودی صاحب اپنی تحریرات میں ان احادیث
کو لوگوں کا خیال خام کہہ کر ظاہر کرتے ہیں تو حدیث کا منکری بھی بولے کے بغیر نہیں رہے گا۔

(۳) رسالہ فتنۂ مودودیت کی تعریف تو بہت کثرت سے میرے معتمد دوستوں اور جماعت
سے متاثر لوگوں سے خطوط اور زبانی بھی سننے میں آئی۔ بہت سے احباب نے جو جماعت سے
متاثر بھی تھے، یہ کہا کہ اس رسالہ میں معلومات تو بہت ہیں مگر بہت دیر میں شائع ہوا ابھی باوجود
ان کی جماعت کے تاثر کے بہت سی معلومات اس رسالہ سے ہوئیں مگر ساتھ ساتھ بعض اعتراضات
بھی اس رسالہ کے متعلق لوگوں نے کیے۔ اول یہ کہ رسالہ تو بہت مفید اور بہتر ہے مگر نام اشتعال
پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے متعلق تو تم دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کر چکے ہو مگر یہ رسالہ
ہندوستان میں تو ایک ہی جگہ چھپا مگر پاکستان میں چھ سات جگہ سابقہ نام سے چھپ چکا
ہے اس لیے تمہاری اصلاح تو کچھ مفید نہیں معلوم ہوتی۔

دوسرا اعتراض بعض لوگوں نے یہ کیا کہ تم مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کوئی کام نہیں
میرے اس رسالہ میں یا کسی تحریر میں تکفیر نہیں ملے گی۔ نہ میں تکفیر کا قائل ہوں مگر اس اعتراض
کا جواب کہ مولویوں کو کافر بنانا آتا ہے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بہت سے ملفوظات
میں ہے اور بہت اچھا ہے۔ حضرت قدس سرہ فرماتے تھے کہ مولوی کسی کو کافر بناتے نہیں بلکہ

کافر بتاتے ہیں۔ کسی کے بنانے سے نہ کافر مسلمان ہوتا ہے نہ مسلمان کافر۔ مولوی تو یہ بتاتے
ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں موجب کفر ہیں ان سے احتراز کرنا چاہیے۔ اور حضرت نے صحیح فرمایا
کہ مولویوں کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ عوام کو متوجہ کرتے رہیں کہ فلاں فلاں چیزیں موجب
کفر ہیں ان سے احتراز کرنا چاہیے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ بہت نا وقت طبع کیا گیا جبکہ جماعت اسلامی کے لوگوں کو گرفتار
کیا جا رہا تھا۔ میں تمہاری طرف سے یہ کہتا رہتا ہوں کہ ناشر کو شاید خبر بھی نہ ہو کہ ان کی گرفتاری
ہو رہی ہے۔ البتہ میرے پاس مدینہ منورہ میں بہت سے مودودی احباب کے خطوط آتے رہے
اور اس میں اس نا کارہ سے دعاؤں کا اصرار ہوتا رہا اور میں ان کے جوابات لکھواتا رہا اور دعا بھی
بھی کرتا رہا اور اب بھی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو ہر ابتلاء سے بچائے۔

در اصل یہ رسالہ مولوی قدوس صاحب کے اصرار پر جب انہوں نے یہ کہا کہ صرف تین
آدمیوں سے گفتگو کر سکتا ہوں۔ حضرت ناظم صاحب، مولوی منظور صاحب، رحمہما اللہ تعالیٰ اور
ذکریا سے۔ تو میں نے یہ سوچ کر کہ زبانی گفتگو میں ساری بات مستحضر نہیں ہوتی ایک خط ان کو
لکھاتا کہ وہ بار بار پڑھیں اور دیکھیں۔ اسی لیے احادیث کی طرف اشارے کیے تھے، پوری احادیث
نہیں لکھی تھیں اور میرا ارادہ اس کے شائع کرنے کا بھی نہیں تھا۔ میرے حضرت شیخ الاسلام مدنی
نور اللہ مرقدہ کو جب اس خط کی خبر ہوئی تو حضرت نے کئی دفعہ اس کی طباعت پر اصرار کیا
مگر میں یہی عذر کرتا رہا کہ وہ خط عوام کے قابل نہیں۔ عوام کے لیے تو تفصیل سے لکھنے کی ضرورت
ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی فرصت میں نظر ثانی کر کے طبع کروں گا۔ حضرت مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ
کے وصال کے بعد میرے مخلص دوستوں نے بہت اصرار کیا اور میں یہ کہتا رہا کہ میں نے حضرت
قدس سرہ کے ارشاد پر بھی طبع نہیں کرایا تو تمہارے کہنے پر کیسے طبع کرا دوں۔ اتنے میں اس پر
نظر ثانی کر کے عوام کے قابل نہ بنا لوں اتنے نہیں چھاپنے کا۔

میرے حجاز آنے کے بعد میرے دوستوں نے عزیز شاہد پر اور زیادہ اصرار کیا کہ وہ
موجودہ حالت میں بھی بہت مفید ہے۔ میں تو اپنے قیام ہند میں اس کو دکھلاتا بھی نہیں تھا
مگر عزیز شاہد اپنے بڑوں کے اصرار پر دکھلانے پر مجبور ہو گیا اور اس نے حتی الوسع اپنے ضمائم

میں ایک حد تک اس ضرورت کو پورا بھی کیا جو میرے نزدیک اہم تھی مگر میں خود ہی اس کی نظر ثانی کرتا تو زیادہ اچھا تھا۔ رسالہ کا نام "فتنہ مودودیت" نہ میرا تجویز کردہ ہے نہ عزیز شاہد کا بلکہ ان ہی دوستوں کا تجویز کیا ہوا ہے جنہوں نے اس کی طباعت پر اصرار کیا۔ میں تو کیا نام تجویز کرتا جبکہ ایک نجی خط تھا اور طبع کرنے کا ارادہ بھی نہ تھا۔

(۴) میرے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی مخالفت تو پہلے سے تھی مگر شدت سنہ ۵ھ ہی سے شروع ہوئی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہ کا معمول یہ تھا کہ جب ٹانڈہ وغیرہ سے تشریف لاتے تو کسی جگہ سے تار دیا کرتے تھے۔ شوال سنہ ۵ھ میں حضرت نے اپنی تشریف آوری کا تار دیا اور اس وقت حضرت رائپوری بھی تشریف فرما تھے مگر رائپور جانے والے تھے۔ مگر حضرت کے تار کی خبر سن کر قیام فرما لیا اور ہم دونوں وقت پہ اسٹیشن حاضر ہوئے۔ حضرت مدنی نے ڈبہ سے اتر کر حضرت رائپوری سے ملاقات پر بہت اظہار مسرت کیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تم دونوں سے بہت ضروری مشورہ کرنا تھا۔ مولانا رائپوری کا قیام کب تک رہے گا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت تو آج صبح تشریف لیجانے والے تھے حضرت کے تار کے وجہ سے ہی قیام کیا۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ اس وقت تو میرے ساتھ مستورات بھی ہیں اور سامان بھی۔ میں ان سب کو دیوبند پہنچا کر اگلی گاڑی سے واپس آؤں گا۔ مجھ بے ادب گستاخ نے عرض کیا کہ حضرت آج بالکل ارادہ نہ فرماویں کل کو تشریف لے آویں اور حضرت رائپوری کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا کہ ان کو تو بخاری کا سبق نہیں پڑھانا ہے ان کو تو نور ہی پھیلانا ہے۔ رائپور میں نہیں دو دن سہارنپور میں ہی نور پھیلائیں گے مگر حضرت مدنی نے قبول نہیں فرمایا اور دوسری گاڑی سے واپس تشریف لے آئے اور شام کو کتب خانہ کے شرقی کمرے میں جو اس وقت مہمان خانہ تھا، میرے دونوں بزرگ دیوار سے کمر لگائے بیٹھے تھے اور یہ ناکارہ دونوں کے سامنے خادمانہ بیٹھا تھا۔ حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا کہ مودودیوں کے متعلق مجھے تفصیل سے کتابیں دیکھنے کی تو نوبت نہیں آئی کچھ تراشے لوگوں نے بھیجے ہیں وہ دیکھتا رہا۔

مولوی اہل حدیث کے خطوط اس سلسلہ میں آ رہے ہیں وہ اس سلسلہ میں گفتگو کرنے پر

اصرار کر رہے ہیں تم دونوں کا اس میں کیا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں کے جوتے سر پہ رکھنا موجب عزت اور فخر سمجھتا ہوں مگر چار مہینے شب و روز ان کی کتابیں پڑھ کر ان کی کتابوں سے اتنا متنفر ہو گیا کہ آپ حضرات متفقہ طور سے بھی کوئی حکم فرما دیں گے تو تعمیل سے معذوری ظاہر کر دوں گا۔ حضرت مدنی نے ہنس کر فرمایا کہ یہ ہے ہمارے جوتوں کی حقیقت۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! چار ماہ شب و روز ان ہی کی کتابیں دیکھنے میں گذرے ہیں اور اتنا مواد میری کاپیوں میں موجود ہے کہ حضرت اتنا دیکھ بھی نہیں سکتے۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ اس وقت قیام کی تو فرصت نہیں تین چار دن میں مولانا اعزاز علی صاحب کو ساتھ لے کر آؤں گا اور تیری ساری تحریرات سنوں گا۔

حضرت رائپوری تو دوسرے دن رائپور تشریف لے گئے مگر حضرت مدنی دو تین دن کے بعد مولانا اعزاز علی صاحب کو ساتھ لیکر آئے اور اسی مہمانخانہ میں یہ دونوں حضرات اور یہ ناکارہ اور مفتی سعید احمد صاحب بیٹھے رہتے اور زینہ کے برابر کے کیواڑ لگے رہتے۔ لوگ جوق در جوق جنگلہ پر سے دیکھتے رہتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کوئی سیاسی مسئلہ تو ہے نہیں اس لیے کہ زکریا اور مفتی سعید کو سیاسیات سے کیا واسطہ پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور حضرت مدنی اور مولانا اعزاز علی صاحب نے دو دن قیام فرمایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے نوٹ جو ہیں وہ سناؤ اور اصل کتابوں میں نشان رکھ کر یہاں رکھ دو۔ میں نے اپنے مدرسہ کے ان دونوں صاحبزادوں سے کہا کہ حضرت مدنی بھی تمہاری کتابیں دیکھنا چاہتے ہیں جو مجھے دکھلائیں، تو وہ اور بھی خوش ہوئے ان بچوں کا یہ خیال تھا کہ اگر حضرت مدنی بھی ہمنوا ہو گئے تو سارے ہی مدارس میں ہماری تحریک چل جائے گی۔ وہ ساری کتابیں تو نہ لا سکیں جو چار ماہ میں میں نے دیکھی تھیں لیکن بہت سی کتابیں لا سکے۔ اور یہ ناکارہ اپنی یادداشت کو دیکھ کر اصل کتابوں میں نشان رکھتا رہا اور حضرت مدنی اور مولانا اعزاز علی صاحب اصل کتابوں کو دیکھ کر دو دن تک خوب نوٹ فرماتے رہے اور مواد اپنے ساتھ لے گئے اور اسی وقت سے حضرت مدنی کا جوش بھی مودودیوں کے خلاف تیز ہو گیا کہ حضرت مدنی نے خود اپنی آنکھوں سے ان مضامین کو اصل کتابوں میں پڑھ لیا تھا۔ اس مضمون کو تو میں ذرا اور بھی تفصیل سے لکھوانا چاہتا تھا۔ مگر آج کل حجاج کی واپسی کا ہجوم ہو رہا

ہے اور میری طبیعت بھی صاف نہیں اس لیے مختصر طور پر اپنے خط اور رسالہ کا پس منظر لکھوانا پڑا کہ عزیز شاہد اس کو چھپوا دے تو مجھے ہر ایک سے گفتگو نہ کرنی پڑے پوچھنے والے کو یہی تحریر دے دیا کروں گا۔

فقط والسلام

محمد زکریا کاندھلوی

نزیل مدینہ منورہ

۲۰؍ ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۶ ہجری

فہرست کتب

جو جماعت اسلامی اور اس کے بانی کی تحریرات اور افکار و آراء کے بارے میں لکھی گئیں

جناب مودودی صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان کی تحریرات اور افکار و آراء نیز ان کی قائم کردہ جماعت کے بارے میں تقریباً ہر طبقہ کے علماء نے تنقید کی ہے، چھوٹی موٹی کتابوں، ماہناموں، ہفت روزہ رسالوں میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس کا احصاء بہت مشکل ہے۔ سرسری طور پر جو کتابیں اس وقت سامنے آئیں اور احباب سے جن کا علم ہوا ان کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جا رہی ہے تاکہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو سمجھنے کے لیے جو حضرات مزید تحقیق و تفتیش کے خواہاں ہوں ان کو ان کتب سے مدد مل سکے۔ اس لیے کتابوں کے ملنے کے پتے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ یہ کتب ہند و پاک دونوں ملکوں میں چھپی ہیں جس کو جہاں سے جو کتاب میسر ہو جائے حاصل کرے۔ ان کو خود پڑھیں دوسروں کو پڑھائیں اور دور حاضر کے اس عظیم فتنہ سے بچنے اور بچانے کی فکر کریں۔ جماعت اسلامی کے احباب کا یہ طریقہ ہے کہ جب مودودی صاحب کی کسی بات کی گرفت کی جاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں ان کی بات کو سمجھے نہیں ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ یہ بات عجیب ہے کہ مودودی صاحب کی اردو عبارت کا مطلب اردو جاننے والے نہ سمجھ سکیں، ان کی باتیں کوئی متشابہات تو نہیں ہیں جن کو سمجھا نہ جا سکے اور جن پر بے سمجھے ایمان لانا ضروری ہو اور کبھی یوں جواب دیتے ہیں کہ مولوی لوگ جماعت اسلامی کی وجہ سے اپنا حلقہ اثر کم ہوتا دیکھ رہے ہیں اور ان کے حلوے مانڈے میں فرق آ رہا ہے اس لیے مودودی صاحب کے پیچھے پڑے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علماء کی تنقید اخلاص کے ساتھ نہیں ہے، یہ بات بھی عجیب ہے کہ سارے ہی علماء جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان میں کوئی بھی مخلص اور دیندار اور دیانتدار نہ ہو اور سارا اخلاص اور تقویٰ اور دیانت صرف جماعت اسلامی کے نوعمر لڑکوں میں جمع ہو جائے جو صرف شستہ اردو دیکھ کر مودودی صاحب کے عقیدت مند

ہو گئے ہیں۔ پھر ہم تو دیکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے معتقدین میں اضافہ ہونے سے کوئی کسی مولوی کو کبھی کوئی فاقہ نہیں ہوا۔ نہ کسی کی خوراک پوشاک پر اثر پڑا، سب اللہ کا دیا کھاتے پیتے ہیں، جس طرح مودودی صاحب کے وجود سے پہلے کھاتے پیتے تھے۔ بھلا ایسی لچر باتوں سے کہیں دلائل کو دبایا جا سکتا ہے اور حقائق کو پس پشت ڈالا جا سکتا ہے؟ صاف سیدھی بات یہ ہے کہ حضرات علماء کرام نے جو مودودی صاحب کی گرفت کی ہے ان کا دلیل سے جواب دیا جاسکے نہ یہ کہ جواب سے تو خاموشی اختیار کر لی جائے اور اپنے غلط افکار و انظار اور فاسد بلکہ باطل خیالات پر جمتے ہوئے مولویوں کو صلواتیں سنا کر دل ٹھنڈا کر لیا جائے۔ بہر حال جن کتابوں کے نام یہاں درج کیے گئے ہیں وہ جماعت اسلامی کے افراد کے لیے باعث اصلاح و رجوع الی الحق ہوں یا نہ ہوں، دیگر افراد امت کے لیے انشاء اللہ ضرور مشعل راہ ہوں گی۔

اب فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

اسمائے کتب	اسمائے گرامی مصنفین کرام	ملنے کے پتے
۱۔ مکتوبات سلسلہ مودودی جماعت	از حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ	کتب خانہ دیوبند ضلع سہارنپور
۲۔ مکتوبات ثلثہ از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ و دیگر حضرات	مرتبہ حکیم عبدالرشید گنگوہی	کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور
۳۔ فتنۂ مودودیت	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم	کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور، مظہری کتب خانہ ۱۰/۲ جی ناظم آباد کراچی ۱۸، جامعہ عربیہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۴۔ الاستاذ المودودی (عربی) (ترجمہ فتنۂ مودودیت)	// // //	// // //
۵۔ مکتوبات شیخ جلد سوم	// // //	کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور
۶۔ الاستاذ المودودی (عربی) اول و دوم	حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ	جامعہ عربیہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

اسمائے کتب	اسمائے گرامی مصنفین کرام	ملنے کے پتے
۷۔ التفسیر السیاسی للاسلام (عربی)	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۸۔ عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح	// // //	// // //
۹۔ جماعت اسلامی مجلس شوریٰ تک	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم	کتب خانہ الفرقان گوئن روڈ لکھنؤ
۱۰۔ حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب	حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	انجمن خدام الدین لاہور
۱۱۔ اظہار حقیقت، بجواب خلافت و ملوکیت	مولانا محمد اسحاق صدیقی مدظلہم	جامعہ عربیہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
۱۲۔ تفسیرات تفہیم	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری	مدنی دارالتالیف بجنور (یوپی) ہند
۱۳۔ مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں	مولانا حکیم محمد اختر صاحب دام ظلہم	مظہری کتب خانہ ۱۰/۲ جی ناظم آباد کراچی ۱۸
۱۴۔ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ دارالعلوم (کورنگی) کراچی ۱۴
۱۵۔ حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق	مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم	// //
۱۶۔ مسئلہ تقلید	مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی	کتب خانہ یحیوی سہارنپور
۱۷۔ تحریک مودودیت کی ایکسرے رپورٹ	مولانا عبدالقدوس رومی مظاہری مفتی آگرہ	صہیب برادرس والے صابن کٹرہ آگرہ
۱۸۔ مودودیت بے نقاب	// // //	// //
۱۹۔ ایک آئینہ میں تین چہرے	// // //	// //
۲۰۔ تفہیم القرآن سمجھنے کی کوشش	// // //	// //
۲۱۔ کھلی چٹھی بنام مودودی صاحب	قاضی مظہر حسین صاحب	چکوال ضلع جہلم مدنی جامع مسجد
۲۲۔ مودودی مذہب	// // //	// // //
۲۳۔ عادلانہ دفاع (جلد اول و دوم)	سید نور الحسن بخاری	مکتبہ رحیمیہ ملتان
۲۴۔ کشف حقیقت	مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور	کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور

اسمائے کتب	اسمائے گرامی مصنفین کرام	ملنے کے پتے
۲۵۔ مودودی صاحب کے غلط نظریات	کریم الدین صاحب	مکتبہ اسلام دیوبند
۲۶۔ مسئلہ خلافت وملوکیت کی تحقیق وتوضیح اور مودودی صاحب کے صحابہ کرام پر بے بنیاد الزامات کا مدلل جواب۔	علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ	شعبہ تصنیف وتالیف مدرسہ عربیہ عثمانیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان
۲۷۔ ماہنامہ بینات	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	جامع مسجد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
۲۸۔ تنقید اور حق تنقید	〃 〃 〃	ملک سنز پبلشرز فیصل آباد
۲۹۔ تعبیر کی غلطی	جناب وحیدالدین خان صاحب	الجمعیۃ بکڈپو گلی قاسم جان دہلی
۔ دین کی سیاسی تفسیر	〃 〃 〃	〃 〃 〃
۳۰۔ آپ بیتی	جناب شمس الحسن صاحب صدیقی استاذ درسگاہ اسلامی دارالاسلام پٹھانکوٹ	شائع شدہ نوائے پاکستان لاہور ۴، دسمبر [illegible]
۳۱۔ آپ بیتی	حکیم عبدالرحیم اشرف	شائع شدہ المنیر لائلپور ۲۴ اکتوبر [illegible]
۳۲۔ تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ	از ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور	سنت نگر لاہور
۳۳۔ اسلامی سیاسیات یا سیاسی اسلام	از حکیم مولانا عبیداللہ سری نگر کشمیر	پتہ معلوم نہ ہو سکا۔

ان کتابوں اور رسالوں میں مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم اور مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہم اور جناب وحیدالدین صاحب اور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور جناب حکیم عبیداللہ صاحب سری نگر کی کتابیں زیادہ اہتمام سے پڑھنی چاہئیں۔ نیز جناب حکیم عبدالرحیم صاحب اشرف اور جناب شمس الحسن صاحب کی آپ بیتی بھی زیادہ توجہ کے لائق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ حضرات جماعت اسلامی کے پرزور داعی اور رکن رکین تھے۔ بلکہ ان میں بعض حضرات جماعت اسلامی کی تاسیس کے وقت شریک تھے۔ یہ سب حضرات جماعت کو اندر، باہر جماعت کو خوب اندر

باہر سے دیکھ کر علیحدہ ہوئے اور انہوں نے جماعت کے خلاف کتابیں لکھیں اور علیحدگی کے اسباب ظاہر کیے۔ کیا یہ سب لوگ غیر مخلص اور ناسمجھ اور تقویٰ سے خالی اور صرف دنیادار ہیں کیا ان میں کوئی بھی رجل رشید نہیں جو سچی بات کہتا ہو۔ ان حضرات کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں۔ البتہ بعض چیزیں کتابی صورت میں نہیں آئی۔ مثلاً شمس الحسن صاحب کی آپ بیتی اور حکیم عبدالرحیم صاحب کی آپ بیتی ان کے لئے رسالہ مودودیت بے نقاب مؤلفہ مفتی مولانا عبدالقدوس صاحب رومی مظاہری مفتی شہر جامع مسجد آگرہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا موصوف نے اپنی اس کتاب میں پانچ ایسے حضرات کی خودنوشت سرگزشت اور آپ بیتی جمع کی ہے جنہوں نے برسوں جماعت اسلامی کا رکن ہوتے ہوئے جماعت کا کام کیا اور پھر جماعت کا رنگ ڈھنگ دینی تقاضوں کے خلاف دیکھ کر جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ گھر کے بھیدی سے بڑھ کر اسرار و رموز کا جاننے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ جو حضرات جماعت میں شامل تھے اپنے زمانہ شمولیت میں تو جماعت کے نزدیک بڑے مخلص اور متقی اور دینی تقاضوں کو سمجھنے والے اور اقامت دین کا بیڑا اٹھانے والے تھے۔ پھر جب یہ لوگ جماعت سے علیحدہ ہوئے تو جماعت کے ارکان کے نزدیک اسی وقت ان میں کیڑے پڑ گئے، ان کا دیانت و تقویٰ سب کافور ہو گیا — یہ نیا دین ۱۹۴۱ء کی پیداوار ہے جبکہ جماعت اسلامی کے نام سے مودودی صاحب نے ایک جماعت قائم کی تھی۔ ان لوگوں کے نزدیک ایمان اور اسلام، اخلاص، تقویٰ، دیانتداری، اقامت دین کی طلب اور تڑپ صرف ان لوگوں میں مرکوز ہے جو جماعت کا کلمہ پڑھتے ہوں اور مودودی صاحب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوں۔ جو لوگ جماعت اسلامی کی عقیدت میں پختہ ہو چکے ہیں یا جن کی اغراض جماعت سے وابستہ ہیں وہ تو ان باتوں پر کیا غور کریں گے۔ نئے نئے متاثرین و متعارفین اور ہمدردان جماعت کو ہم ان امور پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

احقر محمد اقبال ہوشیارپوری
نزیل مدینہ منورہ
۴ ربیع الاول [illegible]

ضروری وضاحت

(مولانا عبدالقدوس نے "مودودیت بے نقاب" میں جو پانچ حضرات کی آپ بیتی جمع کی ہے اس کے دیباچہ میں چند وضاحتیں لکھی ہیں ان میں سے وضاحت ملا مضمون کی مناسبت سے یہاں درج کی جاتی ہے)

ان آپ بیتیوں کی مجموعی اشاعت سے مقصود یہ دکھلانا ہے کہ علامہ مودودی کی تحریک حکومت الٰہیہ اور تحریک اقامت دین کی حقیقت ہے جس کے متعلق موصوف کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ تحریک انہی خطوط پر قائم کی گئی ہے جن خطوط پر ابتدائی دور نبوت میں اسلام کی تحریک چلائی گئی تھی۔

ناظرین کھلی آنکھوں دیکھ لیں کہ اس اصلی دعوت اسلام اور اس نقلی تحریک اسلام میں کتنا واضح فرق یہ موجود ہے کہ دور نبوت کے آغاز میں جو شخص بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام ہی کا ہو کر رہ گیا چنانچہ شاہ حبشہ نے جب حضرات مہاجرین سے کچھ سوالات تحقیق حال کیلئے کیے تھے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا جو شخص اس نئے دین میں داخل ہو جاتا ہے پھر وہ اس سے برگشتہ بھی ہوتا ہے جواب میں کہا گیا کہ نہیں ایسا نہیں ہوتا۔

اسلام کے دور اول کی اس تصویر کے بالکل برخلاف آپ دیکھیں گے کہ علامہ کی تحریک اسلام میں جتنے بھی سابقین اولین تھے تقریباً سب ہی برگشتہ و منحرف ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے جو کسی زمانہ میں علامہ نے اپنے معترضین کی زبان بندی کے لیے فرمائی تھی کہ میری بات اگر صحیح نہ ہوتی تو فلاں فلاں صاحبان (حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب وغیرہ) میرے ساتھ کیوں ہوتے؟ مگر اس ہٹ دھرمی کا علاج کس کے پاس ہے کہ وہ سب حضرات جو علامہ کے برحق ہونے کا ثبوت تھے وہ سب ہی علامہ کو گمراہ سمجھ کر علیحدہ ہو گئے۔ لیکن خود علامہ اور ان کے معتقدین کو اب بھی اپنے برحق ہونے پر اصرار ہے۔ یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا؟ (مودودیت بے نقاب)

اللہ جل شانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائے۔

(آمین)

تصانیف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

اُردو تصانیف

خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی	موت کی یاد
حکایات صحابہ رض	قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم
فضائل ذکر	تقریر بخاری شریف
فضائل نماز	تاریخ مشائخ چشت
فضائل قرآن مجید	اکابر کا رمضان
فضائل رمضان	خوان خلیل
فضائل تبلیغ	اکابر کا سلوک و احسان
فضائل درود شریف	مکتوبات شیخ
فضائل صدقات کامل ۲ جلد	آپ بیتی
تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات	فتنۂ مودودیت

حجۃ الوداع!

الاعتدال فی مراتب الرجال یعنی اسلامی سیاست شریعت وطریقت کا تلازم (جدید تصنیف)

عربی تصانیف

امانی الاحبار شرح معانی الآثار	الکوکب الدری شرح ترمذی
لامع الدراری علی جامع البخاری	حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ	الابواب والتراجم للبخاری

بذل المجہود فی شرح ابی داؤد

ملنے کے پتے: ۱ کتب خانہ یحیوی مظاہر العلوم سہارنپور (انڈیا) ۲ دار الاشاعت • مقابل مولوی مسافر خانہ ۵ کراچی

مذاق العارفین

اردو ترجمہ

احیاء العلوم الدین

از حجۃ الاسلام امام غزالی رح

ترجمہ: مولانا محمد احسن نانوتوی — ذیلی عنوانات: مولانا محمد حنفی عشاقی

کتاب احیاء العلوم کسی تعارف کی محتاج نہیں اس کو ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں قبول عام حاصل رہا ہے لیکن اب تک اس کی طباعت نہایت ناقص طریقے سے ہو تی رہی ہے اب دارالاشاعت سے ذیلی عنوانات کے اضافوں کے ساتھ فوٹو آفسٹ پر شائع کی گئی ہے

جلد اول صفحات تقریباً ۵۰۰ قیمت — جلد دوم صفحات تقریباً ۵۲۸ قیمت

جلد سوم ″ ″ ۵۴۴ ″ — جلد چہارم ″ ″ ۵۷۰ ″

سائز ۲۰×۳۰/۸ — صفحات کل ۲۲۴۲ قیمت کا سیٹ چار جلد

مجالس الابرار اردو

از شیخ احمد رومی

ترجمہ باہتمام: مولانا مفتی محمد کفایت اللہ — پسند فرمودہ: حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رح

علم وعظ و تقریر اور نصیحت میں ایک معتبر و بلند پایہ کتاب جس میں سو مجلسیں یعنی ایک سو وعظ ہیں جو دراصل مصابیح کی سو احادیث کی شرح ہے جس میں بہترین نکات اور مسائل فقہ اور صحابہ کرام و صوفیہ متقدمین کے حالات مندرج ہیں یہ معاصری کتب وعظ کی طرح نہیں ہے بلکہ تمام صحیح روایات لی گئی ہیں۔ قابل دید ہے ایک بیش تحفہ جو عرصے سے نایاب تھا عکسی طباعت قیمت مکمل کتاب مجلد مع حسین پلاسٹک کور

ملنے کا پتہ :- دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ملہ

چند مطبوعات دارالاشاعت

مومن کے ماہ و سال

اردو ترجمہ

ماثبت بالسنہ عن الاعمال السنۃ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح ترجمہ اقبال الدین احمد

صفحات ۴۰۰ قیمت مجلد

مسلمانوں کا نظم مملکت

از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن

ترجمہ علیم اللہ صدیقی

صفحات ۳۳۰ قیمت

مجالس حکیم الامت

ملفوظات مولانا اشرف علی تھانوی رح

مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع رح

صفحات ۳۲۰ قیمت

مقالات صوفیہ

مولانا اشرف علی شاہ تھانوی رح

مترجم مولانا مفتی محمد شفیع رح

صفحات ۱۷۶ قیمت

مسلک علمائے دیوبند

از مولانا قاری محمد طیب

اس کتاب میں اہل سنت والجماعت کی تاریخ بیان کی گئی ہے — قیمت

میرے والد ماجد

اور اُن کے مجرب عملیات کا ذکر

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے والد ماجد کے حالات بیان کئے ہیں — قیمت

فقہ الحدیث

مع

گلزار سنت

احادیث نبویہ اور مسائل فقہیہ کا بیش بہا تحفہ

عکسی طباعت — قیمت

فسانۂ آدم ع

مولانا حافظ محمد اسحاق دہلوی رح

آدم علیہ السلام اور اماں حوا کی پیدائش

عکسی طباعت — قیمت

ملنے کا پتہ :- دارالاشاعت ۰ مقابل مولوی مسافر خانہ ۰ کراچی

بہترین اسلامی کتابیں

قصص القرآن مولانا محمد حفظ الرحمٰن ۴ جلد

مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ اردو) ۵ جلد

معارف الحدیث۔ مولانا محمد منظور نعمانی، مجلد

تجرید صحیح بخاری مترجم عربی اردو کامل مجلد

شرح حصن حصین، مترجم مولانا محمد عاشق الٰہی

شرح اربعین، امام نووی " " " مجلد

حجۃ اللہ البالغہ اردو، شاہ ولی اللہ دہلوی مجلد

بہشتی زیور مدلل مکمل مولانا اشرف علیؒ مجلد

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مفتی محمد شفیعؒ ۲ جلد

علم الفقہ کامل مولانا عبد الشکور لکھنویؒ

عقائد علمائے دیوبند و حسام الحرمین مجلد

احیاء العلوم اردو، امام محمد غزالیؒ ۴ جلد

کیمیائے سعادت اردو " " مجلد

مجالس الابرار، اردو، شیخ احمد رومی مجلد

مجالس حکیم الامت مفتی محمد شفیعؒ

مومن کے ماہ و سال اردو، شیخ عبد الحق دہلوی مجلد

اسلام کا نظام مساجد، مولانا ظفیر الدین مجلد

اسلام کا نظام عفت و عصمت " " "

اسلام کا نظام اراضی و عشر و خراج، مفتی محمد شفیعؒ

علمی کشکول منتخب مضامین " " "

احکام اسلام عقل کی نظر میں، مولانا اشرف علیؒ

مستند اسلامی کتابیں

ارواح ثلاثہ (حکایات اولیا) مولانا اشرف علیؒ

آیات بینات، محسن الملک (تردید شیعہ) ۲ جلد

تحفۂ اثنا عشریہ اردو، شاہ عبد العزیزؒ (تردید شیعہ) مجلد

تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندویؒ مجلد

تاریخ فقہ اسلامی اردو، شیخ محمد خضریؒ مجلد

تذکرۂ غوثیہ، سید غوث علی شاہ قلندرؒ مجلد

تذکرۂ مجدد الف ثانی، مولانا محمد منظور نعمانی "

عیسائیت کیا ہے؟ مولانا محمد تقی عثمانی

مسلمانوں کا نظم مملکت، ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مجلد

لطائف علمیہ ترجمہ کتاب الاذکیا، ابن جوزی،

کلیات امدادیہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

المنجد عربی اردو، جامع لغات مجلد

المعجم اردو عربی " " "

بیان اللسان عربی اردو مستند لغات مجلد

قاموس القرآن (مکمل قرآنی لغات) "

جامع اللغات (اردو کی مستند لغت) "

شمس المعارف (تعویذات) ابن علی بونی مجلد

اصلی جواہر خمسہ کامل (تعویذات)

بیاض یعقوبی (تعویذات) مولانا محمد یعقوب

علاج الغربا حکیم غلام امام

بیماریوں کا گھریلو علاج، طبیبہ اُمّ الفضل

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

کتبِ تصوّف وسُلوک

کتاب	تفصیل	قیمت
احیاء العلوم کا اردو ترجمہ مذاق العارفین حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	احیاء علوم الدین امام غزالیؒ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ تصوف سلوک اور اسلامی فلسفے کی زندہ جاوید کتاب۔ ترجمہ: مولانا محمد احسن نانوتوی (چار جلد کامل) مجلد اعلیٰ	قیمت
کیمیائے سعادت کا اردو ترجمہ اکسیر ھدایت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ	اسرار تصوف تزکیۂ نفس اور اصلاح ظاہر و باطن میں بے نظیر کتاب کا نہایت مستند اردو ترجمہ۔ کتابت، طباعت اعلیٰ، مضبوط وحسین جلد	
مجموعۂ رسائل امام غزالیؒ اردو ۳ جلد	اس مجموعے میں تصوف، عقائد، کلام اور فلسفہ پر امام غزالیؒ کی ۱۶ وہ مستقل کتابیں شامل ہیں جو عرصے نایاب تھیں۔	
مکاشفۃ القلوب	تصوف کی مشہور کتاب	
بیاض یعقوبی مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	مولانا کی قلمی بیاض جس میں تصوف وسلوک کے مسائل کے علاوہ عملیات، وظائف، تعویذات اور طبی نسخہ جات درج ہیں۔ مجلد	
تربیت السالک حکیم الامت مولانا اشرف علی	اصلاح ظاہر و باطن اور تزکیۂ نفس اور راہ طریقت کی مشکلات کا مل اور روحانی علاج کی قسرابادین۔ تین جلد کامل	
حجۃ اللہ البالغہ (اردو) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	اسلامی شریعت کے حقائق واسرار اور تمام علوم اسلامی پر محققانہ کتاب کا مستند اردو ترجمہ۔ مجلد اعلیٰ	
مجالس الابرار شیخ احمد رومی	وعظ وتقریر اور نصیحت میں بلند پایہ کتاب جس میں احادیث سے شرک و بدعت کا رد اور صوفیائے متقدمین کے حالات ہیں۔ مجلد	
مجالس حکیم الامت	مولانا تھانویؒ کے ملفوظات جمع کردہ مفتی محمد شفیع	
کلیاتِ امدادیہ	حضرت حاجی امداد اللہؒ کی جملہ دس تصانیف کا مجموعہ مجلد	
شریعت وطریقت کا تلازم	اس موضوع پر بہترین کتاب۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب	
نور الصدور فی شرح القبور	امام جلال الدین سیوطی کی کتاب کا ترجمہ۔ مولانا محمد عیسیٰؒ	
تعلیم الدین مدلل	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (تصوف واخلاق)	
فیوض یزدانی	شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے مواعظ کا عام فہم ترجمہ۔ ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی	
غنیۃ الطالبین	شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی عقائد اسلام وتصوف پر بے نظیر کتاب۔ ترجمہ عبد الدائم جلالی	
فہرست کتب مفت ڈاک کے ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں	دار الاشاعت اردو بازار کراچی	